ڈاکٹر نجم الاسلام ایک شخص ایک عہد

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

عزیزی گرامی اقبال احمد فاروقی صاحب کی نذر

۸ جولائی ۲۰۰۲ء

ڈاکٹر نجم الاسلام — ایک شخص، ایک عہد

(سہ ماہی "انشاء" حیدرآباد، ڈاکٹر نجم الاسلام نمبر حصہ اول، گوشہ ڈاکٹر نجم الاسلام، مشمولہ "انشاء" ۲۹، مع اضافات، یک جا۔)

عتیق احمد جیلانی، رفیق احمد خاں

ذخیرہ

"ادارۂ انشاء" حیدرآباد، سندھ، پاکستان

Marfat.com

15695

"انشاء" مطبوعات نمبر ۲۔

جملہ حقوق بہ حق مرتبین، محفوظ

کتاب : ڈاکٹر نجم الاسلام۔ایک شخص، ایک عہد

اشاعتِ اوّل : مارچ، ۲۰۰۲ء

مرتبین : عتیق احمد جیلانی اور رفیق احمد خاں

ناشر : ادارۂ انشاء، ۱۱۶ ابلاک ڈی، یونٹ نمبر ۱۰، لطیف آباد، حیدر آباد، سندھ، پاکستان

قیمت : ۲۰۰ رُپے

مشینی کتابت : محمد مرتضیٰ میو

سرورق : محمد نصر اللہ خان شیراز

مطبع : افضال پرنٹنگ پریس، کھوکھر محلہ حیدر آباد

Marfat.com

انتساب

ڈاکٹر نجم الاسلام کے عظیم استاد اور ایک نام ور شاگرد کی نذر

بہ نام

قبلہ محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، سابق صدر شعبۂ اردو، جامعہ سندھ

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

بہ نام

ڈاکٹر ظفر اقبال، صدر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

اے سرو بہ تو شادم شکلت بہ فلاں ماند
اے گل بہ تو خوشنودم تو بوی کسی داری

Marfat.com

کلید

باب اوّل

مضامین

ڈاکٹر نجم الاسلام (مرحوم)	ڈاکٹر مختار الدین احمد	۱۹
ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے چند ملاقاتیں	ڈاکٹر الیاس عشقی	۳۳
میرے کرم فرما ڈاکٹر نجم الاسلام	ڈاکٹر نبی بخش بلوچ	۵۳
ڈاکٹر نجم الاسلام	ڈاکٹر وفا راشدی	۵۶
ڈاکٹر نجم الاسلام	غلام ربانی آگرو	۵۹
محترم ڈاکٹر نجم الاسلام کی یاد میں	ڈاکٹر خورشید مصطفےٰ خاں	۶۴
ایک باوقار محقق	ڈاکٹر صدیقہ ارمان	۶۶
ڈاکٹر نجم الاسلام : چند یادیں	ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین	۷۲
نجم الاسلام صاحب : چند یادیں، چند خطوط	ڈاکٹر سردار احمد خاں	۷۳
ڈاکٹر نجم الاسلام : چند یادیں، چند باتیں	ڈاکٹر محمود الرحمان	۸۵
ڈاکٹر نجم الاسلام کے خطوط عارف نوشاہی کے نام	ڈاکٹر عارف نوشاہی	۹۰
ڈاکٹر نجم الاسلام : چند تاثرات	ڈاکٹر ممتاز احمد خاں	۹۲
ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم	سید جمیل احمد رضوی	۹۵
ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم	پروفیسر ابو سفیان اصلاحی	۹۷
ڈاکٹر نجم الاسلام کی یاد میں	ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی	۱۰۲
بیاد ڈاکٹر نجم الاسلام	پروفیسر غلام محمد لاکھو	۱۱۰

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام کے خطوط بہ نام زاہد منیر عامر — ڈاکٹر زاہد منیر عامر — ۱۱۵
استادِ گرامی — ڈاکٹر فدا حسین انصاری — ۱۱۸
استاذی محترم ڈاکٹر نجم الاسلام — پروفیسر حمید الدین شیخ — ۱۲۲
ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم — ڈاکٹر سید عطاء الرحیم — ۱۲۶
ڈاکٹر نجم الاسلام کی سندھی ادب میں دلچسپی — پروفیسر محمد پنھل ڈھر — ۱۲۹
پروفیسر نجم الاسلام — مولانا ضیاء الدین اصلاحی — ۱۳۷
ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ کلیاتِ سندھی — پروفیسر فہمیدہ شیخ — ۱۳۸
عزت تھی جن کی چھاؤں ...... — پروفیسر رونق افروز — ۱۴۳
علم کا خزانہ، مہربان ہستی — شفیق محمد میو — ۱۴۹
نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز — شاہینہ اختر بلند — ۱۵۴
تاثرات — رفیق احمد خاں — ۱۵۵
ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کے ایک نام ور شاگرد — نازنین سلیم — ۱۶۱
(ایم۔ اے کے مقالۂ علمیہ سے ماخوذ)

باب دوم

مکتوبات

ڈاکٹر نجم الاسلام کے خطوط: کچھ معروضات — رفیق احمد خاں — ۱۸۲
مکتوباتِ ڈاکٹر نجم الاسلام — ۱۸۴

بہ نام:
- ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں
- ڈاکٹر نذیر احمد
- ڈاکٹر نبی بخش بلوچ
- ڈاکٹر فرمان فتح پوری
- خلیل الرحمان داؤدی
- ڈاکٹر وفا راشدی

Marfat.com

- ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی
- ڈاکٹر سید معین الرحمان
- ڈاکٹر محمد سلیم اختر
- سید انیس شاہ جیلانی
- پروفیسر شفقت رضوی
- پروفیسر سید محمد سلیم
- پروفیسر ممتاز احمد خاں
- ڈاکٹر سفیر اختر
- ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی
- ڈاکٹر سید عارف نوشاہی
- سید جمیل احمد رضوی
- ڈاکٹر زاہد منیر عامر
- پروفیسر ربعہ اقبال
- جناب اللہ ودھایو بلوچ
- پروفیسر محمد پنھل ڈہر
- سید محمد زین العابدین راشدی
- جناب محمد احسن خاں
- پروفیسر محمد عابد ضیائی

مکتوبات بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام

نامہ نگاران :

- ڈاکٹر وحید قریشی
- ڈاکٹر مختار الدین احمد
- ڈاکٹر جمیل جالبی
- پروفیسر نظیر صدیقی
- ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی
- ڈاکٹر سید حسن عباس
- سید سبط حسن رضوی
- ایم سلطانہ بخش
- پروفیسر سید محمد سلیم
- پروفیسر ظہیر احمد صدیقی
- سید جمیل احمد رضوی
- ڈاکٹر ظفر اقبال
- جناب ابو سعادت جلیلی
- پروفیسر ابو سفیان اصلاحی
- جناب محمد راشد شیخ
- جناب محمد احسن خاں
- جناب حق نواز خاں
- پروفیسر محمد یوسف خشک

Marfat.com

باب سوم

جائزہ رسالہ تحقیق

(گوشہ، مشتمل بر، اشاریۂ تحقیق اور کچھ مطبوعہ تبصرے)			۲۴۵
اشاریۂ تحقیق	عتیق احمد جیلانی		۲۴۷
تحقیق(۱) جائزہ نگار: ڈاکٹر معین الدین عقیل		مشمولہ "اردو" کراچی اپریل، ۱۹۸۸ء	۲۷۷
تحقیق(۱)	شیخ محمد اسماعیل	مشمولہ کتابی سلسلہ "امکانات" حیدر آباد، (۱)	۲۸۲
تحقیق(۲)	ڈاکٹر وحید قریشی	مشمولہ کتابی سلسلہ "امکانات" حیدر آباد، (۱)	۲۸۵
تحقیق(۱ تا ۶)	پروفیسر حنا عنبرین	مشمولہ کتابی سلسلہ "انشاء" حیدر آباد، (۳)	۲۸۶
تحقیق(۷)	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	مشمولہ "معارف" اعظم گڑھ، انڈیا	۲۹۰
تحقیق(۸_۹)	ڈاکٹر اسلم فرخی	مشمولہ "انشاء" حیدر آباد، (۲۱_۲۲)	۲۹۱
تحقیق(۸_۹)	رفیق احمد خاں	مشمولہ "انشاء" حیدر آباد، (۱۰_۱۱)	۲۹۲
تحقیق(۸_۹)	شاہ انجم	مشمولہ "انشاء" حیدر آباد، (۱۴_۱۵)	۲۹۳
تحقیق(۱۰_۱۱)	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	مشمولہ "معارف" اعظم گڑھ، انڈیا	۳۰۷
تحقیق(۱۰_۱۱)	شاہ انجم	مشمولہ "الصدق" حیدر آباد سندھ (۲۰۰۰ء_۱۹۹۹ء)	۳۰۸
تحقیق(۱۰_۱۱)	انعام الحق عباسی	مشمولہ "انشاء" حیدر آباد، (۲۶_۲۷)	۳۱۰
تحقیق(۱۲_۱۳)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	مشمولہ "ترجمان القرآن" لاہور، مارچ ۲۰۰۱ء	۳۱۷
تحقیق (۱۲_۱۳)	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	مشمولہ "سیارہ" لاہور، دسمبر ۲۰۰۱ء	۳۱۹
تحقیق(۱۲_۱۳)	شین عین	مشمولہ روزنامہ "جنگ" کراچی، ۳۰ نومبر ۲۰۰۰ء	۳۲۰

Marfat.com

باب چہارم

گوشہ ڈاکٹر نجم الاسلام

مضامین : آہ! میرے نجم الاسلام — ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں — ۳۲۲

والنجم اذا ھوئی — حافظ منیر احمد خاں — ۳۲۵

ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم — محمد راشد شیخ — ۳۲۸

وہ لوگ جن کے لیے زندگی بدلتی ہے — شاہ انجم — ۳۳۱

فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص — رفیق احمد خاں — ۳۳۹

پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب — ڈاکٹر محمد ذکاء اللہ خاں — ۳۴۸

ڈاکٹر نجم الاسلام کی یادیں — عبداللطیف انصاری — ۳۴۹

ڈاکٹر نجم الاسلام — عتیق احمد جیلانی — ۳۵۳

ایسا کہاں سے لاؤں............ — پروفیسر فہمیدہ شیخ — ۳۷۱

خطوط ۱۔ مکتوبات ڈاکٹر نجم الاسلام — بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں — ۳۷۴

۲۔ تعزیت نامے — ۳۷۸

عکس تحریر دکنی اردو میں مدحیہ شاعری (ابتدائی دور) — پروفیسر نجم الاسلام — ۳۸۹

نظمیں اردو : صفدر علی خاں، حسین صمدانی، انگریزی : پروفیسر غنی شیخ — ۴۰۰

قطعہ تاریخ وفات — مختار اجمیری

باب پنجم

اضافات

سخن ہائے گفتنی "ابھرتی کرنیں" (۱۹۵۳ء) کا دیباچہ — ڈاکٹر نجم الاسلام — ۳۹۵

مقالہ علمیہ (پی ایچ۔ ڈی) کا خاکہ — ڈاکٹر نجم الاسلام — ۴۰۹

دو "کوائف نامے" — ڈاکٹر نجم الاسلام — ۴۱۷

قطعہ — ڈاکٹر نجم الاسلام — ۴۲۲

نظم — ڈاکٹر فدا حسین انصاری — ۴۲۳

Marfat.com

شہاب الدین صدیقی (ڈاکٹر نجم الاسلام کے والد گرامی) (۱۹۵۷ء)

Marfat.com

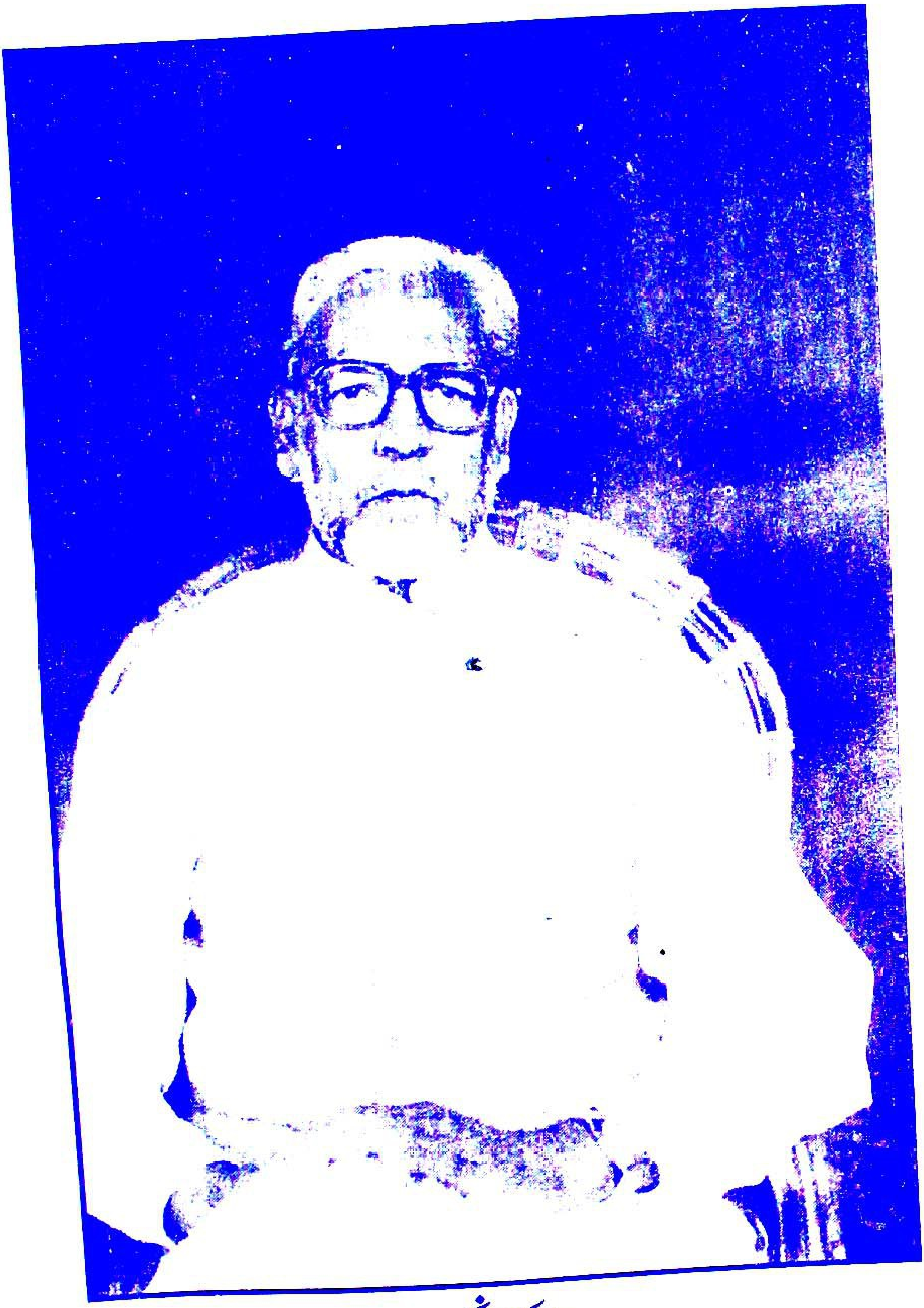

ڈاکٹر نجم الاسلام

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام

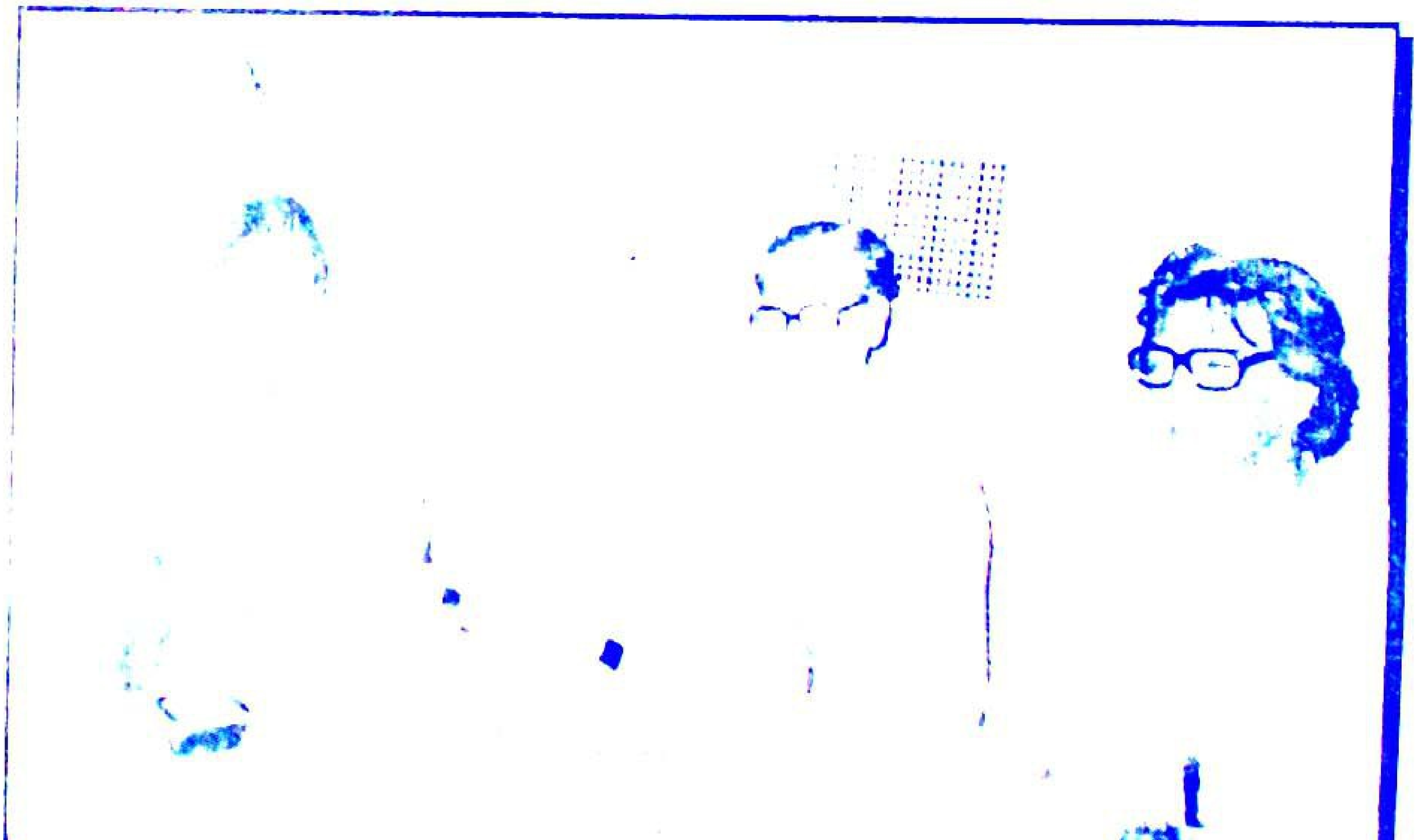

پروفیسر حمایت علی شاعر ۔ ڈاکٹر نجم الاسلام اور ڈاکٹر یحیٰ احمد ہاشمی (۱۹۸۴ء ۔ ۱۰ ۔ ۱۵)

Marfat.com

(دائیں سے بائیں) نسرین شیخ۔ پروفیسر سید جاوید اقبال۔ پروفیسر مرزا سلیم بیگ۔ ڈاکٹر سعدیہ نسیم
پروفیسر فہمیدہ شیخ۔ پروفیسر رابعہ اقبال۔ ڈاکٹر نجم الاسلام اور پروفیسر عتیق احمد جیلانی

(دائیں سے بائیں ایستادہ) سندر علی خاں۔ رفعت احمد شیخ۔ گل محمد۔ اصغر۔ سید سجاد حیدر۔ رفیق احمد خاں۔ محمد رضوان
مسیح الدین عثمانی۔ مرزا سعید بیگ۔ نذیر احمد مجددی۔ شاہ انجم۔ محمد صادق۔ (نشستہ) پروفیسر عتیق احمد
جیلانی۔ پروفیسر فہمیدہ شیخ پروفیسر رابعہ اقبال۔ ڈاکٹر سعدیہ نسیم۔ ڈاکٹر نجم الاسلام۔
پروفیسر مرزا سلیم بیگ - سلطانہ عثمان (طالبہ)

Marfat.com

(اساتذہ) ڈاکٹر نجم الاسلام۔ ڈاکٹر نعیم ندوی۔ پروفیسر ربعہ اقبال۔ پروفیسر فہمیدہ شیخ۔ ڈاکٹر سعدیہ نسیم
(شاگردان) فاروق احمد مغل۔ طارق حسین۔ وثیق الرحمان صابر۔ مرزا عاصی اختر
ظافر علی خاں تشنہ اور دوسرے۔ (۱۹۸۱ء)

شعبہ اردو جامعہ سندھ کے اساتذہ: پروفیسر فہمیدہ شیخ۔ ڈاکٹر سعدیہ نسیم۔ پروفیسر ربعہ اقبال
ڈاکٹر یحیٰ احمد ہاشمی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام اور پروفیسر حمایت علی شاعر شاگردوں کے ساتھ
(نشستہ) عبدالغفور اور محمد جمن (نائب قاصد) ۱۹۸۴۔ ۱۰۔ ۱۷

Marfat.com

(دائیں سے بائیں) اساتذہ: عتیق احمد جیلانی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام۔ پروفیسر رابعہ اقبال اور پروفیسر فہمیدہ شیخ۔
شاگردان: شفیق احمد شیخ۔ ڈاکٹر نویل ڈینیل۔ مبارک علی قریشی۔ عبدالحمید خاں۔ سید جاوید اقبال۔
ذکیہ رفیق۔ پروین فاطمہ و دیگر (۴ فروری ۱۹۸۷ء)

ڈاکٹر نجم الاسلام۔ پروفیسر رابعہ اقبال اور رفیق احمد خاں،
شعبہ اردو، جامعہ سندھ کی ایک تقریب میں (۲۷ ستمبر ۱۹۹۰ء)

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام (چند یادگار لمحات)

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام

عتیق احمد جیلانی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام۔ ڈاکٹر سعدیہ نسیم۔ پروفیسر ربعہ اقبال اور پروفیسر نمیدہ شیخ

Marfat.com

مضامین

Marfat.com

Marfat.com

ڈاکٹر مختار الدین احمد

ڈاکٹر نجم الاسلام (مرحوم)

اردو اور فارسی کے مستند و معروف محقق اور استاذ الاساتذہ پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں صاحب محترم کے ممتاز اور عزیز ترین شاگرد پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونی ورسٹی سہ شنبہ ۱۳ فروری ۲۰۰۱ء کی صبح لطیف آباد، حیدر آباد سندھ میں وفات پا گئے۔ پہلے ٹیلی فون سے اطلاع آئی پھر حبیب مکرم ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صاحب کا مکتوب مورخہ ۱۳ فروری سے اس حادثے کی تصدیق ہوئی۔ انھوں نے اس امر کی بھی اطلاع دی کہ ان کی نماز جنازہ ان کے استاد پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب نے پڑھائی۔

نجم الاسلام ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ سادات و شیوخ کے مشہور قصبے جبور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ایک مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

> راقم کا مولد و منشا اور آبائی وطن قصبہ جبور (روہیل کھنڈ) ہے اور اسی محلے کا رہنے والا ہے جس میں سید رستم علی جبوری (اردو نثر میں تاریخ کی اولین کتاب قصہ احوالِ روہیلہ کے مصنف) کا خاندان سکونت پذیر تھا۔

وہ اس قصبے کے قدیمی شیخ زادوں میں سے تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم بجور میں حاصل کی، بی اے انھوں نے میرٹھ کالج سے کیا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۹ء تک ایک اردو ماہنامہ معیار (میرٹھ) سے وہ بحیثیت مدیر وابستہ رہے۔ اسی زمانے میں اس رسالے میں چھپنے والے مختلف لکھنے والوں کے افسانوں اور ڈراموں کا انتخاب مرتب کر کے ابھرتی کرنیں کے نام سے انھوں نے شائع کیا۔ یہ ان کی پہلی ادبی کوشش تھی جس پر صدق جدید (۱۰ دسمبر ۱۹۵۴ء) میں مولانا عبد الماجد دریابادی نے بہت اچھا تبصرہ لکھا تھا۔

نجم الاسلام مرحوم نے ایم اے سندھ یونی ورسٹی سے کیا اور وہیں سے پروفیسر غلام مصطفیٰ

Marfat.com

خاں صاحب محترم کی نگرانی میں انھوں نے ڈاکٹریٹ کی۔ شمالی ہند کی قدیم اردو نثر سے ان کی دلچسپی تھی چناں چہ "دبستان دہلی کی نثر" پر انھوں نے مقالہ علیہ لکھا جس پر ۱۹۶۹ء میں انھیں ڈاکٹریٹ تفویض ہوئی۔ تحقیقی سرگرمیوں کے علاوہ وہ سندھی اور فارسی شاعری کے منظوم اردو تراجم سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ شعر کہنے میں بھی بند نہ تھے۔

وہ میرٹھ سے حیدر آباد سندھ کب گئے مجھے نہیں معلوم لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ وہاں ایم اے اور پی ایچ ڈی کر کے ۱۹۶۶ء میں غزالی کالج لطیف آباد میں لکچرر ہو چکے تھے۔ یہیں سے میرے ان کے تعلقات شروع ہوئے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے انھیں سندھ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو میں بلالیا۔ اس شعبے سے ادبی مجلہ "صریر خامہ" ۱۹۶۱ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اس کے چھ خصوصی شمارے نکلے۔ قومی شاعری نمبر (۱۹۶۶ء) تنقیدی ادب نمبر (۱۹۶۷ء) قصیدہ نمبر (۱۹۶۸ء)، اقبال نمبر (۱۹۷۷ء) نعت نمبر (۱۹۷۸ء)، اسی شعبے سے ۱۹۷۸ء میں تنقیدی مضامین کا ایک مجموعہ شائع ہوا۔ ۱۹۸۷ء میں یونی ورسٹی کی انتظامیہ نے شعبہ جاتی تحقیقی مجلہ کی اشاعت کے لیے وسائل مہیا کیے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی ادارت میں رسالہ "تحقیق" کا پہلا شمارہ اپریل مئی ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ جب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب متقاعد ہوئے تو وہ شعبے کے پروفیسر اور صدر مقرر ہو گئے۔ اس عہدے پر وہ ۳۰ جون ۱۹۹۳ء تک کام کرتے رہے۔ یکم جولائی ۱۹۹۳ء کو ان کے متقاعد ہونے کے بعد یونی ورسٹی کے ارباب حل و عقد نے از خود یونی ورسٹی سے ان کا تعلق بر قرار رکھا اور اعزازیہ مقرر کر کے شعبے میں انھیں پروفیسر کی حیثیت دی اور رسالہ تحقیق کا انھیں ایڈیٹر مقرر کیا۔ اس طرح شعبہ اردو سے ان کا تعلق اور رسالے کی ادارت کی مشغولیت ان کی زندگی کے آخری دن تک بدستور رہی۔

تصانیف :

نجم الاسلام مرحوم کی شائع شدہ کتابیں حسب ذیل ہیں :

"دین و ادب" (۱۹۸۹ء)، "دو آہنگ" (۱۹۹۰ء) اور "مطالعات" (۱۹۹۰ء) پہلی کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ "دو آہنگ" کوئی تین سو فارسی شعراء کے منتخب فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ ہے جسے ادارۂ اردو حیدر آباد (سندھ) نے جون ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ "مطالعات" (حیدر آباد سندھ ۱۹۹۰ء) ان کے بارہ علمی و تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جو اردو فارسی زبان و ادب کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں اور ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۹ء تک درمیانی مدت میں "نقوش"، "صحیفہ"،

Marfat.com

"اورینٹل کالج میگزین" اور "تحقیق" میں شائع ہوئے اس مجموعے کے کچھ عنوانات یہ ہیں:

(۱) تین نثری نوادر نسخہ مفرح الضحک معتدل من طب الظرافت از شاہ حاتم دہلوی زمانہ تحریر قبل از ۱۱۷۴ھ۔

(۲) دیباچہ تفسیر مرادیہ از شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی، شمالی ہند کی اولین اردو تفسیر اور دبستان دہلی کی دستیاب نثری کتابوں میں قدیم ترین۔ زمانہ تحریر ۱۱۸۵ء۔

(۳) قصہ احوال روہیلہ از سید رستم علی بجنوری سال تصنیف ۱۱۹۰ھ اردو نثر میں لکھی ہوئی کتب تواریخ میں اس سے قدیم تر کوئی کتاب اب تک معلوم نہیں ہوئی ہے۔

(۴) فورٹ ولیم کالج

(۵) فضلی کی کربل کتھا

(۶) گوہر نامہ اور اس کا مصنف

(۷) بیاض مرزا جان طپش

(۸) غالب کی لسانی تصریحات

(۹) مختصات نثر غالب

(۱۰) غرۃ الکمال کے دو قلمی نسخے

(۱۱) کلیات میر غلام حسین شائق

تحقیقی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ نجم الاسلام انگریزی، فارسی اور سندھی شاعری کے منظوم تراجم سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ فارسی شعراء کے منظوم اردو ترجموں کا ذکر اوپر گزرا، انھوں نے لیڈی ایلسا قاضی کی طویل انگریزی تحتیہ نظم کا کامیاب اردو ترجمہ کیا جسے سندھ یونی ورسٹی نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔ ان کا سندھی شاعر محمد زماں لواروی نقشبندی (متوفی ۱۱۸۸ھ) کی لبیات کا اردو ترجمہ کراچی سے ۱۹۸۱ء میں اشاعت پذیر ہوا اور لبیات شاہ کریم سندھی ادبی بورڈ جام شورو سے اکتوبر ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا، یہ شاہ کریم بلوی (متوفی ۱۰۳۲ھ) کے سندھی اشعار کا مجموعہ منظوم ترجمہ ہے اس کتاب کے ضمیمے میں قاضی قاضن (متوفی ۹۵۸ھ) کی سندھی لبیات کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔

مقالات:

ڈاکٹر نجم الاسلام کے لکھے ہوئے مقالات کی صحیح تعداد مجھے نہیں معلوم۔ ان کے مطبوعہ مقالات جو میری نظر سے گزرے، یا جن کے بارے میں مجھے اطلاع ہے یہ ہیں:

Marfat.com

ہمارا قدیم طرزِ تحقیق	۱۹۸۷ء	رسالہ تحقیق شمارہ ۱
رسمیات مقالہ نگاری	۱۹۸۷ء	شمارہ ۱
بیاض مقیم	۱۹۸۸ء	شمارہ ۲
تحقیق کی چند تعریفات	۱۹۸۸ء	شمارہ ۲
قدیم اردو کے چند نوادر	۱۹۸۹ء	شمارہ ۳
کلیات شائق	۱۹۸۹ء	شمارہ ۳
لطف اللہ مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی	۱۹۹۰ء	شمارہ ۴
مقالہ سید حسن غزنوی از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	۱۹۹۰ء	شمارہ ۴
بیاض دولت رائے سندھی	۱۹۹۱ء	تحقیق (۵) (گیارہویں، بارہویں صدی ہجری کی ایک قدیم بیاض کا تعارف)
سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطات	۱۹۹۱ء	شمارہ ۵
مکتوبات بہرائچ	۱۹۹۲ء	شمارہ ۶
سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطات (۲)	۱۹۹۲ء	شمارہ ۶
چہار درویش (فارسی)	۱۹۹۲ء	شمارہ ۶ (اس قصے کے بارے میں سر ولیم جونس کے خط کا اقتباس)
شاہ عالم ثانی کی نثر		شمارہ ۷ عجائب القصص
انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی کے مخطوطات		شمارہ ۷، ۱۹۹۳ء
دیوانِ غمگین کس غمگین کا ہے؟	۱۹۹۴_۱۹۹۵ء	شمارہ (۸_۹) ۱۹۹۳ء
مجمع الواصلین اور آٹھ رسائل طب پر مشتمل ایک قلمی مجموعہ	۱۹۹۴_۱۹۹۵ء	شمارہ (۸_۹)
دو موضح قرآن	۱۹۹۶_۱۹۹۷ء	شمارہ (۱۰_۱۱)
اقبال کا ایک مکتوب اور اس کا ماخذ	۱۹۹۶_۱۹۹۷ء	شمارہ (۱۰_۱۱)
دیوان غمگین کے تعاقب میں	۱۹۹۶_۱۹۹۷ء	شمارہ (۱۰_۱۱)

136435

Marfat.com

سئلہ ملکیت تصنیف کے بارے میں رچرڈ ایلیٹیک کی

تنقید میں کلام شہید کا مصنف کون ہے۔ ۹۷_۱۹۹۶شمارہ ۱۰_۱۱

بچھ سر العالمین کے غزالی سے انتساب ایضاً

کے بارے میں (ترجمہ)۔ ایضاً

رسالہ نوریہ کس کی تصنیف ہے (ترجمہ)؟ ایضاً

کیا کتاب السعادۃ الاسعاد ابو الحسن عامری کی تصنیف ہے (ترجمہ)؟

خیام کی اصیل رباعیاں کون سی ہیں (تلخیص و ترجمہ)۔

کچھ منسوبات کچھ تحقیق منسوبات کے بارے میں۔

کیا نعتیہ قطعہ "یا صاحب الجمال" شاہ عبد العزیز کا ہے؟

آزاد بلگرامی سے منسوب گربہ نامہ۔

شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی اور ان کی اردو تفسیر	۱۹۹۸_۱۹۹۹ء	شمارہ ۱۲_۱۳
موضح قرآن کی دو روایتیں (لسانی مطالعہ)	۱۹۹۸_۱۹۹۹ء	شمارہ ۱۲_۱۳
حکیم شریف خاں دہلوی کا ترجمہ قرآن	۱۹۹۸_۱۹۹۹ء	شمارہ ۱۲_۱۳
قاضی محمد معظم سنبھلی کی تفسیر ہندی (قلمی)	۱۹۹۸_۱۹۹۹ء	شمارہ ۱۲_۱۳

تبصرے:

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے لکھے ہوئے حسب ذیل تبصرے راقم کی نظر سے گزرے ہیں:

اردو گیت	از ڈاکٹر بیگم بسم اللہ نیاز احمد	۱۹۸۷ء تحقیق، شمارہ (۱)
پرتو تحقیق	از ڈاکٹر آصفہ زمانی	۱۹۸۷ء شمارہ (۱)
مجلہ کتاب شناسی	از اختر راہی، عارف نوشاہی، گوہر نوشاہی	۱۹۸۹ء شمارہ (۳)
دیوان فضل محمد حاتم	مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ	۱۹۹۱ء شمارہ (۵)
مجلہ سہرورد	مرتبہ سید اویس علی سہروردی	۱۹۹۱ء شمارہ (۵)
فہرست مخطوطات اردو قومی عجائب گھر پاکستان کراچی	مرتبہ ڈاکٹر ظفر اقبال	۱۹۹۱ء شمارہ (۵)

Marfat.com

فسانہ عجائب	از رجب علی بیگ سرور مرتبہ رشید حسن خاں	۱۹۹۲ء شمارہ (۶)
باغ و بہار	از میر امن دہلوی مرتبہ رشید حسن خاں	۱۹۹۲ء شمارہ (۶)
دستور زبان اردو	مؤلفہ پروفیسر محمد رضا ملک اہوازی	۱۹۹۲ء شمارہ (۶)
بیرم خاں (بزبان انگریزی)	مصنفہ سوکمار رے، کلکتہ یونی ورسٹی	۱۹۹۳ء شمارہ (۷)
حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات	مصنفہ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، کراچی	۱۹۹۳ء شمارہ (۷)
مقالات برنی	از سید حسن برنی حصہ اول، کراچی	۱۹۹۳ء شمارہ (۷)
مقالات برنی	از سید حسن برنی، حصہ دوم کراچی	
مغربی زبانوں کے ماہر علماء	از پروفیسر سید محمد سلیم، لاہور	۱۹۹۳ء شمارہ (۷)
دیوان غمگین (بصورت عکس)	پیش کردہ محسن برلاس مغربی پاکستان لاہور اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
فیضان دکن (سلاطین آصفیہ کی علمی و ادبی سرپرستی)	از پروفیسر شفقت رضوی، بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ	از ڈاکٹر وقار راشدی، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
علامہ اقبال اور میر حجاز	از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، بزم اقبال، لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
کتابیات اسلام	از عارف نوشاہی، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
اقبال اور معاصر ادبی تحریکیں	از خالد اقبال یاسر، اقبال اکادمی پاکستان	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
اردو ڈراما (فن اور منزلیں)	از سید وقار عظیم مرتبہ ڈاکٹر سید معین الرحمن، گورنمنٹ کالج لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)

Marfat.com

مجلہ غالب نامہ (دہلی) (تجزیاتی مطالعہ)	از عاصمہ اعجاز، گورنمنٹ کالج لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
چند قدیم ڈرامے (تعارف اور تجزیہ)	از سید وقار عظیم مرتبہ ڈاکٹر سید معین الرحمن، گورنمنٹ کالج، لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
فورٹ ولیم کالج (تحریک اور تاریخ)	از سید وقار عظیم، الوقار پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
اردو میں ہائیکو (مستقبل اور امکانات)	از ڈاکٹر یونس حسنی، پروفیسر ہیروجی کتاوکا، رباب پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
مجلہ اوج کا نعت نمبر	مرتبہ ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، گورنمنٹ کالج، لاہور	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
یادگار نامہ فخرالدین علی احمد (بزبان اردو)	مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر مختارالدین احمد، ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
فخرالدین علی احمد میموریل والیوم (بزبان انگریزی)	مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر اسلوب احمد انصاری، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی	۱۹۹۵ء شمارہ (۸_۹)
یادگار خطوط ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے نام	مرتبہ خالد محمود، حیدرآباد، سندھ	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰_۱۱)
فرہنگ زفان گویا (جلد دوم)	مؤلفہ بدر ابراہیم، مرتبہ ڈاکٹر نذیر احمد، خدابخش لائبریری پٹنہ	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰_۱۱)

Marfat.com

	مرتبہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی،، وقار الحسن صدیقی، رضا لائبریری رامپور	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات (ج،۲)	مصنفہ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور،	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
رضا لائبریری کی علمی وراثت	مرتبہ ڈاکٹر سید حسن عباس، رضا لائبریری، رام پور	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
مطالعہ ادبیات فارسی	از ڈاکٹر وحید قریشی اورینٹل کالج، لاہور	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
المصداق (شمارہ ۲)	مرتبہ شاہ انجم بخاری، حیدر آباد سندھ	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
اقبال اور ظفر علی خاں	از جعفر بلوچ، اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
انفاس امدادیہ	از لطیف اللہ، ادارہ نشر المعارف، کراچی	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
تحقیقی نقوش	از شفقت رضوی، بہادر یار جنگ اکیڈمی، کراچی	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
نیرنگ اندلس	از شیخ منظور الہی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور	۱۹۹۷ء شمارہ (۱۰-۱۱)
تذکرۂ خطاطین	مرتبہ محمد راشد شیخ، ادارہ علم و فن، کراچی	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲-۱۳)
تحقیقات و تاثرات (مجموعہ مقالات)	مصنفہ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی ادارہ علم و فن، کراچی	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲-۱۳)
سنٹرل ایشیا: تاریخ، سیاست اور کلچر (مجموعہ مقالات	مرتبہ ڈاکٹر ریاض الاسلام، قاضی عبد القادر، جاوید حسین،	

Marfat.com

بزبان انگریزی)	انسٹی ٹیوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز، کراچی یونی ورسٹی	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲۔۱۳)
شعلہ طور	از جگر مراد آبادی (ایک تجزیاتی مطالعہ) از ڈاکٹر احمر رفاعی، کراچی	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲۔۱۳)
رسالہ تحقیق: خصوصی اشاعت	مرتبہ پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ، جامعہ کراچی	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲۔۱۳)
ہفت گفتار درباره سنائی و عطار و عراقی (بزبان فارسی)	از ڈاکٹر محمد سلیم اختر، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی تہران	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲۔۱۳)
ذاکر صاحب کے خط (جلد سوم چہارم)	مرتبہ پروفیسر مختار الدین احمد، خدابخش لائبریری، پٹنہ	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲۔۱۳)
رام پور رضا لائبریری مونوگراف (بزبان انگریزی)	از ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی، رام پور رضا لائبریری، رامپور	۱۹۹۹ء شمارہ (۱۲۔۱۳)
یادگار نامہ قاضی عبدالودود	مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر مختار الدین احمد، پروفیسر شریف حسین قاسمی، غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی	۱۵۰ء شمارہ (۱۲۔۱۳)

اضافی یادداشتیں:

یادگار نامہ فخر الدین علی احمد کے ایک مقالے چہرہ شناسی (ڈاکٹر نیر مسعود) کے ایک مآخذ انشاے دل کشا از سید نثار علی بخاری بریلوی کے ذیل میں۔ فخر الدین علی احمد میموریل والیوم کے ایک مقالے (نوشتہ ڈاکٹر شریف حسین قاسمی) میں ایک متعارفہ کتاب "مرۃ الاحوال جہاں نما" مصنف آقا ... بہبہانی کے ... ب میں۔ بیتی کہانی مصنفہ شہر بانو بیگم کے ایک کردار مرزا ایوب بیگم کے ذیل میں۔

Marfat.com

تحقیقی مقالے جو نجم الاسلام کی نگرانی میں لکھے گئے:

اردو افسانے میں علامت نگاری	ڈاکٹر اعجاز حسین (اعجاز راہی)
اردو کے صرفی و نحوی تغیرات	ڈاکٹر نسیم آرا سعید (سعدیہ نسیم)
سندھ میں اردو کی ادبی صحافت	ڈاکٹر امین فاروق
مکاتیب اقبال کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر رحیم بخش شاہین
نواب محبت خاں محبت: احوال و آثار	ڈاکٹر فدا حسین انصاری
اردو اور سندھی میں مستعار انگریزی کے الفاظ کے ارکان ہجی کی ساخت میں تغیرات کا تقابلی مطالعہ	جاپانی اسکالر کین ساکو ماما ایم فل (شریک نگراں ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو)
اردو نعت میں جدید رجحانات	محترمہ شوکت چغتائی
اردو میں تبصرہ نگاری	سید جاوید اقبال، (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) زیر تحریر
مرزا فرحت اللہ بیگ: شخصیت اور فن	عدنان محمود صدیقی، (مقالہ برائے ایم فل)

شعبہ اردو سندھ یونی ورسٹی کی مجالس تحقیق و مذاکرے میں ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے پیش کیے جانے والے مقالے:

اردو زبان و ادب کی تاریخیں	۱۹۸۷ء
سحر البیان کا ایک قدیم قلمی نسخہ	۱۹۸۸ء
لطف اللہ مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی	۱۹۸۹ء
بیاض دولت رائے سندھی	۱۹۹۰ء
بیاض عاجز	۱۹۹۲ء
لب ۔۔ ارتخ میں سائنس کی تشریحی اصطلاحات اور تشریحات	۱۹۹۳ء
ر۔۔ ۔ن پانی پتی کی شرح انتخاب کلام سودا	۱۹۹۵ء
رسالہ ۔۔ ر کلام شہید" کا مصنف کون ہے؟	۱۹۹۵ء

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام کے خطوط بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد :

غزالی کالج

لطیف آباد۔ حیدر آباد، پاکستان

۲۷/۵/۶۶

محترم و مکرم ڈاکٹر صاحب سلام و آداب

قومی زبان کراچی کے تازہ شمارہ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اور مالک رام صاحب نے دہ مجلس فضلی کا کوئی نسخہ کیمرے سے حاصل کر کے ایڈٹ کیا ہے اور چھپوایا ہے۔

یہ کتاب پاکستان میں کہیں دستیاب نہیں، مجھے اس کو دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ دہلی کو کئی خط لکھ کر کتاب منگانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی۔ اگر آپ ایک جلد تحفتاً (جس کی اجازت ہے) اس عاجز کے پتے پر روانہ کرا سکیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ ورنہ اس قدر ضرور مطلع فرمائیں کہ نسخہ آپ کو کہاں سے دستیاب ہوا اور کیا اس پر فضلی کے نام کی صراحت موجود ہے۔ یا قیاساً اسے فضلی کی تصنیف ٹھہرا لیا گیا ہے۔

خاکسار

نجم الاسلام

یکم جون ۱۹۸۷ء

مکرم و محترم جناب ڈاکٹر صاحب! سلام و آداب، عید مبارک

گرامی نامہ مورخہ ۵ مئی موصول ہوا۔ ممنون ہوں کہ خط لکھ کر آپ نے عزت افزائی فرمائی۔ آپ یہاں تشریف لائے۔ افسوس کہ میں شرف نیاز حاصل نہ کر سکا جس کی ایک مدت سے تمنا ہے۔

آپ کی بلند پایہ اور مفید علمی خدمات سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔ مجھے بھی گلشن ہند حیدری پر آپ کے ایک حاشیے نے دسمبر ۱۹۸۰ء میں خدا بخش لائبریری پٹنہ پہنچایا اور اس واسطے سے قاضی عبدالودود کی خدمت میں بھی۔

یہاں میرا تعلق سندھ یونی ورسٹی سے ہے جس کے شعبہ اردو کی کلاس صبح کے اوقات میں نیو کیمپس جام شورو اور شام کی کلاسیں اولڈ کیمپس حیدر آباد میں ہوتی ہیں، ملاقات ان ہی دونوں جگہ ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

خوش خبری جس کا ذکر آپ کے خط میں ہے، میرے علم میں نہیں تھی، ویسے آپ کا ذریعہ اطلاع معتبر ہے۔ مل رہے گی، اگر خدا نے چاہا۔ تاہم، آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس حوالے سے آپ نے خط تحریر فرمایا اور کلماتِ خیر سے نوازا۔

مجموعہ مضامین ابھی نہیں چھپا۔ شعبے کا مجلہ حال ہی میں چھپا ہے، اس کا ایک نسخہ رجسٹری ڈاک سے ارسال ہے۔

سید حمید الدین بہاری پر آپ کا مضمون دیکھنا چاہتا ہوں، رسالہ ندیم (گیا) تو یہاں دستیاب نہیں۔ ازراہِ کرم عکسی نقل عنایت فرمایئے۔ جب بھی موقع ہو۔

محترمی ڈاکٹر ہاشمی صاحب! جواباً سلام لکھواتے ہیں، خیر و عافیت ہیں اور مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب بھی۔

آپ کا مخلص

نجم الاسلام

۲۰۰۱/۰۱/۱۰

محترم ڈاکٹر صاحب! سلام و آداب

آف پرنٹ تیار ہو کر آگئے، بھیجے جانے کے لیے تیار ہیں اور محصول ڈاک کی رقم کی سہولت بھی مل گئی ہے، عنقریب رجسٹرڈ بک پوسٹ سے آپ کو اور ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو بھیجے جائیں گے، اور شمارۂ مشترکہ ۱۳۔ ۱۲ کے مزید کچھ نسخے بھی۔ اسی طرح ہندوستان کے دیگر فضلاء کو رسالے کا تازہ شمارہ بھی۔

یہاں پاکستان میں جن احباب کو آف پرنٹ بھجوانا چاہیں ان کی فہرست پتوں کے ساتھ مہیا فرمادیں۔ فی الحال تیس میں سے ۱۵ آف پرنٹ آپ کو بھجوانے کا ارادہ ہے (دو پیکٹوں میں) باقی آپ کی مہیا کردہ فہرست کے مطابق یہاں تقسیم کیے جاسکتے ہیں، یا پھر آئندہ کسی وقت آپ کی خدمت میں ارسال کیے جاسکتے ہیں۔ علمی مکتوبات کے آف پرنٹ میری خواہش کے مطابق ہیڈ بائنڈر نے ہارڈ کور کے ساتھ مجلد کرائے ہیں جس سے ایک جداگانہ کتاب کی شکل نکل آتی ہے۔

اس خط کے ساتھ آپ کے دو مقالات کے سیکنڈ پروف بھیجتا ہوں۔ ازراہِ کرم ان کے لیے کچھ وقت نکالیے اور جوش کے رسالہ قافیہ کے متن کا عکس بھی عنایت فرمادیجیے جس کا ذکر آپ نے

Marfat.com

اپنے ۱۰ نومبر والے اریوگرام میں کیا تھا۔

اس اریوگرام میں یہ اطلاع بھی تھی کہ ایک رجسٹرڈ پیکٹ میں آپ نے سید زین الدین بلخی پر اپنے مضمون کے آف پرنٹ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے روانہ کیے ہیں، ایک میرے لیے دوسرا مشفق خواجہ صاحب کے لیے ۰۰۰ یہ پیکٹ اب تک نہیں ملا۔ ظاہر اضائع ہوا، اور اس پر لگے ہوئے ٹکٹ بھی۔ اب کیا ملے گا؟

میرے علم میں نہیں کہ غالب لائبریری کا رسالہ غالب حال میں چھپا ہے یا چھپنے والا ہے۔ اب تو رسالہ اردو کراچی بھی دیکھنے میں نہیں آتا، شاید اشاعت موقوف ہے۔ البتہ قومی زبان پابندی سے چھپتا ہے۔ اس کی ستمبر ۲۰۰۰ء والی اشاعت میں آپ کا مقالہ "دو بلخی برادران" چھپا تھا، متعلقہ اوراق کا عکس آپ کی خواہش کے مطابق بھیجتا ہوں۔

ابھی یہ خط پوسٹ نہیں ہوا تھا کہ آج کی ڈاک سے آپ کا لفافہ مرسلہ ۴ جنوری ملا جس میں سے میرے ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب اور جناب مختار مسعود صاحب کے نام کے مکتوبات کے علاوہ تین پوسٹ کارڈ بھی نکلے۔ میرے نام کے مکتوب (مورخہ یکم جنوری) میں آپ نے بہت دنوں سے خط نہ لکھنے کی وجہ دریافت کی ہے اور خیریت پوچھی ہے۔ شکریہ، پچھلے دنوں مجھے سانس پھولنے اور دل بڑھ جانے کی تکلیف رہی۔ اب تو دل اپنی سابقہ حالت پر آگیا ہے لیکن سانس کے پھولنے کی تکلیف پوری طرح نہیں گئی۔ دعائے صحت کی درخواست ہے۔

خدا بخش لائبریری کو یہاں سے دو نسخے رسالہ "تحقیق" کے تازہ شمارے کے ۷ دسمبر کو بھیجے گئے تھے، شاید اب تک پیکٹ مل چکا ہو۔ اسی طرح رسالہ معارف اعظم گڑھ کو رسالہ بھیجا ہے۔ اب مزید حضرات اور اداروں کو بھی بھیجا جائے گا۔

محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کی خدمت گرامی میں میرا اسلام پہنچا کر مجھے ممنون کیجیے اور زیر ترتیب شمارے کے لیے کوئی مقالہ بھجوا کر شکریے کا موقع دیجیے۔ اگر وہ دیوانِ وقاری ایڈٹ کر چکے ہوں اور مسودہ طباعت کے لیے تیار ہو تو بجھوائیں۔ سندھی ادبی بورڈ جام شورو چھاپ دے گا، بصورتِ دیگر ہم رسالہ "تحقیق" میں چھاپ دیں گے یا سندھ یونی ورسٹی چھاپے گی یہ والی سندھ بہ زبان اکبر و جہانگیر کا فارسی دیوان ہے۔

نیاز مند

نجم الاسلام

Marfat.com

۲۵/۰۱/۲۰۰۱

خدمت فاضل گرامی ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب، علی گڑھ

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب

لفافہ مرسلہ ۱۳ جنوری کو موصول ہوا۔ ملفوف پوسٹ کارڈ (بنام ڈاکٹر ہاشمی) اور خط (بنام محمد راشد شیخ) پوسٹ کر دیے گئے۔

اس خط سے معلوم ہوا کہ آپ کے تنہا نسخے پر پڑھنے والوں میں گشت کا بوجھ زیادہ پڑ رہا ہے مجھے احساس ہے، ۲۴ جنوری کو یہاں سے تحقیق شمارہ ۱۲۔۱۳ کے پانچ نسخے رجسٹرڈ بک پوسٹ سے بھیجے گئے ہیں۔ مزید پانچ عنقریب پوسٹ کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

قبلاً، ایک رجسٹرڈ لفافہ بھی ارسال کر چکا ہوں۔ اس میں میرے خط کے علاوہ آپ کے دو مقالات کے سیکنڈ پروف بھی ملفوف ہیں۔ دیکھنے کے بعد واپس فرما دیجیے اور رسالہ قافیہ کے متن کی عکسی نقل بھی۔

محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کی خدمت گرامی میں سلام پیش کرتا ہوں۔ ان کی طرف سے دونوں مقالات کا انتظار رہے گا جس کا ذکر آپ نے ۱۳ جنوری والے مکتوب میں کیا ہے مزید یہ کہ دیوانِ وقاری (دیوان فارسی غازی بیگ ترخان، والی سندھ و قندھار بزمان جہانگیر) کے مسودے کا بھی انتظار ہے۔ یہاں سے انھیں آف پرنٹس کا ایک پیکٹ وسط جنوری میں رجسٹری ڈاک سے بھیجا ہے۔

محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کی خدمت میں ہفتے عشرے قبل حاضری دی تھی کمزور تو ہیں ہی، پھر لوگوں کا ہجوم، تاہم ایک عالم کو فیض پہنچ رہا ہے۔

خط میں آپ نے جن مکتوبات اختر کا ذکر کیا ہے، غالباً خوشتر مانگرولی کے نام ہیں جو مطبوعہ ہیں۔ یہ ہم دوبارہ نہ چھاپ سکیں گے۔ البتہ کسی اور رسالے میں چھپوائے جا سکتے ہیں، اگر آپ حواشی لکھ چکے ہوں تو کسی اور رسالے میں اشاعت کے لیے بھجوا دیں، ہم شائع کرا دیں گے۔

مکتوب کا آخری پیرا سردی کے موسم پر آپ کا عمدہ انشائیہ ہے، اس کو چھپنا چاہیے، سو چھاپیں گے، اگلے شمارے میں لیزر کمپوزنگ میں ہے۔

نیاز مند

نجم الاسلام

(بہ شکریہ قومی زبان، کراچی)

Marfat.com

ڈاکٹرالیاس عشقی

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے چند ملاقاتیں

اب یاد نہیں پڑتا کہ نجم الاسلام صاحب سے میری ملاقات کب، کیسے اور کہاں ہوئی تھی، ان غالب ہے کہ ان کی حیدر آباد آمد کے بعد استاد اختر انصاری اکبر آبادی کے ہاں ان کی ادبی نشستوں ں ملاقات ہوئی ہوگی جہاں وہ کبھی کبھی آجایا کرتے تھے۔ وہ کم گو تھے مگر کسی ادبی موضوع پر بات رتی تو اس میں بقدر ضرورت حصہ لیتے، لیے دیے رہنے کے باوجود خلیق اور منکسر المزاج تھے۔ مجھ سے اس لیے گفتگو کر لیتے تھے کہ میں کوئی بات چھیڑ دیتا تھا تو وہ اپنی نپی تلی رائے کا اظہار کم سے کم لفاظ میں کرتے اور کوشش کر کے اپنی گفتگو کو مختصر رکھتے۔ میں کم گو آدمیوں سے گھبراتا ہوں مگر ان یں کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ دو ایک ملاقاتوں کے بعد مجھے ان سے گھبراہٹ نہ ہوتی تھی۔ ان کا رجحان نثر کی طرف زیادہ تھا اور وہ بھی اس زمانے میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ چند موضوعات تک محدود ہے وہ مجھے تحقیق کے آدمی لگتے تھے اور یہ میری دلچسپی کا موضوع نہیں ہے۔ اتفاق سے مجھے چند بڑے محققین کی خدمت میں بیٹھنے کا موقع ملا جن میں مرحوم شیرانی صاحب، ڈاکٹر محمد شفیع اور اورینٹل کالج لاہور کے مرحوم ڈاکٹر محمد اقبال اور قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی جیسے بزرگ شامل تھے۔ اس کے بعد پھر کوئی محقق نظر میں کم ہی جچتا تھا۔ ان کے بعد والے لوگوں میں سلیمان ندوی، ڈاکٹر نذیر احمد اور ہمارے استاد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے بعد تو پھر کسی اور کی تحقیق کی طرف نظر جاتی ہی نہ تھی۔ اس لیے میری نجم الاسلام صاحب سے چھیڑ چھاڑ محض اس لیے تھی کہ شاید وہ مجھ سے کھل کر گفتگو کرنے لگیں مگر مجھے اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی اتنا ضرور ہوا کہ وہ مجھ سے بلا جھجک گفتگو کرنے لگے تھے۔

وہ حیدر آباد میں پہلے کسی ہائی اسکول میں اور اس کے بعد اسی ادارے کے کالج میں ملازم ہو گئے۔ حیدر آباد ایک ایسی جگہ تھی جہاں لوگوں کو اپنی تعلیمی استعداد بڑھانے کے مواقع حاصل

Marfat.com

ہو جاتے تھے۔ ایک دن مجھے نجم الاسلام صاحب سے معلوم ہوا کہ وہ اردو میں پی ایچ ڈی کرنے کا ا
رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب سے مل چکے ہیں۔ بڑے محنتی آدمی تھ
پہلے انھوں نے مذہبی مخطوطات پر کچھ کام کیا جو بعد میں چھپ بھی گیا۔ یہ ان کی ایک قسم کی مشق
جس سے وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ پی ایچ ڈی کا مقالہ جس طرح چاہتے ہیں یا جس طرح ان کے گا
چاہتے ہیں لکھ سکیں گے یا نہیں؟ یہ ان کی احتیاط تھی ورنہ اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں تھی کہ
کوئی بھی تحقیق کا مقالہ خاطر خواہ معیار پر لکھ سکتے تھے۔ انھوں نے پی۔ ایچ۔ ڈی آسانی سے کر لیا اور ا
کا آنا بانا شعبہ اردو میں شروع ہو گیا۔ کچھ ہی دنوں میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے اردو شع
میں جگہ دے دی اور وہ ایک صحیح جگہ پہنچ گئے۔ میں چوں کہ اپنے فرائض منصبی کی ضرورتوں کے
اعتبار سے یونی ورسٹی میں کافی وقت گزارتا تھا اور اکثر شعبہ اردو میں کچھ دیر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خا
صاحب کی خدمت میں بیٹھنے کے بعد ڈاکٹر خان رشید صاحب سے کافی ملاقات رہتی تھی اب ان
ملاقاتوں میں ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب بھی شریک ہونے لگے وہ ایک محنتی اور اچھے استاد تھے اور ا
فرائض منصبی کو خاطر خواہ طریقے پر انجام دیتے تھے اور ان کے طالب علم ان سے مطمئن ہی نہ
بلکہ ان کی عزت بھی کرتے تھے۔

بدقسمتی سے اردو کے اکثر شعبوں سے متعلق میری رائے کچھ اچھی نہ تھی اس لیے کہ
ادب میں نے کچھ بہت اچھے اساتذہ سے پڑھا تھا جو پاکستان کے حصے میں بہت کم آئے تھے وہ اپنے دو
کے اخیر بڑے اساتذہ تھے جو ادب کو ساری زندگی کا ترجمان سمجھتے تھے اس لیے ان کا طریقہ تدریس
صرف اردو فارسی تک محدود نہ تھا وہ انگریزی ادب کو اس لیے ضروری سمجھتے تھے کہ وہ یورپ کی کئ
زبانوں کے ادب سے روشناس کراتی تھی اور فارسی اور عربی کی طرح وہ ہندی زبان کی ضروری تعلیم ک
بھی اردو زبان و ادب کے لیے لازمی سمجھتے تھے آج بھی مجھے نہیں معلوم کہ کراچی اور لاہور کے چن
اساتذہ کے علاوہ کسی اور یونی ورسٹی کے شعبہ ہائے اردو میں تدریس ادب کا ایسا سلسلہ موجود ہے
نہیں؟ حیدرآباد کے شعبہ اردو میں بھی یہی صورتِ حال تھی اور اب بھی ہے لیکن اس زمانے میں ڈاکٹر
محمد احسن فاروقی اور پروفیسر جمیل واسطی جیسے لوگ انگریزی ادب کے شعبوں میں موجود تھے۔ جن
سے ذہین طلباء جو ادب کو دورِ حاضر کی ضروریات کے مطابق پڑھنا چاہتے تھے، ان کے لیے ان اساتذ
سے براہِ راست فیض حاصل کرنا ممکن تھا۔ لیکن ایسے چند ہی طلباء ہوں گے۔ اس زمانے میں بعض
ادبی انجمنیں بھی ایسی تھیں جو جدید ادبی موضوعات پر عالمی ادب کے تناظر میں مباحثے اور سیمینار

Marfat.com

منعقد کرتی تھیں، جن سے طلباء کو بھی استفادے کے مواقع مل جاتے تھے پھر یک سر حیدر آباد کی ادبی فضا بدل گئی، یونی ورسٹی میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔ طالب علموں نے اساتذہ کی عزت کرنا چھوڑ دی اور ان کی دلچسپیاں تعلیم سے زیادہ سیاست کی جانب مڑ گئیں۔ لیکن شعبہ اردو ان آفتوں سے بڑی حد تک محفوظ رہا اس کی وجہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کی شخصیت، اور طلباء سے ان کی شفقت تھی۔ اب ڈاکٹر صاحب نے ایک دوسری جانب اپنی توجہ کو مبذول کیا اور انھوں نے اپنے ذہین طالب علموں کو تحقیق کی طرف متوجہ کیا اور دو تین سال میں ان کے تین چار شاگردوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی جب ایسے لوگوں کی تعداد شعبہ اردو میں بڑھی تو یونی ورسٹی نے پی ایچ ڈی سے قبل ایم۔ فل کی قید لگا دی۔ اب ڈاکٹر صاحب نے شعبہ اردو کے ایم۔ اے فائنل کے امتحان میں ذہین طلباء کے لیے کسی خاص موضوع پر مقالے کو ضروری قرار دیا۔ گویا ایم فل کی تیاری تھی، اس سے انھیں طالب علم کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا تھا اور طالب علموں میں اپنے آئندہ امتحان کے لیے اعتماد پیدا ہو جاتا تھا ڈاکٹر صاحب کی اس تدریسی اور تحقیقی مہم میں ڈاکٹر خان رشید نے اس کے اوائلی دور میں ڈاکٹر صاحب کی بڑی مدد کی لیکن جلد ہی ان کا انتقال ہو گیا اور ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے اس جگہ کو پر کیا اور ڈاکٹر صاحب سے جتنا استفادہ کر سکتے تھے کیا جو ڈاکٹر صاحب کے دو تین توسیعات کے بعد ریٹائرمنٹ اور پروفیسر ایمرطیس بن جانے کے بعد ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی سرکردگی میں شعبہ اردو نے ایک پالیسی کے طور پر اس روش کو اختیار کیا اور اس طرح ایک شعبہ اردو نے اتنے ایم۔ فل اور اتنے پی۔ ایچ۔ ڈی پیدا کیے کہ سندھ یونی ورسٹی کے دوسرے تمام شعبوں نے مل کر بھی نہ کیے ہوں گے۔ لیکن اس سے ادب کے شعبے کو جو نقصان پہنچا اس کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ ادب صرف تحقیق ہی کا نام نہیں ہے، اس شعبے کے اساتذہ نے ادب کو اس کے اصل تناظر میں دیکھنا، حاصل کرنا اور پڑھانا یک سر ضروری نہ سمجھا۔ اس لیے میرے خیال میں اردو ادب کا بہترین طالب علم بھی ادب سے پوری طرح واقفیت حاصل نہ کر سکا۔ میرا مقصد یہ کہنے سے صرف اتنا ہے کہ ادب کو اس کی انتہائی سطحیت میں اردو اور اس سے کم فارسی ادب تک محدود سمجھا جانے لگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں جو لوگ ادب کی انتہائی ڈگری ایم۔ اے یا پی ایچ۔ ڈی حاصل کر کے نکلتے ہیں وہ ادب کی حقیقی وسعتوں، اس کی گیرائی اور گہرائی اور اس سے حاصل کی ہوئی دانش سے یک سر محروم نظر آتے ہیں۔ یہ میری اپنی ذاتی رائے ہے اور اس پر میں مصر بھی نہیں ہوں اور میرے نزدیک یہ ایک حقیقت ہے کہ جب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب اور ڈاکٹر

Marfat.com

رضی الدین صدیقی صاحب نے زبردستی میرا انرول منٹ پی۔ایچ۔ڈی میں کرادیا اور مجھ سے کہا کہ چند موضوع ایسے بتاؤں کہ جن میں سے ایک کو میرے پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے کے لیے منظور کرلیا جائے تو میں نے جو موضوع بتایا وہ اردو شاعری پر مغرب کے اثرات تھا۔اس طریقے سے میں یہ چاہتا تھا کہ دوسرے لوگ بھی شاید اسی قسم کے موضوعات اختیار کرنے لگیں جو اردو ادب کی محدود تحقیقات سے ایک قدم آگے ہوں۔کچھ عرصے کے بعد میں نے تحقیق کا خیال چھوڑدیا۔ایسی صورت حال میں استاد محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی مشفقانہ تہدید نے مجھے پھر اس مقالے کی تکمیل کے لیے آمادہ کرلیا۔ڈاکٹر صاحب نے ایک دن مجھ سے کہا کہ اگر تم کام کرنا نہیں چاہتے تو جتنا کام تم کرچکے ہو اور مجھے دکھاچکے ہو،اس کو نقل کرکے پیش کردو، میرے نزدیک پی۔ایچ۔ڈی کے لیے وہ کافی ہے،میں یہ چاہتا تھا کہ تم اس کام کو آگے بڑھاؤ اور جو بلیو پرنٹ تم نے دیا ہے اسے تم مکمل کرلو لیکن اگر تم اس کے لیے تیار نہیں ہو تو میرے نزدیک جو کام تم کرچکے ہو اسے ضائع نہیں ہونا چاہیے۔

میرے پی۔ایچ۔ڈی کے اس انرول منٹ کے بعد سے استادِ محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے اس ارشاد تک ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب ہمیشہ مجھے اپنے کام کی تکمیل کے لیے راغب کرنے کی کوشش کرتے رہے۔لیکن جب استادِ محترم نے میرے نامکمل کام کو پی۔ایچ۔ڈی کے لیے مناسب خیال کیا تو بڑی شفقت سے مجھے تحقیق کے کام پر لگادیا۔میں نے وعدہ کیا کہ میں اپنا مقالہ مکمل کرلوں گا اور خاطر خواہ حد تک نہ سہی لیکن کسی نہ کسی طرح میں نے اپنے مقالے کو منصوبہ بندی کے مطابق مکمل کرلیا۔میرے ایک دوست نے اسے نقل کیا۔ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اب تم وائس چانسلر کے نام ایک لیٹر لکھو اور اس مقالے کی تجدید کی اجازت چاہو،میں اسے وائس چانسلر کو اپنے ریمارکس کے ساتھ بھیج دوں گا،وائس چانسلر صاحب تمھارے دوست ہیں اور تمھیں کھڑے کھڑے تجدید مقالہ کی اجازت دلوادیں گے۔میں شیخ ایاز صاحب کے پاس گیا اور انھوں نے پرانے کاغذات پیش کرنے کی ہدایت کی تو معلوم ہوا کہ میرے پی۔ایچ۔ڈی کے سلسلے میں کوئی فائل ہی موجود نہیں ہے وہ شعبہ متعلقہ کی کارگزاری پر بہت ناراض ہوئے اور انھوں نے یہ کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ ان کو پی۔ایچ۔ڈی کی اجازت دی گئی تھی اور فوراً اس کی تجدید کا حکم نامہ تیار کرکے میرے سامنے پیش کیا جائے اس طرح انھوں نے تجدید کی اجازت دے دی اور ڈاکٹر صاحب نے ممتحنوں میں خاص طور سے ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کو مقرر کیا اور مجھے کچھ دنوں میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری مل گئی۔میں ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی اس مستقل مزاجی کو کبھی فراموش نہیں کرسکوں گا کہ انھوں نے کوئی لمحہ

Marfat.com

ایسا فروگزاشت نہیں کیا جب انھوں نے اپنے پی۔ ایچ۔ڈی کے مقالے کو مکمل کرنے کے لیے مجھے آمادہ کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ حالاں کہ ان کی اس کوشش میں، میری طرف سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوتا تھا، اس لیے کہ میں نے پی۔ ایچ۔ڈی کے مقالے کو مکمل کرنے کا ارادہ ہی ترک کر لیا تھا۔ لیکن آج میں سوچتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے کہ استادِ محترم ڈاکٹر رضی الدین صاحب کی ناخوشنودی کے مقابلے میں ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی مسلسل یاددہانیوں کو میرے پی۔ ایچ۔ڈی کے مقالے کی تکمیل میں کوئی کم اہمیت حاصل نہیں ہے۔

میری ڈاکٹر نجم الاسلام سے قربت کا ایک نیا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب انھوں نے شعبہ اردو سے ایک رسالہ "تحقیق" کے عنوان سے جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اب میں ان کی خدمت میں خاصا گستاخ ہو چکا تھا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے یہ فیصلہ سنا رہے ہیں یا مجھے اس قابل سمجھ رہے ہیں کہ آپ کو اس بارے میں کچھ رائے دے سکوں تو انھوں نے فرمایا کہ دونوں باتیں سمجھ لیجیے تو میں نے اپنی عادت کے مطابق ان سے یہ کہا کہ آپ "تحقیق" کو چھوڑیے اور جو رسالہ نکالیں وہ تخلیق سے متعلق ہونا چاہیے اور اگر آپ اسے تحقیق سے قریب رکھنا چاہتے ہیں تو اس کا نام تنقید رکھ دیجیے بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ تحقیق ذہین سے ذہین طالب علم کو ٹھس بنا دیتی ہے۔ اور تخلیق و تنقید کے دروازے اس پر بند کر دیتی ہے تو وہ حسبِ عادت زیرِ لب مسکرائے اور انھوں نے میرا منہ بند کرنے کے لیے فرمایا کہ اس بات پر غور کیا جاسکتا تھا لیکن اب تو میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی منظوری لے چکا ہوں اور اس کے خلاف ان سے گفتگو کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتا۔ میں خاموش ہو گیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ڈاکٹر صاحب اردو کے مذہبی ادب کے متعلق اپنا ایک مفصل مقالہ کتابی صورت میں چھپوا چکے تھے اور انھوں نے سندھی کے ایک مشہور شاعر اور بزرگ لواری والے خواجہ محمد زمان کے ابیات کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا تھا اور منتخب فارسی اشعار کا اردو میں منظوم ترجمہ دو آہنگ کے عنوان سے شائع کیا تھا۔ یہ دونوں کتابیں انھوں نے مجھے مرحمت فرمائی تھیں۔ کچھ دنوں کے بعد انھوں نے شاہ عبداللطیف بھٹائی" کے بزرگ بلڑی والے شاہ کریم کے سندھی ابیات کا منظوم ترجمہ کیا اور وہ شائع ہوا تو وہ بھی انھوں نے مجھے مرحمت کیا اور یہ کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کتابوں پر تبصرہ کر دیں۔ میں نے وعدہ کر لیا اور تینوں کتابوں پر تبصرہ کر کے ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ترجموں کے محاسن کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، اس کو دہرانے کی ضرورت تو

Marfat.com

نہیں ہے البتہ چند باتیں ایسی تھیں جن کو میں یہاں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ ترجمے اور اس سے متعلقہ دوسری خصوصیات سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً میں نے لکھا تھا کہ شاہ لطیف اور ان بزرگوں کی شاعری ابیات کی صورت میں ہے، اور اگر اردو میں انھیں ابیات کی بحر اور ابیات کے اسلوب میں اردو نظم میں پیش نہ کیا جائے تو اس میں کوئی اثر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال میں نے اس وقت کے شاہ عبداللطیفؒ کے کلام کے اردو منظوم ترجموں کو مثال میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے اکثر ترجمے بہ ظاہر ٹھیک معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں اصل کی تاثیر مفقود ہے۔ میں نے خود شاہ عبداللطیفؒ کے بعض ابیات کا اردو ابیات میں ترجمہ کیا ہے تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ سندھی شعراء کے ابیات کا ترجمہ اگر اردو ابیات میں نہ ہوگا تو اس میں کوئی تاثیر پیدا نہ ہوگی۔ اس کی وجہ ایک تو ابیات کا مخصوص وزن ہے اور دوسرے اس کا وہ اسلوب ہے جو اصل کے بحر اور وزن سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے اگر کوئی شاعر خواجہ محمد زمان اور شاہ عبدالکریم کے سندھی ابیات کا ترجمہ اردو ابیات میں کرے گا تو وہ مقابلتہً زیادہ کام یاب ہوگا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ نجم الاسلام صاحب کے ترجمے اصل کے قریب ترین ترجمے ہونے کے باوجود ذاتی طور پر مجھے بہت کام یاب ترجمے معلوم نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ جو دوسری بات میں نے کہی تھی وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے خواجہ محمد زمان اور بلڑی والے شاہ عبدالکریم کے تین مصرعوں کے ابیات کو مثلث کہا تھا جو میرے نزدیک نہ صرف یہ کہ درست نہیں تھا بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مترجم کے ذہن میں اردو نظم میں تین مصرعوں کی اصناف کا تصور واضح نہیں ہے جب میں نے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے یہ کہا کہ آپ تین مصرعوں کے ابیات کو مثلث کیسے کہہ سکتے ہیں تو انھوں نے ایک عجیب استدلال پیش کیا فرمانے لگے کہ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کی بیوہ نے تین مصرعے کی نظم کو مثلث ہی کہا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ اگر غلط بات مسعود حسن رضوی ادیب بھی کہیں تو اس کو بھی نہیں مانا جا سکتا اور آپ ان کی بیگم کی سند پیش کر رہے ہیں، جن کا ادب میں کوئی مقام نہیں ہے تو میں نے محسوس کیا کہ انھیں میری یہ بات پسند نہیں آئی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ کبیدہ خاطر ہوں تو میں نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ عالم و فاضل ہیں، استاد ہیں۔ ادبی مسائل کو شاید مجھ سے بہتر سمجھتے ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ شاید آپ نے اس موضوع پر غور نہیں کیا کہ اردو شاعری میں تین تین مصرعے کی کئی اصناف موجود ہیں ان میں سے چند ایسی ہیں جو دوسری زبانوں کی شاعری سے مستعار لی گئی ہیں۔ بیت کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن یہ ایک ایسی صنف ہے جس کے لیے رباعی کی

Marfat.com

رح وزن کی بھی قید ہے ایک اور صنف ہے جس کو ماہیا کہتے ہیں جو پنجابی شاعری سے مستعار ہے یہ
ی تین مصرعوں کی صنف ہے اس کا بھی ایک مخصوص وزن ہے۔ اس کے علاوہ اس کا درمیانی
مرعہ پہلے اور تیسرے مصرع کے مقابلے میں تھوڑا سا طویل ہوتا ہے۔ اس میں پہلے اور تیسرے
مرع میں قافیہ ہوتا ہے۔ یہ ایک لوک گیتوں کی موسیقی کی صنف بھی ہے۔ اور موسیقی کی ایک
قبول صنف ہے۔ ایک اور صنف جواب اردو میں عام ہوتی جارہی ہے وہ جاپانی شاعری کی ہائیکو ہے جو
مصرعوں کی ایک خاص ترتیب رکھتی ہے۔ جس کو ہم الف ب الف کہہ سکتے ہیں۔ یعنی پہلے اور
تیسرے مصرعے کا قافیہ ایک ہو اور درمیان کا مصرع آزاد ہو۔

بعض شعراء دوسرے مصرع میں ایک یا دو رکن بڑھا بھی دیتے ہیں۔ تین مصرعوں کی
یک اور صنف ہے جس کے متعلق تفصیلی گفتگو بہ وجوہ یہاں نہیں کی جاتی اور جس کے متعلق ڈاکٹر
نجم الاسلام صاحب نے کافی گفتگو کی اور جس کو سمجھنے کی کوشش کے باوجود انھوں نے سند چاہی تو میں
نے ان کی خدمت میں ایک کتاب پیش کردی تو وہ مطمئن ہوگئے اور انھوں نے مجھ سے اجازت چاہی
کہ اس کتاب کی فوٹو کاپی اپنے پاس رکھ لیں۔ مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں نے مثلث کے
سلسلے میں ایک بار پھر بڑی جسارت کر کے گفتگو کا آغاز کیا اور اپنے اس شبہے کا اظہار کیا کہ شاید انھوں
نے مثلث پر بہ حیثیت صنف غور نہیں کیا ہے اور میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں
تو اصناف کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں عام طور پر پائی جاتی ہیں، ان کے متعلق کچھ عرض کروں، میں
نے محسوس کیا کہ وہ میری اس جسارت پر کسی حد تک کبیدہ خاطر ہوئے مگر بہت مہذب اور نرم
مزاج انسان تھے، انھوں نے فرمایا کہ آپ کہیں، میں پوری توجہ سے سن رہا ہوں، مجھے ایک استاد کے
سامنے ایک نہایت معمولی موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے کسی حد تک شرمندگی بھی تھی مگر میں
نے عرض کیا کہ حضرت یہ اصناف کا سلسلہ ہمارے یہاں عربی سے فارسی میں ہوتا ہوا آیا ہے اور
ایرانی اساتذہ نے موجودہ دور کے مزاج کے مطابق اور عربی زبان کی خصوصیات کے مد نظر یہ بیان
کیا ہے کہ ہماری اصناف دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ شاعری کی سب سے مختصر صنف مصرع ہے اور
صرف مکمل مصرع بہت کم شعراء نے کہے ہیں۔ دو مصرعوں کی صنف مثنوی ہے جو کسی ایک بحر
میں دونوں مصرعوں میں قافیہ کی قید سے مصرعوں کی تعداد میں بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس
میں طویل قصے بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ اس میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ دو مصرعوں کی ایک
اور صنف ہے جس کو دوہا کہتے ہیں۔ جو پنگل یعنی ہندوستانی عروض کے وزن کے مطابق ہوتی ہے۔

Marfat.com

کچھ عرصے سے جمیل الدین عالی صاحب نے ایک دوسری بحر میں دوہے لکھے ہیں جس پر کافی عـ
ہو چکی ہے۔ میری گذارش یہ تھی کہ نہ ایک صنف کے دو نام ہو سکتے ہیں اور نہ دو صنفوں کا ایک نا
ہو سکتا ہے۔ اگر اصناف علیحدہ ہیں تو ان کے نام بھی علیحدہ ہونے چاہییں۔ عالی جی نے اپنے دوہوں کو
عالی چال کہا ہے، جس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس سلسلے میں پہلے میرا یہ خیال تھا کہ عالی جی
کے دوہوں کو دوھروں کا نام دیا جا سکتا ہے جو دوہے کا ہی ایک قدیم نام تھا جو اب مستعمل نہیں ہے۔
یہی صنف دوھرا سندھی شاعری میں ان کے اپنے لہجے اور زبان کے مطابق "ڈوہیڑو" کہلاتا ہے۔
لیکن اب میں نے اس میں تھوڑی سی ترمیم کر لی ہے اور میں اسے "عالی چھند" کہنا پسند کرتا ہوں اور
چھند کے معنی پنگل کے مطابق بحر یا وزن کے ہیں۔ باقی جو اصناف ہیں، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ
ایرانی اساتذہ قواعد نے ان کی تشریح اس طرح کی ہے کہ ایک عام عنوان اصناف کا مقرر کیا ہے جس
کو وہ مسمط کہتے ہیں۔ جس کے معنی ایک سے زیادہ مصرعوں کے بندوں (Stanzas) کا سلسلہ ہے۔
اس میں پہلی صنف مثلث ہے، جو تین مصرعوں کی ہے۔ چار مصرعوں کی صنف کو مربع کہتے ہیں۔
پانچ مصرعوں کی صنف کو مخمس اور چھ مصرعوں کی صنف کو مسدس کہتے ہیں۔ یہ سب مسمط کی
قسمیں ہیں۔ ان اصناف کے بندوں میں چھ سے زیادہ مصرعے بھی ہو سکتے ہیں، یہاں تک کہ لوگوں
نے معشر یعنی دس مصرعوں کی اصناف تک کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس سلسلے کو مختصر کرنے کے لیے دو
اور صنفیں مقرر کی گئی ہیں، جن میں سے ایک کو ترکیب بند کہتے ہیں اور دوسری کو ترجیع بند کہتے ہیں
جن میں مذکورۂ بالا اصناف کی طرح قافیہ دو تین چار پانچ چھ یا اس سے زیادہ مصرعوں میں آتا ہے۔
اور اخیر کا شعر مختلف ردیف و قافیے میں ہوتا ہے، جس کو ٹیپ کا مصرع کہتے ہیں۔ اور ترجیع بند میں
ٹیپ کا شعر ہر بند میں دوہرایا جاتا ہے۔ میں نے اس طولِ کلام کی معذرت چاہتے ہوئے ڈاکٹر نجم
الاسلام صاحب سے دریافت کیا کہ کیا میں اب آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں جو کچھ میں نے
عرض کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سلسلہ اصناف میں دو مصرعوں کی صنف میں غزل اور
قصیدہ بھی شمار کی جا سکتی ہے، جن میں اور اصناف کی طرح مطلع اور مقطع بھی ہو سکتا ہے۔ میرا آپ
سے سوال یہ ہے کہ کیا آپ غزل کے ایک شعر کو غزل اور قصیدے کے ایک شعر کو قصیدہ کہہ سکتے
ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے ان سے کہا کہ پھر آپ مثلث کے ایک بند کو مثلث کیسے کہہ
سکتے ہیں۔ اس لیے کہ مثلث تو صنف کا نام ہے۔ پھر آپ اسے مثلث کیسے کہہ سکتے ہیں۔ میں نے یہ
رام کہانی اس لیے بیان کی کہ میں آپ سے یہ عرض کر سکوں کہ تین مصرعوں کی صنف مثلث میں

Marfat.com

کئی بند ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے کسی ایک بند کو مثلث نہیں کہا جاسکتا۔ مجھے یہ خیال تھا کہ شاید ڈاکٹر صاحب کی کبیدہ خاطری میں اضافہ ہو جائے گا مگر انھوں نے مجھ سے یہ کہا کہ واقعی اس سلسلے میں میرا ذہن صاف ہو گیا ہے تو میں نے ایک اور جسارت کی اور معذرت کرتے ہوئے ان سے عرض کیا کہ جب موقع آہی گیا ہے تو ایک اور عام مغالطے کا ذکر کر دیا جائے۔ میں نے ایک مشہور استاد کو غزل کے انداز میں کہی ہوئی نعت کو نعت اور مسدس میں کہے ہوئے مرثیے کو مرثیہ کہتے ہوئے سنا تو میں نے ان سے سوال کیا کہ صاحب کیا آپ ان کو غزل اور مرثیے کے اصناف سمجھتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ ہاں کیا آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے۔ میں نے کہا میرے اعتراض سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، لیکن اصناف کی نوعیت کو جاننے والے لوگ آپ سے اتفاق نہیں کریں گے اور وہ یہ کہیں گے کہ یہ اصناف نہیں موضوعات ہیں۔ نعت ایک موضوع ہے جو غزل میں بھی کہا جاسکتا ہے اور دوسری اصناف میں بھی۔ مثلاً محسن کاکوروی نے نعت مثنوی میں کہی ہے، مولانا حالی نے نعت مسدس میں کہی ہے میر اور سودا کے عہد میں مرثیہ مثلث اور مخمس میں بھی لکھا گیا ہے اور غزل کی صنف میں بھی۔ علامہ اقبال نے شکوہ اور جواب شکوہ مسدس میں لکھا ہے۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ ہم اصناف اور موضوعات میں فرق کرنا سیکھ جائیں۔ میری بات کی ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے تصدیق کی لیکن اس کے باوجود ان کے منظوم ترجموں پر فرمائش کے طور پر لکھوایا ہوا میرا مضمون نہ تحقیق میں چھپا اور نہ کسی اور رسالے میں۔ غالباً انھوں نے اس طویل گفتگو کو شکایت پر محمول کیا ہوگا۔ فرمایا کہ ایک دوست مجھ سے وہ مضمون لے گئے تھے کہ میں اپنے رسالے میں چھاپوں گا لیکن وہ مضمون نہ ان کے رسالے میں چھپا اور نہ انھوں نے مجھے واپس کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کا یہ تبصرہ ضائع ہو گیا۔ مجھے بڑی شرمندگی ہوئی کہ میرا قطعاً یہ مقصد نہیں تھا کہ میں اکثر دوستوں کی فرمائش پر ہی لکھتا ہوں اور چوں کہ میں خود کو شاعر یا انشا پرداز نہیں سمجھتا اس لیے مجھے اپنے مضامین اور اپنی منظومات کے نہ چھپنے اور ضائع ہو جانے کا رنج بھی نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کو یہ معلوم تھا کہ میں ہفتے میں دو دن رات کے آٹھ بجے اپنے دوست محمود صدیقی صاحب سے ملنے جاتا ہوں کچھ اور لوگ بھی آجاتے ہیں، ڈاکٹر صاحب کو یہ معلوم تھا اور وہ مجھ سے پندرہ بیس دن میں ایک بار آکر وہیں مل لیتے تھے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب مہینے میں ایک دو بار ضرور ملتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ ہفتے میں ایک دو دن اپنے دوست محمود صدیقی صاحب کے یہاں جاتا تھا، ڈاکٹر صاحب ان کے مکان کے

Marfat.com

قریب ہی رہتے تھے مہینے میں کم از کم دو بار ضرور ملتے تھے۔ تقریب ملاقات، رسالہ "تحقیق" ہوتا تھا وہ اکثر مجھے کوئی کتاب تبصرے کے لیے دے دیتے تھے، یا رسالہ "تحقیق" کا کوئی نمبر۔ میں ان کی فرمائش پوری کر دیا کرتا تھا۔ خود ان کی کتابوں پر بھی میں نے تبصرے کیے۔ جو اکثر "قومی زبان" میں شائع ہوئے۔ اور ایک آدھ مضمون اسلام آباد سے شائع ہونے والے فارسی رسالے "دانش" کے حصہ اردو میں شائع ہوا۔ یہ مضمون دانش کے غالباً دو شماروں سے متعلق تھا۔ اس کی نہایت ہی خستہ اور تقریباً ناقابلِ فہم ٹائپ کاپی میرے پاس بھیجی گئی میں نے وہ دیکھ کر انھیں واپس کر دی کہ آپ میرے حوالے سے اسے رسالہ دانش کے مدیر مرحوم ڈاکٹر سید سبط حسن رضوی کو بھیج دیں۔ درمیان میں نامعلوم ان کاغذات کے ساتھ کیا ہوا کہ ان کے صفحات گڈمڈ ہو گئے۔ میری طرف سے جو مضمون دانش کے لیے جاتا تھا، وہ اسے آنکھ بند کر کے چھاپ دیتے تھے۔ چناں چہ یہ مضمون جس طرح انھیں ملا تھا، شایع ہو گیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر صفحہ ایک کے بعد صفحہ تین اور صفحہ تین کے بعد پانچ اور اسی طرح سے بے ترتیب صفحات چھاپ دیے جائیں تو مضمون کا کیا حال ہو گا۔ بہر حال وہ مضمون جیسا تھا، چھپ گیا، میں نے ڈاکٹر صاحب سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ خدا جانے ڈاکٹر صاحب نے مطبوعہ مضمون پڑھا یا نہیں؟ لیکن جیسا بھی تھا اس مضمون کی ایک اہمیت یہ تھی کہ اس میں ڈاکٹر صاحب کے ایک تحقیقی مضمون کا حوالہ آگیا تھا۔ یہ مضمون دولت رائے کی ایک بیاض سے متعلق تھا جس کا حوالہ ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں تھا۔ اس میں کہیں لکھا تھا کہ فلاں کھوڑا سردار نے کسی کو یہ لکھا تھا کہ فلاں ڈوکرا کہیں گیا ہے یا کوئی اسی قسم کی بات تھی جس میں لفظ ڈوکرا آیا تھا۔ یہ میرے نزدیک سندھ کی تاریخ کا ایک اہم حوالہ تھا اور نہے جس کے متعلق تحقیق ضروری ہے۔ میں نے کبھی سندھ کے اور بہاول پور کے داؤد پوتوں اور داؤد پوتروں کے متعلق کسی ضرورت کے تحت تاریخی معلومات حاصل کی تھیں تو مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ داؤد پوتو کا یہ خاندان ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان سے ہوتے ہوئے بہاول پور اور سندھ کی طرف آیا تھا اور یہاں انھوں نے حکمرانوں کی صورت اختیار کر لی تھی اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انھوں نے خود کو عباسی کہنا شروع کر دیا تھا آج یہ دونوں خاندان عباسی ہی کہلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہاول پور کے حکمرانوں نے تو اپنے آپ کو عباسی خلفاء کا جانشین سمجھ لیا تھا اور بہاول پور میں ایک شہر "بغداد الجدید" بھی آباد کیا تھا۔ سندھ کے عباسیوں کے متعلق میری معلومات کچھ اس سبب سے بہتر تھیں کہ سندھ کی تاریخ سے میرا تعلق قریب کا تھا۔ میں نے اپنے تبصرے میں لکھا تھا کہ ڈوکرا کا لفظ دراصل "ڈوگرے" کے معنی میں لکھا گیا ہے، جو ایک قوم ہے اور

Marfat.com

آج تک پنجاب کے اس حصے میں موجود ہے جو کشمیر کے اس حصے میں موجود ہے جو جموں کہلاتا ہے۔ بلکہ کشمیر کا آخری حکمراں بھی "ڈوگرا" تھا۔ اور قیاس کہتا ہے کہ یہ لوگ ہندو سے مسلمان ہوئے تھے۔ البتہ میں اس وقت یہ لکھنا بھول گیا تھا کہ اردو اور فارسی املا میں ک اور گ کا کوئی فرق ظاہر نہیں کیا جاتا تھا اور اب میرا یہ خیال ہے کہ اسی وجہ سے لکھنے والے کا مقصد ڈوکرا نہیں ڈوگرا تھا۔ البتہ میں نے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے گفتگو کے دوران یہ کہا تھا کہ سندھ میں ایک قصبہ ڈوکری بھی ہے تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ ڈوگرے کو سندھ میں ڈوکرا کہا جاتا ہوگا یا مذکورہ عباسی شخص نے ڈوگرے کو ڈوکرا ہی لکھا ہوگا۔ میں نے اس میں جادو ناتھ سرکار کا حوالہ بھی دیا تھا کہ وہ بھی ڈوکرے سے مراد ڈوگرا ہی لیتا ہے۔

میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ داؤد پوتے جب سندھ میں آئے تو وہ Mendicants یعنی فقیر (مانگنے کھانے والے) تھے۔ جب میرا یہ مضمون چھپا تو مجھے حیرت ہوئی کہ جہاں ڈوکرا کا ذکر تھا، وہاں ڈاکٹر صاحب نے پاورق میں ادارے کی طرف سے یہ لکھا تھا کہ سندھ میں ایک مقام ڈوکری بھی ہے۔ جس پر مجھے کچھ تعجب بھی ہوا تھا۔ اس لیے کہ میں نے خود اس کا ذکر ڈاکٹر صاحب سے کیا تھا اور مضمون میں لکھنا ضروری نہ سمجھا تھا۔ کافی عرصے کے بعد سندھ ہی کے ایک پروفیسر کا بہت غصے میں بھرا ہوا ایک خط مجھے ملا اور انھوں نے میرے متعلق ایسے سخت اور گرے ہوئے الفاظ لکھے تھے کہ میں ان کو دہرانا مناسب نہیں سمجھتا۔ انھوں نے لکھا تھا کہ میرا خاص مضمون سندھ کے عباسی خاندان پر "تحقیقات" ہے اور میں نے کہیں یہ بات نہیں پڑھی جو آپ نے لکھی ہے۔ مقصد ان کا یہ ہے کہ میں نے تنگ نظری اور تعصب سے عباسی خاندان کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے انھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ میرے پاس کوئی ثبوت ہو تو پیش کروں۔ ان کے خط کا لب ولہجہ اتنا گرا ہوا اور غیر ادبی تھا کہ پہلے میں نے سوچا کہ اس کا جواب نہ دوں پھر خیال آیا کہ یہ تو ایسی ہی بات ہوگی کہ گویا کہ میں نے بھی علمی موضوع سے متعلق وہی رویہ اختیار کیا ہے جو ان کا ہے۔ چناں چہ میں نے ان کو لکھا کہ حضرت آپ پروفیسر ہیں اور میں ایک شاگرد قسم کا آدمی ہوں، آپ نے جس لہجے میں مجھے خط لکھا ہے، جی تو چاہتا تھا کہ اس کا جواب نہ دوں لیکن ایک پروفیسر کے احترام نے مجھے باز رکھا۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ کیسے محقق ہیں کہ آپ کو بنیادی باتیں بھی معلوم نہیں ہیں اور اس کے باوجود اس موضوع پر خود کو محقق سمجھتے ہیں۔ میری گذارش یہ ہے کہ آپ اس سلسلے میں عام منابع کا مطالعہ فرمائیں اور اگر مناسب سمجھیں تو علمی موضوعات پر غیر علمی لب ولہجہ اختیار نہ فرمائیں۔ آگے آپ

Marfat.com

جیسا مناسب سمجھیں۔

کچھ عرصے کے بعد مجھے ان کا خط ملا جس میں انھوں نے رسماً کچھ ایسے جملے جن کو معذرت تو نہیں کہا جاسکتا مگر درخواست کی تھی اگر آپ میری رہ نمائی کرنا چاہیں تو مجھے کچھ حوالے بتادیں تاکہ میں اپنی معلومات کو اگر وہ درست نہیں ہیں تو وہ درست کرلوں۔ میں نے لکھا کہ تمام منابع کا حوالہ دینا تو فی الحال ممکن نہیں ہے نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔ البتہ آپ کی یا کسی بھی شخص کی تشفی کے لیے اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ آپ ہی نے کیا بڑے بڑے لوگوں نے جو خود کو محقق کہتے ہیں ابھی تو سورلے کی کتاب "شاہ عبداللطیف آف بھٹ" کا مطالعہ بھی نہیں کیا ہے اور مجھے تو اس کا بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کتاب آپ کے پاس موجود ہوگی۔ اس لیے اس کا حوالہ میں مع صفحہ نمبر کے آپ کو لکھتا ہوں کہ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ کلہوڑے سندھ میں مانگتے کھاتے ہوئے داخل ہوئے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد کسی بزرگ کے مریدوں میں داخل ہوئے اور اپنا کاروبار چمکالیا اور سیاسی اثر حاصل کرتے چلے گئے تاآنکہ اورنگ زیب کے عہد میں انھوں نے مغلیہ سلطنت کی مہربانی سے سندھ میں حکومت کی اجازت حاصل کرلی۔ میں نے احتیاطاً اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ میں تاریخ کا طالب علم نہیں ہوں، اس لیے سندھ کے ماہرین تاریخ سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنی تحقیقات پیش کریں۔ پروفیسر مذکور نے چوں کہ سندھی میں خط لکھا تھا اس لیے ان خطوط کے جواب میں نے سندھی میں دیے تھے اور ان کی نقل اپنے پاس رکھ لی تھی۔ بہر حال اب یہ معاملہ ماضی کی امانت ہے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے مجھ سے تاریخی حوالے دریافت کیے جو میں نے جستہ جستہ عرض کیے اور ان سے کہا کہ میں چوں کہ لسانیات کا طالب علم ہوں، اس لیے ڈوگروں سے متعلق میری معلومات فی الحال History of Dogri Language and Literature سے ماخوذ ہیں۔ وہ اکثر مجھ سے حوالے کی کتابیں لے کر پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن اس کتاب کے متعلق مجھ سے کہا کہ میں کسی وقت آپ سے کتاب لے کر پڑھ لوں گا۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے گفتگو میں کسی قدر آزادی بھی اختیار کرلیا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے ان سے کہا کہ حضرت! میں ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں لیکن آپ اگر مجھے بحیثیت تبصرہ نگار پیش نہ کریں تو بہتر ہوگا۔ چناں چہ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے آپ سے "دوہے" سے متعلق آپ کا مفصل مضمون لیا تھا اگر آپ اجازت دیں تو جس سیاق و سباق میں وہ مضمون لکھا گیا ہے اسے نظر انداز کر کے میں ایک مضمون کی صورت دے لوں اور اسے

Marfat.com

"تحقیق" میں شایع کردوں۔ میں نے کہا کہ حضرت! میں تو خود کو سرے سے لکھنے والا ہی نہیں سمجھتا اور جو مضمون لکھا گیا اور وہ میرے پاس سے نکل گیا وہ جس کے پاس ہے اس کی امانت ہے تو وہ اپنی ذمہ داری سے جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔ یہ مضمون انھوں نے شایع کیا لیکن اس میں خاصی اغلاط رہ گئیں، خاص طور سے ان دوہوں میں جو دوہے کے وزن اور تکنیک سے متعلق لکھے گئے ہیں۔ ان میں بعض ایسی غلطیاں رہ گئی ہیں کہ معاملہ (غتربود) ہو گیا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر نجم الاسلام نے مجھے ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کے ڈاکٹریٹ کے تھیسس کا پہلا حصہ دیا جو انھوں نے اپنے دادا حافظ محمود شیرانی کے تحقیقی کام کے جائزے کے سلسلے میں دو جلدوں میں مرتب کیا ہے اور جس پر انھیں پنجاب یونی ورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ یقیناً یہ کتاب ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کی تحقیق کا ایک اعلیٰ نمونہ اور ان کے دادا مہتم بالشان کی تحقیق کے شایانِ شان ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب اس پر کوئی مسبوط مضمون چاہتے تھے مگر میں نے اردو زبان کے سلسلے میں صوتیاتی تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر گریئرسن سے اس مختصر مضمون میں اختلاف کیا جو تحقیق میں شائع ہوا۔ میں نے اپنے مختصر تبصرے میں لکھا کہ بلاشک حافظ محمود شیرانی جیسا محقق اردو زبان میں اب تک پیدا نہیں ہوا اور کسی بھی معیار کو سامنے رکھا جائے تو حافظ محمود شیرانی کو ایک عظیم محقق ہی قرار دیا جائے گا، ان کی نظر ایسے غیر اہم معاملات کی طرف جاتی تھی، جن کو بڑے بڑے محققین نظر انداز کر دیتے تھے اور جو ان کی تحقیق کو ایک بلند مقام دیتے ہیں۔ مثلاً کتاب کے پہلے حصے میں جو زیر تبصرہ تھی، انھوں نے لکھا تھا کہ حافظ محمود شیرانی نے اردو کے قدیم ترین مکتبوں کا ذکر کیا ہے، جن کا حوالہ ان کے علاوہ کہیں نہیں ملتا۔

وہ لکھتے ہیں کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب اردو زبان کو گوجری، یا گجری کہا جاتا تھا اور صوفیاء اپنے رسالے اس زبان میں مرتب کرتے تھے، ان صوفیاء میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو ،جون پور کے ان بزرگ کے پیروئین میں سے تھے جو خود کو مہدی کہتے تھے۔ انھوں نے دو مکتبوں کا ذکر کیا ہے، جن میں سے ایک ان مہدوی مصنفین و شعراء کی تحریروں پر مشتمل ہے جو ریاست جے پور میں دائرے کے مقام پر سکونت پذیر تھے۔ ان لوگوں کی زندگی دعویٰ مہدویت کی وجہ سے مشکوک ہو گئی تھی اور لوگ ان سے بدظن تھے اور یہ دور افتادہ مقامات پر سکونت اختیار کرتے تھے اور آپس میں اس دور کی اردو زبان میں نظم و نثر کا تبادلہ کرتے رہتے تھے۔ یہ لوگ جہاں آباد ہوتے تھے یا قصبے کا نام دائرہ رکھتے تھے۔ پاکستان میں بھی ڈیرہ غازی خان کے قریب "دائرہ دین پناہ" انھیں

Marfat.com

لوگوں نے آباد کیا تھا جو آج تک موجود ہے۔ ریاست جے پور میں دائرے کے مقام پر ان کی خان قاہ ہے، اس میں ان کی کچھ مثنویاں اور نظمیں جو اس دور کی گوجری یا اردو زبان میں ہیں، قیام پاکستان تک موجود تھیں اور امکان ہے کہ اب بھی وہاں موجود ہوں، یہ اردو کی قدیم ترین تحریری دستاویز ہیں جنھیں محمود شیرانی صاحب نے اردو کا ایک قدیم ترین مکتبہ قرار دیا ہے۔ دوسرا مکتبہ انھوں نے ہریانے کے علاقے میں دستیاب اردو کی تحریروں کی وجہ سے اس علاقے کو قرار دیا ہے یہ یقیناً کسی بھی محقق کے لیے مفید اور تعجب انگیز معلومات ہو سکتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب اکثر مجھ سے کرید کرید کر کچھ باتیں معلوم کرنا چاہتے تھے، ایسی صورت میں اپنی عادت کے خلاف کچھ زیادہ ہی گفتگو کرتے تھے۔ ایک بار دلی کے مولوی عبدالسلام نیازی کے متعلق بہت سے لوگوں کے مضامین کا انھوں نے ذکر کیا، جن میں مولوی صاحب کی عجیب و غریب عادات اور روش زندگی کا بیان کیا گیا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب کو قریب سے جاننے والا ان مضمون نگاروں میں کون ہوگا؟ میں نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ جتنے قریب سے میں نے مولوی عبدالسلام نیازی کو دیکھا ہے، بہت کم لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ بچپن سے پچیس چھبیس سال کی عمر یعنی قیام پاکستان تک میں ان کی صحبتوں میں شریک رہا اور ہر چند کے بچپن کا زیادہ زمانہ ایسا گزرا ہے کہ میں بہت پابندی سے ان کی محفلوں میں شریک نہیں ہوتا تھا پھر بھی حاضری ضرور ہوتی تھی۔ سب سے پہلا مضمون میرے دوست مرحوم اخلاق احمد دہلوی نے لکھا تھا جو، مولوی عبدالسلام نیازی سے متعلق میری دو تین طویل نشستوں کے بعد لکھا گیا تھا۔ یہ پہلا مضمون تھا اس کے بعد تو ان گنت مضامین لکھے گئے، جن میں واقعات کا اعادہ زیادہ ہے اور ایسے کم لوگوں کے مضامین ہیں جن کو مولوی صاحب کی خدمت میں باریابی حاصل تھی۔ میری دانست میں، میرے دوست سید مسعود حسن شہاب دہلوی جو بہاول پور میں مقیم ہیں اور رسالہ "الزبیر" کے مدیر تھے وہ مولوی عبدالسلام نیازی کے شاگرد رہے ہیں۔ لیکن ان کی تعلیم درسیات تک محدود ہے۔ مولوی صاحب کی گفتگو ایسی نہ ہوتی تھی جو علمی نہ ہو۔ میں نے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے یہ کہا کہ جو لوگ مولوی عبدالسلام صاحب کو قریب سے جانتے ہیں ان میں سے کوئی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ ان کے متعلق مضمون لکھے۔ چناں چہ میں نے خود کوئی مضمون نہیں لکھا اور میری گفتگو کو میری مرضی کے خلاف اخلاق احمد دہلوی صاحب نے مضمون کی صورت دے کر پہلے کسی رسالے میں اور پھر اپنی کتاب "پھر وہی بیاں اپنا" بھی شائع کر دیا۔ میں نے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے کہا کہ یہ مضامین، مولوی صاحب کی

Marfat.com

روزانہ زندگی اور اندازِ گفتگو اور مزاجی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن ان سے مولانا کے علمی مرتبے کا کوئی اظہار نہیں ہوتا۔ یہ تو بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے آج کل کوئی اسرار الحق مجاز کی شاعری پر گفتگو نہیں کرتا سب اس کے لطیفے بیان کرتے ہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر آپ کے ذہن میں ایسی کچھ باتیں ہوں تو بتایئے تاکہ معلوم ہو کہ وہ کیسے متبحر عالم تھے۔ میں نے چند واقعات اور چند نکتے جو اس وقت میرے ذہن میں آئے بیان کر دیے اس پر انھوں نے کہا کہ اب تو آپ کے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ مولانا عبدالسلام نیازی کی شخصیت کے علمی پہلو پر ایک سیر حاصل مضمون لکھیں اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو لوگ مولوی صاحب کے لطائف ہی بیان کرتے رہیں گے اور ان کے علمی کمالات ہمیشہ کے لیے پردۂ خفا میں چلے جائیں گے، اسکے بعد وہ مجھ سے جب ملتے مولوی صاحب کی علمی شخصیت کے بارے میں مضمون لکھنے کی فرمائش کرتے۔ آخر ایک دن میں نے ایک متوسط ضخامت کا مضمون لکھ کر انھیں دیا۔ انھوں نے کہا کہ اب میں تحقیق میں ایک گوشہ مولوی صاحب کے علمی مقام و مرتبے کے متعلق مخصوص کروں گا۔ اور اگر زیادہ مواد ملا تو ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب کے متعلق ایک نمبر نکالوں۔ یہ مضمون تقریباً ڈیڑھ سال ان کے پاس رہا اور وہ کہتے رہے کہ اسے ایک گوشے کی صورت دینے کی کوشش کر رہا ہوں، خاص طور سے یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کے جن دور سالوں کا آپ نے ذکر کیا ہے اور جو اب نایاب ہیں وہ آپ سے لے کر اس گوشے میں شائع کر دوں تاکہ محفوظ ہو جائیں اسی طرح آپ نے مولوی صاحب کی ایک نثری تحریر اور ان کی شاعری کے جو نمونے دیے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہو جائیں۔ جب کافی عرصہ گزر گیا اور گوشے کی اشاعت کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو کسی طرح میرے ایک دوست کو جو ریاست بہاول پور کے رہنے والے اور محصب سرائیکی اردو ادیب ہیں، یہ معلوم ہوا کہ میں نے مولوی صاحب کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے کہ اس نے مجھے لکھا کہ میں نے، مولوی عبدالسلام دہلوی کے متعلق جتنے مضمون لکھے گئے ہیں، سب کو جمع کیا ہے، اور میرے خیال میں ایک ضخیم نمبر کسی رسالے کا مولوی صاحب کے متعلق شائع ہو سکتا ہے۔ آپ وہ مضمون فوراً بھیج دیں۔ میں نے ان کو لکھا کہ وہ ایک دوست کی فرمائش پر لکھا گیا تھا اور وہ ان کے پاس ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سے مضمون واپس لینے کا سوال ہی نہیں تو انھوں نے کہا کہ مجھے ان صاحب کا پتہ لکھیے میں ان سے وہ مضمون حاصل کر لوں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب بھی ان سے واقف ہیں اور انھوں نے مجھ سے دو تین کتابیں حاصل کر کے ان کی فوٹو کاپی ان صاحب کو بھیجی تھیں۔ لیکن ادلی خط

Marfat.com

وکتابت میں ان کا لہجہ سخت اور تلخ ہو جاتا تھا۔ اس لیے میں نے ڈاکٹر صاحب کا پتا ان کو نہیں بھیجا۔ اب ان کے خط میرے نام آنے شروع ہوئے اور ایک خط میں انھوں نے یہاں تک لکھا کہ آپ کے مضمون کی وجہ سے میرے رسالے کی کتابت رکی ہوئی ہے فوراً مضمون بھیجے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ بات درست نہیں ہے لیکن میں نے طے کر لیا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے وہ مضمون لے کر انھیں بھیج دوں گا۔ کیوں کہ ڈیڑھ دو سال کی مدت میں جو کام نہ ہو سکا، اس کے جلد تکمیل کو پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چناں چہ ایک دن میں نے ہمت کر کے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ وہ مضمون مجھے واپس کر دیجیے اس لیے کہ اب اس کے شائع ہونے کا امکان نظر نہیں آتا اور اب میرے ذہن میں بہت سی باتیں آ رہی ہیں جو اس مضمون میں شامل ہونی چاہیں آپ اگر وہ مضمون مجھے واپس کر دیں گے تو شاید اس کی تکمیل کی کوئی صورت بن جائے۔ ڈاکٹر صاحب کا چہرہ یہ سنتے ہی فق ہو گیا اور انھوں نے کہا کہ جیسی آپ کی مرضی، مضمون آپ کی ملکیت ہے۔ یہ بات ان کے دولت کدے پر ہو رہی تھی۔ چناں چہ انھوں نے ایک فائل لا کر مجھے دیا جس میں، میرا مضمون اور ترتیب سے متعلق چند حوالے اور مولانا عبد الرحمٰن جامیؔ کی کتاب "لوائح" کے ایک حصے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی موجود تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ اور اس کے علاوہ ایک اور نسخہ "لوائح جامیؔ" کا جو پاکستان کے قیام کے بعد شایع ہوا ہے۔ اور لوائح جامی جو آپ نے منتخب کی ہے وہ (Winfield) کے انگریزی منظوم ترجمے کے ساتھ ہے۔ میرے پاس بھی موجود ہے اور اس کے علاوہ میرے دوست ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی نے بھی اس کا ایک بہت اچھا نسخہ شائع کیا ہے لیکن بہت سی کلاسیکی کتابوں کی طرح اس میں بھی اس کی عبارتوں اور ابواب کی تقسیم میں فرق پایا جاتا ہے۔ اس لیے میرے خیال میں مولانا عبد السلام نیازی کے سلسلے میں یہ کتابیں مفید نہیں ہیں۔ اس لیے میں نے اسی نسخے کا حوالہ دیا ہے جو مولانا نیازی کے زمانے میں عام تھا اور میرے پاس بھی موجود ہے۔ اس لیے مولانا سے متعلق میرے اس مضمون میں گنجائش تو بہت ہیں لیکن مجھے ساری باتیں بیک وقت یاد نہیں آتی ہیں۔ کبھی کبھی کوئی بات یاد آ جائے تو اس کا لکھ لینا مناسب ہوگا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون آہستہ آہستہ مکمل ہوتا رہے گا اور میرے ایک دوسرے دوست کی فرمائش بھی پوری ہو جائے گی جو مولانا نیازی کے متعلق ایک کتاب جلدی شائع کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے یہ بات کرتے ہوئے مجھے بھی کچھ عجیب سا معلوم ہو رہا تھا اور ظاہر ہے کہ ان کو بھی یہ خیال ہوا ہوگا کہ ڈیڑھ دو سال انتظار کرنے والا شخص پانچ سات مہینے اور انتظار نہ کر سکا۔ بہ ہر حال مضمون انھوں نے مجھے دے دیا اور میں نے

Marfat.com

اپنے دوست کو جو ریاست بہاول پور میں رہتے ہیں، بھیج دیا۔ وہاں بھی اس کا وہی حشر ہوا لیکن انھوں نے متواتر یاد دہانیاں کرا کے وہ مضمون مجھ سے مکمل کروالیا ہے جو مولانا مرحوم کی علمی شخصیت کے متعلق اب تک پہلا اور آخری مضمون ہے۔ اور اس کے شائع ہونے کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اب وہ سارا مواد جو کافی محنت سے جمع کیا گیا ہے اور جس میں رطب و یابس سبھی کچھ ہے ایک مشہور رسائے کے مدیر کی تحویل میں ہے اور شاید شایع بھی ہو جائے۔

میری ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے آخری ملاقات ان کے انتقال سے کوئی پندرہ بیس دن پہلے ہوئی تھی وہ محمود صدیقی صاحب کے یہاں تشریف لائے اور خلاف معمول کافی گفتگو کرنے کے موڈ میں تھے۔ میں نے بھی مناسب جان کر کچھ باتیں جو ان سے کہنا چاہتا تھا وہ کہیں۔ آہستہ آہستہ ماحول پیدا کر کے میں نے ان سے کہا کہ حضرت آپ کا خاص کام میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ ایسے شاگرد پیدا کرتے جو اردو زبان کی موجودہ ضروریات کے متعلق ادب، زبان اور تاریخ ادب کے ایسے گوشوں میں کام کرتے جو اردو ادب کے دائرے سے باہر بھی اس زبان کو نہ صرف متعارف کراتے بلکہ اس کی وسعت ہمہ گیری اور اس کے امکانات کی طرف علماء و فضلاء کو متوجہ کر سکتے تاکہ یہ زبان اپنی حقیقی صورت حال میں دوسری زبانوں کے ساتھ مل کر اپنی افادیت کے دائرے میں محققین، ناقدین اور علمائے زبان کو اپنی طرف متوجہ کر سکتی۔

اپنے خیال میں کچھ اپنی حدود سے شاید تجاوز ہی کر گیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ حضرت آپ نے خود بھی وہ کام کیا ہے جو دنیا میں اچھے کتاب دار (لائبریرین) کرتے ہیں اور مختلف کتب خانوں میں کتابوں کی فہرستیں جمع کر دی ہیں اور اپنے ذہین طالب علموں کو بھی اسی طرف لگا دیا ہے۔ میرے نزدیک یہ ذہین طالب علموں کے قتل کے برابر ہے جب کہ آپ کو چاہیے تھا کہ وہ آج کی دنیا میں اردو زبان کو ایک زندہ اور ترقی یافتہ زبان کی صورت میں پیش کریں اور اس کے آئندہ امکانات کے متعلق غلط فہمیاں دور کریں مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور آپ نے کیا اردو کے شاید ہی کسی شعبے نے تدریس اردو کے سلسلے میں مناسب رویہ اختیار کیا ہو گا؟ مجھے بہت افسوس ہوا کہ جب آپ کے ایک ذہین طالب علم کا وہ مضمون پڑھا جسے آپ شاید کوئی بڑا تحقیقی کارنامہ سمجھیں، وہ مضمون ایک مشہور رسالے کے متعلق تھا، جس میں اقبال کے متعلق تمام شائع شدہ مضامین کی فہرست جمع کی گئی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ میں اس رسالے کو مسلسل پڑھتا رہا ہوں، چناں چہ میں نے آپ کے طالب علم کے مضمون میں اس چیز کی تلاش شروع کی جو میرے نزدیک واقعی تحقیق کے زمرے میں آتی ہے مگر

Marfat.com

مجھے انتہائی تعجب ہوا کہ طالب علم تو خیر اس مقام سے سرسری گزر گیا تھا مگر آپ نے بھی یا اس پر توجہ نہ کی یا جو تحقیقی مقام میری نظر میں تھا وہ آپ کے علم میں نہ تھا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس مضمون میں اقبال کے متعلق ایک حوالہ تو آیا ہے لیکن جس تحقیق کی طرف اس مضمون میں اشارہ ہے اس پر کسی کی نظر نہیں گئی۔

کچھ سال قبل جب مجھ سے مدیر "دانش" نے پاکستان کے کسی فارسی شاعر پر مضمون لکھنے کی فرمائش کی تو میں نے استاد اسد ملتانی پر ایک مضمون لکھا جس میں یہ ثابت کیا کہ محمود شبستری کی کتاب "گلشن راز" تصوف کے متعلق چند منظوم سوالات کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ یہ سوالات حضرت امیر الحسینی نے اپنے شیخ حضرت غوث بہاء الحق ذکریا ملتانی کی خدمت میں پیش کیے تھے اور انھوں نے انھیں محمود شبستری کی خدمت میں بھیج دیا تھا اسی طرح یہ کتاب وجود میں آئی۔ دوسری بات جو اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اسی مضمون سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے گلشن راز اپنی مشہور طویل نظم گلشنِ راز جدید کیوں لکھی ہے اور یہ بات میرے خیال میں کسی اقبال شناس کے ذہن میں اس وقت تک نہ آئی تھی اگر آپ کو اپنے شاگردوں کو حقیقتاً تحقیق کی طرف متوجہ کرنا تھا تو ان کو یہ بھی بتانا چاہیے تھا کہ ایسے مضامین میں بعض اوقات ایسے مقامات آجاتے ہیں جب محقق واقع میں کوئی ایسی بات دریافت کر لیتا ہے جسے تحقیق کہا جاسکتا ہے۔ مجھے تحقیق کے سلسلے میں نہ کوئی دعویٰ ہے اور نہ میں تحقیق کو تخلیق سے بہتر سمجھتا ہوں، اس لیے اپنی رائے کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا البتہ آپ سے یہ توقع ضرور وابستہ رکھتا ہوں کہ اپنے ان شاگردوں کو جنھیں آپ تحقیق کی راہ پر لگاتے ہیں، انھیں راستے کے مقامات آہ و فغاں سے بھی ضرور روشناس کراتے ہوں گے، مگر ایسا نہیں ہوا۔ مثال میں ایک واقعہ پیش کیا گیا ہے، اس کی تفصیل میرے اس مضمون میں ہے جو استاد اسد ملتانی کی فارسی شاعری کے موضوع پر ہے اور "دانش" کے حصہ اردو میں شائع ہوا ہے۔

اسی سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ڈاکٹر مظہر محمود کی کتاب کا دوسرا حصہ بھی شائع ہو گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس پر بھی آپ تبصرہ لکھیں اور ڈاکٹر مظہر محمود بھی یہی چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے کہا ہے تو میں کوشش کروں گا لیکن مجھے یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ مجھے ایک تبصرہ نگار کی صورت میں پیش کرتے ہیں جو میری طبیعت اور میرے رجحان کے خلاف ہے۔ میں آج کے ان تمام تبصرہ نگاروں کی فہرست میں شامل نہیں ہونا چاہتا جو تحقیق و تنقید کی کسی تعریف میں نہیں آتے بلکہ تحسین باہمی کے ایک طوفان میں گھرے

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ جس سے رفتہ رفتہ ادب میں ایک ایسی فضا پیدا ہو رہی ہے۔ جو ہماری زبان کو بے توجہی اور لاپرواہی کی وجہ سے ایک ایسے مقام تک لے آئی ہے جہاں اس کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔ میرے نزدیک یہ صورت حاصل ان اداروں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو اس زبان کے نام پر قائم ہیں اور اپنا فرض اس وجہ سے ادا نہیں کر رہے ہیں کہ وہ پوری طرح اس کے اہل نہیں ہیں۔ وہ اردو اور فارسی زبان کی بھول بھلیوں ہی میں راستہ گم کر چکے ہیں، اور اس سے باہر نکلنے کا راستہ نہیں جانتے تو پھر دنیا کے ادب سے کیسے روشناس ہوں گے اور اپنی زبان و ادب کو بین الاقوامی ادب کے تناظر میں کس طرح پیش کر سکیں گے اس لیے کہ آج کی دنیا میں کوئی زبان اپنے ہی دائرے میں گھوم کر راستہ تلاش نہیں کر سکتی یہ صورتِ حال ہے جس پر ہمیں غور کرنا چاہیے اور اردو کے ذہین طالب علموں کو تحقیق، تخلیق اور تنقید کے ایسے گوشوں کی طرف متوجہ کرنا چاہیے جو اعلیٰ درجے کی صلاحیتوں کے اہل نقد و نظر کے منتظر ہیں اگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور صرف تحقیق کے سلسلے میں لگے رہے تو تحقیق ایک فضول مشغلے ایک ایسی مشق کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گی کہ محقق کسی بھی مردہ شاعر اور ادیب کی قبر سے کوئی ایسی چیز برآمد کر کے ادب سے بے بہرہ شخص کو حیرت میں ڈال دیتا ہے جو اس ادیب و شاعر تو کیا اس کی سات پشتوں کے علم میں بھی نہیں ہوتی۔ یہ تو خیر ایک جملہ معترضہ تھا جو برمنائے تفنن طبع کہا اور نقل کیا گیا لیکن یہ سوال اپنی جگہ اب بھی جواب کا منتظر ہے کہ اردو ادب کے اساتذہ اور شعبہ ہائے ادب کو اپنے نصاب میں کیا تبدیلیاں کرنی ہیں جو ایسے عالم و فاضل تیار کر سکیں جو زبان اردو کے تقاضوں کو نہ صرف پورا کریں بلکہ اس کے امکانات کو روشن کر کے ایک شاندار مستقبل کی بشارت دے سکیں۔

چند دن کے بعد ہی میں نے سنا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام انتقال کر گئے ہیں تو مجھے یہ خیال آیا کہ ان سے میری آخری ملاقات اگر ہر ملاقات کی طرح مفصل نہ ہوتی اور میں ان سے وہ تمام باتیں نہ کرتا جو گفتگو کی رو میں کر گیا تھا تو مجھے افسوس نہ ہوتا۔ ہر چند کہ جو کچھ میں نے کہا وہ نیک نیتی پر مبنی تھا لیکن ایک ایسے مرنجان کی مرنج اور نفیس طبع انسان کے ایسی باتوں کے لیے غالباً یہ موقع نہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب سے اگر میرا تعلق صرف کتابوں کے لینے دینے تک محدود ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ بہر حال وہ اپنی طبیعت سے مجبور تھے اور میں بھی اپنی عادتیں نہ بدل سکا پھر بھی جہاں تک سوچتا ہوں میرے اور ان کے تعلقات دوستانہ تبادلہ خیال تک محدود رہے اور ان میں دانستہ کوئی ایسی بات پیدا نہیں کی گئی جو ان کے مزاج کے خلاف ہوتی اور جیسے میری جانب سے گستاخی پر محمول کیا جاتا، پھر بھی میں سوچتا ہوں تو میرے اور مرحوم ڈاکٹر نجم الاسلام کے تعلقات ادب کے دائرے ہی میں رہے۔ اور ان میں

Marfat.com

ذاتیات کا کوئی عنصر پیدا نہیں ہوا۔ میں ان کے علم و افضل کا معترف تھا، ہوں اور رہوں گا، مگر آج کی تنقید کی طرح ان تعلقات کے دائرے کو اس کی حقیقی وسعتوں سے بڑھا کر پیش نہیں کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر نجم الاسلام سے میرے ذاتی تعلقات جس حد تک تھے میں نے انھیں بلا کم و کاست پیش کر دیا ہے اور میرا مقصد مرحوم و مغفور کی یا ان کے معتقدین کی دل آزادی ہر گز نہ تھا اور اگر میری گذارشات سے کہیں اس کا شائبہ بھی ظاہر ہو تو مجھے اس کا بڑا افسوس ہو گا اس لیے کہ اس کا میرے ذہن میں کہیں دور دور تک امکان نظر نہیں آتا۔ خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را۔ +

(محترم ڈاکٹر الیاس عشقی نے بہ کمالِ عنایت یہ مضمون تین نشستوں میں لکھوایا)۔

Marfat.com

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

میرے کرم فرما! ڈاکٹر نجم الاسلام

ڈاکٹر نجم الاسلام ماہ فروری ۲۰۰۱ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور صدمہ باقی رہا۔ ان کی وفات کے دن میں حیدر آباد سے باہر تھا اور آخری ملاقات نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میرا رابطہ رسالہ تحقیق کی اشاعت کے بعد ہوا۔ ان کو جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب (دام حیاتہ) کے تلمیذ رشید ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور بعد میں وہ علم و فضل کے اعتبار سے شعبہ اردو سندھ یونی ورسٹی میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے صحیح معنوں میں جانشین بنے۔ یہ ان کے لیے دوسرا بڑا اعزاز تھا۔ رسالہ تحقیق کی تخلیق سے انھوں نے اپنے لیے تیسرا اعزاز حاصل کر لیا۔

جب سے جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب نے بطور پروفیسر اور صدر کے شعبہ اردو کو سنبھالا تو ان کے علم و فضل کی روشنی میں شعبہء اردو کے حالات سامنے رہے ہیں۔ میں جب وائس چانسلر ہوا (۱۹۷۳ء۔۱۹۷۶ء) تو بھی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب سے میری نیاز مندی باقی رہی۔ لیکن نجم الاسلام صاحب سے متعارف نہ ہو سکا۔ حالاں کہ وہ اس سے پیشتر ڈاکٹر صاحب موصوف کے حسن انتخاب کی بنا پر شعبہ اردو میں بطور لیکچرر مقرر ہو چکے تھے۔ جنوری ۱۹۷۶ء میں میری خدمات وائس چانسلر کے عہدے سے وفاقی وزارت تعلیم کو منتقل ہوئیں۔ پندرہ برس کے طویل عرصے کے بعد ۱۹۹۰ء میں جب میں (بحیثیت پروفیسر 'ایمرائٹس' اور اعزازی پروفیسر علامہ آئی آئی قاضی چیئر) واپس سندھ یونی ورسٹی آیا تو نجم الاسلام صاحب سے ملنے کا موقع ملا۔ مگر افسوس یہ کہ اس سے پہلے برسوں تک ان سے آشنائی نہیں ہوئی تھی حالاں کہ وہ سندھ یونی ورسٹی میں موجود تھے۔

رسالہ تحقیق صلۃ الوصل بنا۔ ۱۹۹۱ء میں ان کی طرف سے پہلا رسمی قرطاس موصول ہوا

Marfat.com

اور رسالہ تحقیق کے لیے مشورے طلب فرمائے۔ وہ اس رسالے کو علمی تحقیق کے بلند معیاروں
آئینہ بنانا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب سے معلوم ہوا کہ "رسالہ تحقیق نجم الاسلام
نے شروع کیا تھا۔ اس کا نام بھی انھوں نے تجویز کیا تھا"۔ جب میں نے ایک شمارے کا مطالعہ کیا
فوری طور پر محسوس ہوا کہ یہ کوئی رسمی "ڈپارٹمنٹل جرنل" نہیں بلکہ ایک معیاری مجلہ ہے۔ تعجب ہو
کہ نجم الاسلام صاحب کتنی محنت و عرق ریزی سے حیدر آباد میں جو ذخائر کتب تھے ان کا مطالعہ کر کے
رسالے کے لیے اہم اردو مواد مہیا کر رہے تھے، چناں چہ جامعہ سندھ کے کتاب خانے میں محفوظ
استاذ عبدالعزیز المیمنیؒ کے ذخیرے کو، سندھی ادبی بورڈ کے کتاب خانے کو اور سندھ میوزیم
میں محفوظ مخطوطات کو انھوں نے دیکھا اور غیر مطبوعہ اردو مواد کو عالمانہ انداز میں اخذ کر کے تحقیق
میں منتقل کر دیا۔ ان کی اس ہمت اور بے لوث علمی خدمت سے میں بے حد متاثر ہوا۔ گویا غائبانہ طور پر
انھوں نے مجھے اپنی طرف راغب کر لیا تھا اور اب ان سے ملنے کا اشتیاق اور بڑھا۔

اتفاق سے عین اس وقت "خیر ما در ان باشد" والی صورت پیدا ہوئی۔ یونی ورسٹی کی طرف
سے رسالہ "تحقیق" کی طباعت واشاعت کافی پہلے منظور ہو چکی تھی اور مزید یہ کہ یہ رسالہ سندھ یونی
ورسٹی کی پریس میں ہی چھپ رہا تھا۔ تاہم دفتری آداب کلی طور پر مانع تھے کہ وقت پر کاغذ کی خریداری
اور وقت پر چھپائی اور جلد بندی ہو، تاکہ رسالہ وقت پر شائع ہو سکے۔ پہلی بار ڈاکٹر صاحب میرے ہاں
خاص طور پر اس لیے تشریف لائے کہ میں مدد کروں کیوں کہ نئے شمارہ کے لیے کاغذ کی خریداری
میں کافی تاخیر ہو چکی تھی۔ خیر یہ تو ایک مسئلہ تھا لیکن جب مزید باتیں ہوئیں تو میں نے ڈاکٹر صاحب
کو سر تا پا علم و حلم پایا۔ شدید احساس ہوا کہ اپنے ملک میں صحیح علم رکھنے والوں کو علم کی خدمت کے لیے
کتنی آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ بہر حال ایک بہانہ تھا کہ میں ڈاکٹر نجم الاسلام کو سر تا پا علم اور ان
کے فضل و اخلاق سے اتنا متاثر ہوا کہ فوری طور پر وائس چانسلر صاحب تک پہنچ کر کاغذ کی خریداری کا
معاملہ تو طے کروا دیا، لیکن اشتیاق باقی رہا کہ ڈاکٹر صاحب سے مزید ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

'دل را بدل رہیست' ڈاکٹر صاحب نے اپنے طور پر قدم بڑھایا اور بعد میں ان سے قریبی
ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو آخر تک قائم رہا۔ علم کی خدمت اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ کم گو، تکلفات
سے بالاتر اور تواضع سے آراستہ۔ کچھ ایسا لگتا تھا کہ رات دن مجلہ 'تحقیق' کے لیے معیاری علمی مواد کی
دستیابی اور مجلے کی مزید تزئین و کامیابی کا سوچتے رہتے تھے۔

اس سلسلے میں انھوں نے پاکستان اور پاکستان سے باہر کے ادیبوں اور محققوں سے رابطے

Marfat.com

قائم کیے۔ میرے ہاں جب تشریف لاتے تو اکثر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے دو نامور پروفیسر صاحبان جناب ڈاکٹر نذیر صاحب اور ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب سے اپنی خط و کتابت کا ذکر فرماتے، چوں کہ دونوں صاحبان سے میری بھی نیاز مندی تھی، میں ان سے موصول ہوئے مراسلوں اور مقالوں کے متعلق پوچھتا رہتا تھا۔ کبھی ڈاکٹر صاحب مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں میرے قیام اور استاد عبدالعزیز المیمنی کے متعلق دریافت فرماتے۔

اس طرح کی باتیں ہوتی رہتی تھیں کہ ایک دن فرمایا کہ اگر آپ اجازت دیں تو اردو میں آپ کے لکھے ہوئے مضامین کو تحقیق کے آیندہ شمارے میں شایع کر دیا جائے۔ یہ سن کر میں نے البتہ معذرت کی کیوں کہ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ تھوڑا سا جو کچھ میں نے اردو میں لکھا ہے وہ اتنا قابل توجہ ہے۔ میں نے ان سے مخاطب ہو کے کہا کہ: بھائی! میں نے بہ وقت ضرورت اردو میں تھوڑا کچھ لکھا ہے اور بڑے اشتیاق سے لکھا ہے، لیکن وہ اتنا معیاری ہے بھی کہ آپ کے معیاری مجلہ 'تحقیق' کی زیب و زینت بن سکے؟ جواب میں میری تحریروں کی نشاندہی کرتے ہوئے مجھے بڑی محبت سے مطمئن کرنے لگے۔ میں ان کی علمی صداقت سے بہت متاثر ہوا اور جواب میں کہا کہ: ڈاکٹر صاحب جو آپ کی رضا! آپ کو کلی طور پر اختیار ہے کہ جو چاہیں شایع کر دیں، اور یہ بھی کہ جہاں جہاں ضروری سمجھیں اصلاح فرما دیں۔

چناں چہ انھوں نے کافی مواد جمع کر کے اس کو بڑے سلیقے سے ترتیب دے کر تحقیق کے شمارے میں "گوشہ بلوچ" کے عنوان سے شایع کیا۔ یہ ان کی علم نوازی تھی کہ اس طرح مجھے اردو لکھنے والے بزرگوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ ان کا یہ احسان میرے لیے ہمیشہ کے لیے باعث افتخار رہے گا۔ اس کے بعد رسالہ تحقیق کے دوسرے شمارے (۱۲۔۱۳) کے لیے میں نے خود بخود مزید مواد ان کے حوالے کر دیا اور جب وہ شمارہ شایع ہوا تو انھوں نے 'آف پرنٹ' بھجوائے اور ساتھ ہی ایک خط لکھا جو میں نے سنبھال کر رکھا۔ یہ اب تک میرے پاس ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم کی محبتوں کی ایک نادر یادگار ہے۔ رحمہ اللہ۔

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام

۱۹۷۶ء میں جامعہ سندھ سے ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کی سبک دوشی کے بعد پروفیسر ڈاکٹر نجی احمد ہاشمی صدر شعبہ اردو کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اب ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب صدر نشین ہیں یہ دونوں اساتذۂ مکرم بھی ڈاکٹر مصطفیٰ خاں کے فیض رسا اور تربیت یافتہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ نے حلم، نیکی، شرافت، شریعت، اخلاص، محنت، محبت، تہذیب، شائستگی ذوق و تحقیق و جستجو کی جس روایت کی داغ بیل ڈالی تھی اسے ڈاکٹر نجم الاسلام نے نہ صرف آگے بڑھایا ہے بلکہ تعلیم و تدریس، طلبہ کے ذہنی ارتقاء اور کردار کی تعمیر و تشکیل میں جدید سائنسی تقاضوں اور عصری مقاصد و مسائل کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ یہ بات نہایت خوش آئند اور نئی نسلوں کے لیے روشن امکانات کا پیش خیمہ ہے کہ نجم الاسلام صاحب کے زیر تربیت طلبہ خود جامعہ میں اساتذہ کے منصب پر فائز ہی نہیں حقیقی معنوں میں لائق اور فعال رفقائے کار بھی ثابت ہوئے ہیں جس کا زندہ ثبوت شعبۂ اردو کا مثالی مجلہ تحقیق ہے۔

ممتاز محقق و نقاد ڈاکٹر نجم الاسلام جامعہ سندھ کے شعبہ جاتی مجلہ تحقیق کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ تحقیق کا ہر شمارہ پاکستان اور ہندوستان میں جدید تحقیق اور فن تحقیق کے موضوع پر نہایت معلوماتی اور کار آمد صحیفہ ہوتا ہے۔ ملک و بیرون ملک کے مقتدر و معتبر محققین کے علمی و تحقیقی مقالات کی شمولیت بالعموم اور اساتذہ جامعہ سندھ کی نگارشات کی اشاعت بالخصوص رسالہ تحقیق کی غیر معمولی اہمیت اور اس کے معیار و مقدار کی ضمانت ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ڈاکٹر نجم الاسلام نہایت خاموشی سے، لگن اور انہماک کے ساتھ علمی، ادبی، تعلیمی اور تحقیقی کاموں میں معروف عمل رہتے ہیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کی شخصیت اور خدمات کے لیے دیکھیے راقم الحروف کے مضامین بطور حوالے۔

(۱) دو آہنگ ۰۰۰ سہ ماہی اردو کراچی انجمن ترقی اردو پاکستان جنوری مارچ ۹۰ء

Marfat.com

(۲) ڈاکٹر نجم الاسلام اور ان کے تراجم روزنامہ نوائے وقت کراچی ۱۰ مئی ۹۰ء

(۳) اردو اور سندھی کا تہذیبی رشتہ ماہنامہ الولی (شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد۔ ستمبر اکتوبر ۹۳ء)

ڈاکٹر نجم الاسلام جیسے نیک نفس و نیک طبع رفیق مکرم کی قدر و منزلت میرے دل میں اس لیے بھی زیادہ ہے کہ انھوں نے میرے مقالے (پی، ایچ، ڈی) کی تیاری میں اول تا آخر دلچسپی لی۔ بعض اہم اور انتہائی ضروری کتب و رسائل اور ماخذ کے حصول میں دشواریاں پیش آئیں تو فقط نجم الاسلام صاحب کی بروقت مدد اور مشوروں سے آسان ہوگئیں۔ میں ان کا یہ احسان زندگی بھر فراموش نہیں کرسکتا۔

کراچی میں میری سکونت کے بعد بھی ڈاکٹر صاحب سے اخلاص اور اپنائیت کا رشتہ استوار رہا۔ علمی ادبی و تحقیقی معاملات میں تبادلہ خیال بھی ہوتا رہا۔ وقتاً فوقتاً ہم ایک دوسرے کو خط بھی لکھتے رہے۔ ایک خط کا اقتباس۔

سندھ یونی ورسٹی شعبہ اردو جام شورو ۶۔۱۱۔۸۷ء

محترمی و مکرمی! سلام و آداب

دوسری ضروری بات: بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کا مقالہ آخری مراحل میں ہے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب پر جو Monograph لکھا گیا اسے دیکھنا ہے۔ ایسے آپ خط کے ذریعے مطلع فرمائیں کہ کب پہنچیں گے تاکہ مقالہ یقینی طور سے موجود ہو۔ اتنی عرض ہے کہ اسی وقت دیکھ کر چند چیزیں نوٹ فرمالیں یا نشان دہی فرمادیں۔ ان حصوں کی نقل بعد میں کرا کے پیش کردی جائے گی۔

فقط والسلام نجم الاسلام

یہ اللہ کا کرم اور ڈاکٹر نجم الاسلام کی عظمت ہے کہ برسوں گزرنے کے بعد بھی ان کی وضع داری، وفانوازی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ میرے ایک عریضے کے جواب میں رقم طراز ہیں۔

شعبہ اردو سندھ یونی ورسٹی جام شورو

۱۴ ستمبر ۹۴ء محترمی ڈاکٹر وفا راشدی صاحب! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۱۲ ستمبر موصول ہوا۔ شکریہ۔ یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ آپ اپنے علمی کاموں میں برابر منہمک ہیں، داستان وفا کی نو قسطیں، 'میرے بزرگ میرے ہم عصر'، کا زیر اشاعت ہونا، دائرہ علم و ادب پاکستان کا قیام، ریسرچ لائبریری دارالمطالعہ ... یہ سب آپ کے انہماک اور شوق و شغف کی آئینہ داری کر رہے ہیں۔ خدا صحت مند توانا اور سلامت باکرامت رکھے۔

Marfat.com

سید جاوید اقبال صاحب کل ملے تھے ان کو آپ کا مکتوب میں نے دکھایا اس موقع پر انھوں نے بتایا کہ ایک مضمون آپ کی علمی خدمات پر رسالہ انشاء میں چھپوانے کا خیال ہے ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب کا ایک مختصر سا کتابچہ "میرا علی گڑھ" یہاں حیدر آباد میں بھی چھپا ہے۔ عند الملاقات اور نیاز حاصل ہونے پر ڈاکٹر صاحب کی خدمت گرامی میں اور حضور احمد سلیم صاحب کی خدمت میں آپ کا سلام پہنچایا جائے گا۔

رسالہ تحقیق کا شمارہ بلکہ شمارے انجمن کو برابر بھیجے جاتے ہیں اگر آپ تفصیلی تبصرہ بصورت مضمون (ریویو آرٹیکل) لکھ کر چھپوائیں گے تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

آپ کی صحت و سلامتی اور ہمتوں کی بلندی کی مخلصانہ دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ، میں اور سب رفقائے شعبہ سلام پیش کرتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کی قائم کردہ ریسرچ لائبریری میں آپ کے جمع کردہ نوادر کون کون سے ہیں۔

قومی زبان کے اشاریے میں تحقیق کے مشمولات شمارہ ہفتم شامل کرنے کا شکریہ۔

نیاز مند

نجم الاسلام

اقتباس از "داستانِ وفا"، ڈاکٹر وفا راشدی، کراچی، مکتبۂ اشاعتِ اردو، طبع اول ۱۹۹۷ء

Marfat.com

غلام ربانی آگرو

ڈاکٹر نجم الاسلام

چند یادیں ـــــ چند باتیں

قدرت نے مجھے جن اعلیٰ انسانوں کی زیارت اور میل ملاقات کی سعادت نصیب کی ڈاکٹر نجم الاسلام ان میں منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ یوں تو وہ ہمہ صفت انسان تھے۔ وہ خلوت پسند تھے۔ خاموش مزاج کے تھے۔ اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔ سعدی نے سوچ سمجھ کر کہا تھا کہ "جمال ہم نشیں" کے اثر سے تو مٹی بھی مشک بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام نے ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں سے فیض حاصل کیا تھا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام سے میری ملاقات کی صورت اس طرح پیدا ہوئی کہ میں سندھی ادبی بورڈ کا سیکریٹری تھا اور آپ سندھ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں پروفیسر تھے۔ سندھی ادبی بورڈ کے کتب خانے میں عربی اور فارسی زبان کے تقریباً چار سو بیش بہا قلمی نسخے برسوں سے محفوظ تھے، لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کس کے لکھے ہوئے ہیں، کب لکھے گئے تھے، اور علم کے کیا کیا خزانے ان کے اوراق میں پوشیدہ ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ کوئی محقق اور ماہر برٹش میوزیم میں رکھے ہوئے قلمی نسخوں کے کیٹالاگ کی طرز پر ان کا بھی کیٹالاگ بنائے۔ اس مقصد کے لیے سندھ کے دو عالم میری نگاہ میں تھے۔ ایک ڈاکٹر محمد علی صاحب جو سندھ یونی ورسٹی کے لائبریرین تھے اور ایک عرصے سے ریٹائر ہو کر فراغت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ دوسرے سندھ کے ممتاز عالم مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی صاحب۔ میں نے دونوں سے باادب باری باری گزارش کی لیکن دونوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی۔

میں دل شکستہ تو ضرور ہوا لیکن ناامید نہیں ہوا۔ ایک دن سوچ سمجھ کر ڈاکٹر مصطفےٰ خاں

Marfat.com

کے پاس چلا گیا وہ بھی شعبۂ اردو سے کب کے ریٹائر ہو چکے تھے، لیکن علمی اور ادبی کاموں میں پہلے کی طرح دلچسپی لیتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ان سے میرا ایک ذاتی تعلق بھی تھا اور وہ یہ کہ ہم دونوں علامہ آئی آئی قاضی کے عقیدت مند تھے اس لیے مجھے امید تھی کہ وہ اس کام کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیں گے۔ میں نے ان کی رہائش گاہ پر جا کر مدعا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل ہو گی۔

موسم گرما میں جامشور کے پہاڑ دوپہر کو اپنی گرمی کا ٹھیک ٹھاک جلوہ دکھاتے ہیں۔ ایک ایسی دوپہر تھی کہ بورڈ کے دفتر کی عمارت کے سامنے ایک موٹر رکشا آکر رکا اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں اوپر کی منزل پر میرے کمرے میں تشریف لے آئے۔ چپراسی نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو ضرور ہو گا لیکن وہ ان کو پہچان نہیں سکا لہذا مجھے اطلاع بھی نہیں دی اور مجھے ندامت ہوئی کہ میں نے نیچے جا کر ان کا استقبال نہیں کیا۔ غرض کہ ہم دونوں لائبریری میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ مخطوطات بہ غور دیکھے اور بہت خوش ہوئے کہ بورڈ کے پاس اتنے قیمتی لعل و گوہر جمع ہیں۔ آدھے پونے گھنٹے کے بعد آپ تشریف لے گئے۔

دوسرے دن ڈاکٹر نجم الاسلام اور صغیر صاحب (ڈاکٹر ابو الفتح، صغیر الدین، صدر الدین، صدر شعبۂ اسلامیات، جامعہ سندھ) تشریف لائے اور بتایا کہ ہم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کے حکم پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ برٹش میوزیم کے علاوہ اور اداروں کے کیٹالاگ بھی لے آئے تھے۔ ہم نے ان کی ورق گردانی کے بعد ایک خاص کیٹالاگ کو نمونے کے طور پر پسند کیا۔ ویسا کیٹالاگ بنانا خاصا مشکل کام تھا۔ لیکن نہ انھوں نے معاوضے کے متعلق کوئی بات کی اور نہ میں نے مناسب سمجھا۔ روزانہ دونوں صاحبان اپنے اپنے شعبوں میں ڈیوٹی دینے کے بعد سندھی ادبی بورڈ تشریف لے آتے۔ لائبریری میں ایسی خاموشی سے کام کرتے کہ مجھے بھی پتا نہ چلتا۔ ایک دن جب پوچھ کچھ کی تو لائبریرین نے بتایا کہ وہ تو کئی دنوں سے اپنے کام میں مصروف ہیں۔

میں نے انھی دنوں بورڈ کے چیئرمین مخدوم محمد زماں طالب المولیٰ کے لیے دفتر کے ایک کمرے میں ایئر کنڈیشن لگوایا تھا، لیکن، وہ کوئی دو تین ماہ کے بعد گھنٹے دو گھنٹے تشریف لاتے تھے۔ ورنہ کمرہ خالی رہتا تھا۔ گرمی کے دن تھے۔ سو میں نے ڈاکٹر نجم الاسلام اور صغیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ اس کمرے میں اپنا کام کریں۔ اول تو وہ مانتے نہیں تھے، لیکن پھر راضی ہو گئے۔

تقریباً دو تین برس انھوں نے کام کیا لیکن اس عرصے میں ایسا موقع کبھی نہیں آیا کہ

Marfat.com

انھوں نے ہفتہ دو ہفتہ کا ناغہ کیا ہو۔ ہمیشہ اپنے کام پر مستعد رہے۔

ایک انگریز دوست نے ایک بار مجھ سے کہا کہ مسٹر آگرو کیا آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی عزت کریں؟ میں نے کہا کہ جی میری یہی خواہش ہے۔

اس نے کہا کہ پھر ایک اصول بناؤ۔ یہ کہ کسی سے کوئی وعدہ نہ کرو۔ یہ کہو کہ ہاں میں آپ کی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اگر کسی سے وعدہ کرو تو طوفان آئے، بارش ہو یا زلزلہ ہر صورت میں اپنا وعدہ پورا کرو۔ لوگ آپ کی عزت کریں گے۔

آج میں کہہ سکتا ہوں کہ جامشورو میں موسم گرما کی قیامت کی گرمی پڑ رہی ہو یا موسم بادوباراں ہو یا موسلا دھار بارش ہو رہی ہو ڈاکٹر نجم الاسلام اور صغیر صاحب بعد از دوپہر سندھی ادبی بورڈ کے دفتر میں تشریف لے آتے اور پانچ بجے شام تک خاموشی سے اپنا کام کرتے رہتے۔

میں نے یہ بھی نوٹ کیا کہ اس طویل عرصے کے اندر نہ تو انھوں نے مجھ سے کبھی ٹرانسپورٹ طلب کی نہ کبھی چائے کا کپ قبول فرمایا۔ دوپہر کا کھانا اپنے ساتھ لے آتے۔ کھا کر اپنے کام میں لگ جاتے۔

دو تین برس کے بعد انھوں نے تمام کے تمام قلمی نسخوں کا ماڈرن طور طریقے پر ایک شاندار کیٹالاگ تیار کیا جو کئی سو صفحات پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے اس کو دیکھا۔ منظور فرمایا اور میرے حوالے کیا۔ میرے پاس ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں تھے۔

ادھر حکومت سندھ نے پہلے مجھے چار سال کے لیے سندھ یونی ورسٹی کا پرو وائس چانسلر مقرر کیا اور پھر ۱۹۸۴ء سے اسلام آباد میں پہلے اکادمی ادبیات پاکستان کا ڈائریکٹر جنرل اور پھر چیئرمین مقرر کیا، یوں پندرہ سال کا عرصہ سندھ سے باہر رہا۔

مخدوم صاحب بورڈ کے دوبارہ چیئرمین مقرر ہوئے تو آپ نے مجھ سے سندھی ادبی بورڈ کے بارے میں مشورہ کیا اور مجھے بتائے بغیر بورڈ کا ممبر نامزد کیا۔ بورڈ کی اولین میٹنگ ہوئی تو میں نے پتا کیا کہ کیٹالاگ کا کیا ہوا؟

جواب ملا کہ وہ تو ویسے کا ویسا رکھا ہوا ہے۔

میں نے پوچھا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام اور صغیر صاحب کو کچھ نذرانہ دیا؟

جواب ملا کہ ہمیں تو کچھ معلوم نہیں۔

یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ میں نے مخدوم صاحب کو پوری صورتِ حال سے واقف کیا۔ آپ

Marfat.com

نے افسوس کا اظہار کیا اور فوراً دونوں حضرات کو (اس زمانے میں) دس ہزار روپے کا چیک ارسال کرنے کا حکم دیا۔

میں اسلام آباد میں ہی تھا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام کا شکریے کا خط موصول ہوا، ساتھ آپ نے کچھ تصانیف ارسال کی تھیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ آپ نے سندھی زبان پر اتنا عبور حاصل کر لیا تھا کہ کلاسیکی شعرا کے کلام کا اردو میں منثور اور منظوم ترجمہ کیا تھا اور کسی سے ایک پیسہ لیے بغیر اس کی طباعت اور اشاعت کا انتظام فرمایا تھا۔

جب میں اسلام آباد سے حیدر آباد واپس آیا تو ڈاکٹر نجم الاسلام مجھ سے آکر ملے۔ وہ شعبۂ اردو سے ریٹائر کر چکے تھے۔ لیکن اپنے علمی اور ادبی مشغلوں میں مصروف تھے۔

ایک دوست لاہور سے تشریف لائے۔ میرے مہمان تھے اور ڈاکٹر نجم الاسلام سے ملاقات کی آرزو کی۔ میں نے ڈاکٹر نجم الاسلام کو ڈنر پر مدعو کیا۔ وہ تشریف لائے لیکن ڈنر میں شریک نہیں ہوئے۔ صحت کمزور ہو گئی تھی۔ اس لیے پرہیزی کھانا کھاتے تھے۔ دو تین گھنٹے مجلس ہوئی۔ کتابوں، عالموں اور ادیبوں کی باتیں ہوئیں۔ روح کی کثافت دور ہو گئی۔ زندگی میں ایمان پھر سے تازہ ہو گیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ایک یادگار محفل تھی۔

کچھ عرصہ پہلے مجھے شاہ ولی اللہ دہلوی کے خطوط کی ایک کتاب ملی جس میں غالباً آٹھ خطوط مخدوم معین ٹھٹوی کے نام تھے جو سندھ کے سدابہار شاعر عبداللطیف بھٹائی کے عزیز ترین دوست تھے۔ میں سہ ماہی "مہران" رسالے کے لیے ان پر ایک تحقیقی نوعیت کا مضمون لکھ رہا تھا کہ عالم غیب سے غیر متوقع امداد نصیب ہوئی۔ وہ یوں کہ ایک دن ڈاک سے ایک فل سائز لفافہ وصول ہوا۔ کھولا تو اندر سے مخدوم معین کا زمین کے مسئلے پر کسی شخص سے قلمی دستاویز نکلا جس پر مخدوم معین کی مہر لگی ہوئی تھی۔ دستاویز فارسی شکستہ خط میں لکھا ہوا تھا۔ میں جب کراچی گیا تو اس افسر سے ملا اور دستاویز کا ذکر کیا۔ اس نے کہا جناب یہ تو آپ نے ہمیں ارسال کیا تھا جو ہم نے آپ کو واپس بھیجا ہے۔ یہ سن کر میں حیران ہوا لیکن خاموش رہا۔

حیدر آباد واپس آیا تو ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کو فون کیا اور ان سے استدعا کی کہ آپ اس تاریخی دستاویز کا ترجمہ کریں۔ آپ نے میری گذارش قبول فرمائی اور ترجمہ بھیج دیا جو میں نے مضمون میں شامل کیا۔ سہ ماہی "مہران" کا وہ پرچہ شائع ہوا تو ڈاکٹر صاحب کو کاپی بھیجی۔ فون پر ہنس کر کہنے لگے کہ میں نے مضمون پڑھا ہے۔ خوشی ہے کہ آپ تخلیقی ادب کے ساتھ اب تحقیق سے بھی لطف

Marfat.com

اندوز ہو رہے ہیں سو، میں آپ کو "تحقیق" کے چند شمارے ارسال کر رہا ہوں۔

دوسرے دن مجھے وہ مل گئے۔ جریدے کا نام "تحقیق" ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جریدہ علمی و ادبی مسائل پر تحقیق کے ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے بعد مجھے ڈاکٹر نجم الاسلام کی زیارت صرف ایک دفعہ نصیب ہوئی۔ وہ میرے پاس کسی کیٹالاگ کی طباعت کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ میں نے ان کو پچاس صفحوں کے پروف دیے۔ صحت بہت کمزور ہو گئی تھی۔

انسان کی زندگی میں سب سے بڑی علالت لالچ ہے۔ برے کام کا نتیجہ ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی انسان تمام برے کام محض لالچ کی وجہ سے کرتا ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام ماہر تعلیم تھے۔ محقق تھے۔ عالم تھے۔ ادیب تھے۔ لیکن میری نگاہ میں ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ہر قسم کی لالچ سے دور تھے۔

میرے ایک دوست ہیں مظہر یوسف، ادیب اور دانش ور ہیں۔ کراچی میں سندھی کتاب گھر کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا ہے۔ انھوں نے سندھ کی تاریخ پر کچھ فارسی کتابیں اردو میں ترجمہ کروائی ہے۔ مجھ سے کہا کہ کسی سے نظر ثانی کروا کے دیں۔ میں نے کہا کہ بھائی حیدر آباد میں تو ایک ہی عالم اور محقق ہیں ڈاکٹر نجم الاسلام۔ اگر مان گئے تو مجھے خوشی ہوگی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام نے اس شرط پر ترجمے کا مسودہ دیکھنا قبول کیا کہ وہ مالی معاوضہ قبول نہیں فرمائیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد مسودہ واپس کیا کہ بھائی اس پر جو میں اپنا وقت صرف کروں وہ ضایع ہوگا۔ اس لیے کہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ اور ترجمے کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ میں اصل فارسی کتاب سے خود اردو ترجمہ کروں جس کے لیے میرے پاس وقت ہے نہ صحت۔

ہماری یہ گفتگو فون پر ہوئی اور اس کے تیسرے یا چوتھے دن اطلاع ملی کہ ڈاکٹر نجم الاسلام آج اس جہاں میں تشریف لے گئے جو ایسے اعلیٰ انسان کے لیے یہاں سے بہتر جگہ ہے۔

Marfat.com

خورشید مصطفیٰ خان

محترم ڈاکٹر نجم الاسلام کی یاد میں

پروفیسر نجم الاسلام ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جو ان سے ملتا ان کے علم اور ذہانت کی داد دیے بغیر نہ رہتا۔ آپ ایک پر خلوص انسان تھے۔ میرا ساتھ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سندھ یونی ورسٹی کی استادوں کی بس سے شروع ہوا اور یہ تعلق بڑھتا ہی گیا۔ آپ ایک بہت ہمدرد اور پر خلوص شخصیت تھے۔ ایک دفعہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے گذارش کی کہ میرے بچے کو جو انٹر سائنس کا طالب علم تھا۔ کچھ اشعار سمجھنے میں دقت پیش آرہی ہے۔ فوراً تیار ہوگئے کہ آپ کو جب بھی وقت ملے بچے کو گھر لے آئیں یا میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔ یہ محبت اور خلوص نہیں تو اور کیا ہے۔ مجھے ایک بات اور حیران کن معلوم ہوئی کہ وہ سائنس کے طالب علم تھے۔ اور صرف ایم۔ اے اردو میں کیا اور اس کو کس عروج پر پہنچایا۔ ہم دونوں تقریباً ایک ہی عمر کے تھے اور ہندوستان میں بھی ایک ہی شہر سے تعلق تھا یعنی میرٹھ سے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انھوں نے ایک ایسا رسالہ نکالنے کا خیال ظاہر کیا جو ادبی اور سائنسی معلومات پر مبنی ہو۔ ڈاکٹر صاحب، میں اور پروفیسر ڈاکٹر رئیس صاحب جو شعبۂ ارضیات کے سربراہی سے ریٹائر ہوئے تھے۔ ہم نے دو یا تین نشستیں بھی کیں، لیکن سائنس کے مضامین سے متعلق مشوروں سے معاملہ آگے نہ بڑھ سکا۔ مگر وہ ایک ادبی تحقیقی مجلہ نکالنے میں ضرور کامیاب ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کی صحت نے ان کے جوش اور ولولہ کا ساتھ نہ دیا۔ اور وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب حیثیت معلم بہت مقبول تھے۔ نہایت سنجیدہ لیکن ہم عصروں کی محفل میں بہت پر مذاق انداز بھی ہوتا تھا۔ ایک زبردست کارنامہ ڈاکٹر صاحب کا تحقیقی رسالہ نکالنا تھا جس نے پورے جنوبی ایشیا کے ان ممالک میں جہاں اردو پڑھی اور سمجھی جاتی ہے ایک اونچا مقام حاصل کیا یہ سب ان کی کاوشوں کا نتیجہ تھا اس میں ان کے رفقاء کار بھی شامل ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں جامعہ سندھ کے ارباب حل وعقد کا بھی کافی تعاون ہے۔ دنیائے ادب میں اس رسالہ نے نہ صرف ڈاکٹر صاحب کو ساری دنیا سے متعارف کرایا بلکہ جامعہ سندھ کو بھی اس کاوش پر خاصی شہرت ملی۔

Marfat.com

حیثیت صدر شعبہ کے ان کی کوشش ہمیشہ یہ رہی کہ بہتر اساتذہ کا تقرر ہو اور لائبریری کے لیے مالی امداد ملتی رہے۔ سندھی ادبی بورڈ میں ڈاکٹر صاحب اور مولانا ابوالفتح صغیر الدین نے فارسی اور عربی کے نادر قلمی نسخوں کا جدید طرز پر کیٹلاگ تیار کیا جو سندھی ادبی بورڈ کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔

اکثر سلیکشن بورڈ میں ان کی علمی قابلیت اور پرکھ کا اندازہ ہوا۔ ایسے لوگوں کو شعبے میں لائے جو اب رفتہ رفتہ اردو زبان و ادب میں اپنا مقام بنا رہے ہیں۔

آخر میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر نجم الاسلام جیسے شریف النفس، روشن دماغ اور وسیع علم رکھنے والے اساتذہ اب کہاں؟

اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر صدیقہ ارمان

ایک باوقار محقق

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی شخصیت کچھ مخفی سی رہی۔ جامعہ حیدآباد (جام شورو) سے متعلق ہونے کے باوصف جامعہ کراچی کو کلی طور پر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ گوہر نایاب کن دبیز پردوں میں پوشیدہ ہے! "تحقیق" کے مدیر اور سابق صدر شعبۂ اردو کے حوالے تو ساعت تک پہنچے وہ بھی مکمل طور پر نہیں کیوں کہ جامعہ کراچی شعبۂ اردو کے تمام اساتذہ و طلبہ بھی یہ نہیں جانتے کہ مرحوم صدر شعبۂ اردو، مدیر "تحقیق" ۔۔۔ بجز ان چند حضرات کے جو "تحقیق" کے قاری ہیں یا کتاب سے کچھ دلچسپی رکھتے ہیں۔

یہ ہماری علمی، ادبی اور تعلیمی دنیا کا بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم صرف پروپیگنڈے کا شکار ہیں تعلیم و تدریس اور ادب کے حوالے بھی صرف انھی حضرات کے ہم تک پہنچتے ہیں جو مشاعروں، اخبارات، رسل و رسائل کے ذریعے اپنی شہرت خود عوام الناس تک پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ وجہ ذوق مطالعہ کا فقدان ہے۔ جامعات تک کا یہ عالم ہے کہ درسی ادب بلکہ مقررہ نصاب تک (بہ مشکل) اساتذہ و طلبہ نے خود کو محدود کر رکھا ہے یہ ذکر بھی ان طلبہ و اساتذہ کا ہے جو پڑھنے پڑھانے کو فرض کے طور پر ادا کرتے ہیں وگرنہ ایسے بھی ہیں (اور بہ کثرت ہیں) کہ اس کی بھی زحمت نہیں کرتے۔

نجم الاسلام صاحب جامعہ حیدر آباد شعبۂ اردو کے استاد تھے۔ صدرِ شعبۂ بھی رہے "تحقیق" کے مدیر تھے۔ شاعر بھی تھے۔ صاحبِ علم اور صاحب قلم بھی۔ مدیر ہونے کے ناطے صحافی بھی ہوئے اور بھی کئی رخ ان کی زندگی کے تھے لیکن یہاں صرف ان کی محققانہ حیثیت زیرِ بحث ہے۔

تحقیق کا موصوف نے ایک ایسا معیار پیش کیا جو بہت کم یاب ہے۔

"اقبال کا ایک مکتوب اور اس کا ماخذ" ڈاکٹر صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ خط مطبوعہ لیکن غیر مدون ہے۔ انجمن ترقی اردو کے سلسلہ تراجم کا پہلا کارنامہ ہربرٹ اسپنر کی مشہور کتاب ایجوکیشن کا اردو ترجمہ تھا جس کے مترجم مولانا حالی کے نواسے خواجہ غلام الحسنین پانی پتی تھے۔ ۱۹۳۰ میں چھپی تھی اس کتاب میں غلام الحسنین کے نام اقبال کا ایک تقریظی خط جو انگریزی میں ہے۔ تقریظ کا اردو ترجمہ بھی درج ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس چھوٹی سی دستاویز سے جو نتائج اخذ کیے ہیں وہ بے حد مفید و معلومات افزا ہیں۔

Marfat.com

نمبر ۱ "اقبال کی منظومات کی شہرت مخزن کے ذریعے ہو چکی تھی اور اقبال کی علم الاقتصاد نے بھی
ہی حلقوں کو متاثر کیا ہوگا۔ ان تقاریظ میں وہ ذکاء اللہ، حالی، نذیر احمد اور وحید الدین سلیم جیسے محسنینِ اردو اور
تاز اربابِ علم کی صف میں نظر آتے ہیں" "تحقیق" شمارۂ خاص ۱۰، ۱۱، (۹۷-۱۹۹۶) ص نمبر ۴۸۵

نمبر ۲ "اس میں مولانا شبلی کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن ترقیِ اردو اور اردو کے
سلسلے میں اقبال سے شبلی کی خط کتابت رہی ہے اور انجمن سے اقبال کا تعلق بابائے اردو مولوی عبدالحق کے
دورِ نظامت کا نہیں بلکہ پہلے کا ہے" (ص نمبر ۴۸۷)

نمبر ۳ "اب چند ضمنی تصریحات کتاب کے دوسرے اور عمومی پہلوؤں سے متعلق پیش کی
باتی ہیں۔ یہ مطبوعہ کتاب انجمن کے ابتدائی دور کی کتابوں میں سے ہے جب کہ رموزِ اوقاف اور املا وغیرہ
کے وہ اصول انجمن نے مقرر نہیں کیے تھے جو بعد کو مولوی عبدالحق کے دورِ نظامت میں ڈاکٹر عبدالستار
صدیقی وغیرہ کی مدد سے طے پائے" (ص ۴۸۹)

مذکورہ بالا خط میں تحقیقی موشگافیاں یہ ہیں کہ غیر مطبوعہ (غیر مدون) مکتوب ہے یعنی
موصوف نے پہلی بار سراغ لگایا کہ اقبال کا ایک ایسا خط بھی ہے جو کسی کتاب کی تقریظ پر مشتمل ہے۔ غیر
مدون ہونے کے ثبوت اس جامعیت سے دیے ہیں کہ اقبال کے تمام مطبوعہ مکاتیب کی چھان بین کے بعد
ثابت کیا کہ یہ خط ہنوز منظر عام پر نہیں آیا۔

محقق حقیقت کو کسی قسم کی رنگ آمیزی کے بغیر بلا کم و کاست بیان کرنے پر قادر ہو تو یہ
معروضی انداز کہلاتا ہے اور معروضیت تحقیق کا جوہر ہے۔ اسی طرح تحقیق کی زبان افسانوی ادب کی زبان
سے مختلف بلکہ ماورا ہوتی ہے۔ یہاں رموز و علائم، رنگینی و سحر انگیزی کا دخل نہیں بلکہ کسی حد تک سپاٹ
لہجہ قابلِ ترجیح ہوگا لیکن اخذِ نتائج میں علمی فراست سے کام لیا جائے تو زبان کی دل کشی خود بہ خود نمود کرتی
ہے۔ یہاں ڈاکٹر صاحب نے دل چسپ، مفید اور نتیجہ خیز نظریات سے تحریر کے حسن کو جلا بخشی ہے اور
اسی سے تحریر کی پختگی و متانت کا عالم بے پناہ پیدا کر دیا ہے۔

اس طرح "دو قرآن" (۱۶۰۵ھ) کی دریافت میں حق تحقیق ادا کر دیا ہے۔ شاہ عبدالقادر
دہلوی کی اردو نثر "قرآن" (اسم تاریخی ۱۲۰۵ھ) کے دو مختلف متن پائے جاتے ہیں۔ ان میں ایک کو
منسوب بتایا گیا ہے۔ نجم الاسلام صاحب نے نہایت جاں فشانی کے بعد ثابت کیا ہے کہ اصل نسخہ کون سا
ہے (موصوف نے اصل نسخہ مخطوطۂ کتب خانۂ آصفیہ کو قرار دیا ہے جو ۱۲۲۴ھ کا مکتوب ہے) یہ مخطوطہ
اگرچہ مصنف (شاہ عبدالقادر) کی حیات کا نہیں لیکن شاہ عبدالعزیز کی حیات کا ہے۔

Marfat.com

تحقیق کے لیے علمائے تحقیق نے جو معیارات قائم کیے ہیں، ان کی روشنی میں نجم الاسلا
صاحب کی تحقیقی کاوشوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو موصوف ان صفِ اوّل کے محققین میں نظر آتے ہیں جن
کا تعلق سرسید، شبلی، مولوی عبدالحق، محمود خاں شیرانی، قاضی عبدالودود، قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی
، غلام مصطفیٰ خاں صاحب گوپی چند نارنگ، گیان چند جین، مالک رام، رشید حسن خاں اور معین الدین
عقیل تک پھیلا ہوا ہے۔

پاک وہند کے بہت کم (اردو) محققین ایسے ہیں جنھیں واقعتاً تحقیق کی تمام تر موشگافیوں سے
عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت سے متصف کہا جا سکے۔ دراصل یہ شعبہ ہی ایسا دقیق، کم سواد اور غیر منافع
بخش ہے کہ عمرِ خضر بھی یہاں کچھ ناکافی سی رہتی ہے۔ گھنٹوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کی یہاں کوئی
حیثیت نہیں بہ جز نگاہِ نکتہ رس کے۔ نگاہِ نکتہ رس کی بہ دولت ہی معدودے چند دماغ کامیاب ہوتے ہیں
وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ذوقِ، تنہائی بیگانگیِ عالم، بیزاری شہرت کے علاوہ حصولِ زر بھی مقصود نہ ہو۔

حقایق کی جستجو یوں بھی ایک ایسا عمل ہے جو بہ نظر غائر اگر نہو تو کارِ لاحاصل ہی رہتا ہے۔
تحقیق کے اس دشوار پہلو نے ہمارے دور کو اس سے اور بھی بیگانہ بنادیا ہے اس لیے کہ ہمارا موجود معاشرہ
محنت پسند نہیں، سہل انگاری کی وجہ سے فریب دہی عام وطیرہ بن گیا ہے لہذا کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ ادبی
تحقیق کے نام پر موجود مواد (انٹرویوز، سرسری جائزے اور غیر مصدقہ معلومات) کو اکٹھا کر کے تحقیق
کے زمرے میں ڈال دیا جاتا ہے، بسا اوقات اس پر ڈگریاں بھی مل جاتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ان روایات کی نفی کر کے تحقیقی رویوں کو بدلنے کی سعی بلیغ کی ہے "کیا
نعتیہ قطعہ یا صاحب الجمال و یا سید البشر شاہ عبدالعزیز کی تصنیف ہے" میں ڈاکٹر صاحب نے ایسی بے تحقیق کا
نمونہ پیش کیا ہے جسے باکمال اندازِ تحقیق قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، کیوں کہ متنی حوالے اور عصری و
تاریخی اخذ نتائج سے جو کام لیا گیا ہے وہ تحقیق کی جان ہے۔ یہ قطعہ عام طور پر جامیؒ سے منسوب ہے۔ لکھتے
ہیں:

"ان بے مثل اشعار کا ناظم کون ہے؟ یہ امر تحقیق طلب ہے۔ عام طور پر جامی سے ان اشعار کو
منسوب کیا جاتا رہا ہے۔ چوں کہ یہ اشعار کلیاتِ جامی میں شامل نہیں ہیں، اس لیے بعض حضرات کے
نزدیک جامی سے ان اشعار کا انتساب تحقیق طلب ہے، لیکن یہی صورت جامی کی بعض دوسری نہایت
مقبول اور مشہور عام نعتوں کی بھی ہے اور نعت مذکورہ بالا کے علاوہ یہ نعتیں بھی بالعموم جامی ہی کی طرف
منسوب کی جاتی رہی ہیں کہ نعت گوئی میں جامی کا درجہ مسلّم ہے۔" "تحقیق" شمارۂ خاص (۱۱۔۱۰) سندھ
یونیورسٹی جامشورو، (۹۷۔۱۹۹۶ء) ص نمبر ۹۰۲۔

Marfat.com

مزید لکھا کہ :۔

"مگر حال ہی میں ایک فاضل محترم کی کتاب نظر سے گزری جس میں مذکورہ بالا نعتیہ قطعے کو ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیز کے حوالے سے شاہ عبدالعزیز دہلوی تصنیف بتایا گیا ہے۔...... کمالاتِ عزیزی میں مذکورہ نعتیہ قطعے کا جسے مؤلف نواب مبارک علی خان میرٹھی نے 'رباعی' سمجھا ہے، ذکر یوں آیا ہے ایک روز حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ عمرِ شباب میں مجھ کو ساٹھ ستر ہزار شعر عربی و فارسی و ہندی کے یاد تھے، اب بھی دس گیارہ ہزار یاد ہوں گے۔ پھر آپ نے ایک رباعی (کذا) جو سرورِ کائنات ﷺ کی شانِ مبارک میں تصنیف فرمائی تھی پڑھی۔ رباعی : یا صاحب الجمال و یا سید البشر .... اس روایت کے حق میں یہ بات ہے کہ راوی شاہ عبدالعزیز کے مریدین میں ہیں مگر یہ امور قابلِ غور بھی ہیں : ا۔ نواب مبارک علی خاں نے شاہ عبدالعزیز کی وفات (۱۲۳۹ھ) کے تقریباً پچاس سال بعد یہ کتاب لکھی تھی .... روایت کے بارے میں یہ صراحت نہیں کی کہ کس کے روبہ رو یہ بات شاہ عبدالعزیز نے فرمائی تھی۔ اگر یہ قیاس کیا جائے کہ یہ بات شاہ عبدالعزیز نے مؤلف کے روبہ رو فرمائی تھی تو بھی غور طلب ہے کہ شاہ عبدالعزیز کا ارشاد اپنے حافظے کے متعلق تھا نہ کہ اپنی شعر گوئی کے بارے میں مگر راوی نے یاد کیے ہوئے اشعار کے ذکر میں تصنیف کردہ، اشعار کا ذکر اپنی طرف سے ملا دیا ہے جب ربطِ کلام کا تقاضہ یہ ہے کہ بیان ان اشعار کا ہو جو صاحبِ ملفوظات (شاہ عبدالعزیز) کو یاد تھے .... جو قطعہ پڑھا تھا، اس کے بارے میں مؤلف کمالاتِ عزیزی کا یہ خیال کرنا کہ وہ شاہ عبدالعزیز کی تصنیف کردہ رباعی تھی، محض مؤلف کا گمان اور قیاس ہے۔ ص نمبر ۹۰۲۔

نہایت واضح دلائل کے باوصف بھی ڈاکٹر صاحب حکم نہیں لگاتے کہ محقق کا یہ کام نہیں بلکہ مزید وضاحت کے لیے لکھتے ہیں۔

"آخر میں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اس مضمون کا اصل مقصد زیرِ بحث نعتیہ قطعے کا جامی کی تصنیف ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق نہیں ہے کیوں کہ اس سلسلے میں کوئی قابلِ تحقیق مواد یا کوئی قابلِ ذکر شہادت ہم دست نہیں .... مقصد صرف یہ ہے کہ محض کمالاتِ عزیزی کی بنیاد پر اس قطعے کو شاہ عبدالعزیز کی تصنیف قرار نہیں دینا چاہتے جبکہ خود شاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر فتح العزیز میں اسے "و نعم ما قیل (کسی نے کیا خوب کہا ہے) کہہ کر نقل کرتے ہیں" (ص ۹۰۹)

Marfat.com

محقق نہ تخیل سے کام لیتا ہے نہ گمان سے۔ وہ کوائف سے حقائق کی تلاش میں سرگرداں ہے اور اخذِ نتائج میں بھی دلائل و براہین کو ماخذ بناتا ہے۔ تحریر کی دل کشی و زیبائی سے زیادہ دلائل و قطع اس کے ہتھیار ہوتے ہیں محقق کا کام اس لیے بھی دشوار تر ہے کہ کسی ایک زبان کا علم یہاں کافی نہیں متعلقہ لسانی علم بھی اس کے لیے لازمی ہے۔ مثلاً اردو کے کسی قدیم نسخے پر کام کرنے کے لیے فارسی، ع ہندی اور پراکرتی مقامی زبانوں سے واقفیت بھی ضروری ہے تاکہ قدیم مخطوطے کے اصل خدو خال وا ہو سکیں۔ متن کی تحقیق بہ غیر اس کے ممکن ہی نہیں۔ انتساب متن کا حق بھی بہ غیر اس کے ادا نہیں ہو سکتا کیوں تحقیق کا اہم کام گم شدہ دفینوں کو دریافت کرنا ہے۔ تاکہ ماضی کی دھند سے روشنی کی بر آ مکمل طور پر ہو سکے۔

"غلام علی آزاد بلگرامی سے منسوب گربہ نامہ اور اس کا اصل مصنف" میں ڈاکٹر صاحب داد تحقیق دیتے ہوئے لکھا:

"ایک اور قدیم نثری قصہ جو نو طرزِ مرصع کی تحریک پر لکھا گیا گربہ نامہ ہے۔ یہ قصہ گذ صدی میں بھی اور موجودہ صدی میں بھی کئی بار چھپا ہے مخطوطات بھی ملتے ہیں لیکن قدامت کے لحاظ اردو نثر کی تاریخ میں اسے جو مقام حاصل ہونا چاہیے تھا، اس سے محروم رہا ہے............ بعض حضرات نے گربہ نامہ کو بارھویں صدی ہجری کے مشہور ہندوستانی عالم اور تذکرہ نگار حسان الہند میر غلام علی آزا بلگرامی (۱۲۰۰ھ) کی تصنیف بتایا ہے......... آزاد بلگرامی اپنے زمانے کے مشہور مصنفوں میں سے تھے ان کی شہرت و نام وری کو دیکھتے ہوئے کسی اور غلام علی کی نثری تحریر یا آزاد تخلص کے کسی شاعر کی غزل ان کی طرف منسوب ہو جانا بعید نہیں......... آزاد بلگرامی نے اپنی کئی تصانیف میں اپنے حالات تفصیلاً درج کیے ہیں لیکن جہاں تک راقم کو علم ہے، اپنی اردو نگاری کا ذکر نہیں کیا"............ (ص ۱۴۔ ۹۱۳)

ہر چند کہ تحقیق میں تخیل کی کار فرمائی کم ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس کا نہ ہونا زیادہ بہتر ہے لیکن بعض حالات میں تخیل ہی سے مسئلے کا اصل حال سامنے آتا ہے۔ اس کی بہ ترین مثال سید غلام علی امرو ہوی، کی دریافت ہے یہاں تخیل ہی کی بدولت اس وقتِ نظر میں کام یاب ہوئے ہیں کہ اصل حقائق کا انکشاف ہو سکا ہے۔ کیوں کہ حقائق معلوم کرنے کے بعد جب تک محقق ان کی تعبیر پیش نہیں کرتا، تحقیق کا کردار ادھورا رہتا ہے اور تحقیق بصیرت سے محروم رہتی ہے۔ اسی طرح محقق جب تک تنقیدی

Marfat.com

شعور کے اس مقام پر نہ ہو جو اس شعبے میں لازم ہے، اس وقت تک بھی تحقیق کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیوں کہ تحقیق منطقی اور معروضی معیارات رکھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے سید غلام علی امروہوی کے سلسلے میں اس قدر دقتِ نظر سے کام لیا ہے کہ ہر معیار سے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور بالا آخر یہ ڈھونڈ نکالا ہے کہ مذکورہ بالا قصہ غلام علی بلگرامی کا نہیں بلکہ سید غلام علی امروہوی کا لکھا ہوا ہے اور یہ کہ کئی اور قصے بھی ان کے لکھے ہوئے ہیں جن میں قصہ "اصحابِ کہف" بھی شامل ہے اور یہ صاحب شاعر بھی تھے، ولی تخلص کرتے تھے۔

"ولی تخلص سید غلام علی نام امروہے کے باشندے، مگر معلوم نہ ہو سکا کہ کس محلے کے رہنے والے تھے، ان کی ایک تصنیف "خالق باری" نام کی ہے۔ (بحوالہ تواریخ واسطیہ مصنف سید رحیم بخش امروہوی، طبع اول ۱۳۴۲ھ، مطبع گلزارِ احمدی، مراد آباد، ص نمبر) تحقیق ۹۳۴

ایک اور حیثیت مرحوم کی "مدیر" کی بھی ہے جو ان کی وسعتِ علم اور تنقیح و ترتیب کی اعلیٰ صلاحیتوں کی شہادت دیتی ہے۔ کسی بھی رسالے میگزین یا مجلّے کی ادارت ایک انتہائی دشوار اور پیچیدہ مسئلہ ہے اس لیے کہ لکھنے والے کے بعد سب سے زیادہ جواب دہ مدیر ہی ہوتا ہے اور اگر وہ جواب دہی کی ذمے دارانہ حیثیت سے واقف نہیں تو ادارت کا فرض کما حقہ، ادا نہ ہو سکے گا۔ بالخصوص ایک ایسا مجلّہ جو "تحقیق" کے نام سے منسوب ہو، ایک بہت بڑے تعلیمی ادارے (سندھ یونیورسٹی) سے متعلق ہو، اس کی مجلسِ مشاورت میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب جیسا نام شامل ہو اور اس کے لکھنے والے تمام نام ایسے معتبر ہوں جو ڈاکٹر نبی بخش بلوچ سے شروع ہو کر ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو، ڈاکٹر ہدایت اللہ، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ڈاکٹر نذیر احمد، ڈاکٹر گیان چند جین، ڈاکٹر خلیق انجم اور ڈاکٹر معین الدین عقیل جیسے جید علمائے ادب و تحقیق سے بھرے ہوں اور جس مجلّے کی تحقیق کا معیار یہ ہو کہ کوئی مقالہ / مضمون یا دیگر اصناف غیر معیاری اس میں شامل نہ ہو سکیں، ایسے مجلّے کی ادارت اہلِ نظر و صاحبِ بصیرت فرد سے ہی ممکن ہے۔

اس کے علاوہ مرحوم مبصر بھی تھے، نقاد بھی شاعر بھی اور ادیب بھی دراصل ایک ایسی شخصیت جو سر تا پا علم، ادب، آگہی، فرزانگی اور بصیرت کا پیکر ہو، جس کے شب و روز قلم، اور کتاب سے وابستہ ہوں، جو سرِ حقیقت کا متلاشی ہو، وہ جب اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتا ہے تو ایک ایسا خلا چھوڑ جاتا ہے جو کبھی پُر نہیں ہوتا اور علمی و ادبی دنیا ہمیشہ اس خلا کو محسوس کرتی رہتی ہے تا آں کہ وقت کی تیز رفتاری گرد و غبار کی تہوں کو دبیز کر دے۔

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین

ڈاکٹر نجم الاسلام، چند یادیں

مرحوم نجم الاسلام کی رحلت کی خبر ۴ جون کو ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے ذریعے ملی تھی۔ جب ان سے ملنے گورنمنٹ کالج لاہور گیا۔ ۶ جون کو بیگم نجم الاسلام اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کو تعزیتی خطوط لکھے۔ منظور حسن نے جواب دیا، عقل سے کام نہیں لیا۔ ان کے پر خلوص جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی رحلت کا سن کر دل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ انتہائی قلق ہوا۔ مرحوم ایک پر خلوص اور شریف طبع انسان تھے۔ کم گو تھے۔ تحقیق کا صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے۔ ۶ جنوری ۱۹۷۲ء کو جب مجھے محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے ڈاکٹریٹ کے لیے موضوع "خطبات گارسین دتاسی۔ ترتیب و تعلیقات" دیا تو شعبے کے پروفیسر صاحبان شعبے کے برآمدے میں مشرقی جانب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد میں ڈاکٹر نجم صاحب سے علاحدگی میں اس موضوع پر بات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ گارسین دتاسی پر پہلے کام ہو چکا ہے۔ ایک انڈیا میں اور دوسرا کراچی میں۔ ان کے کہنے پر میں دوبارہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں اس کا بتایا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ آپ کا کام ان سے مختلف ہوگا۔ تحقیق مکمل کر کے جب میں مقالہ یونی ورسٹی میں جمع کرانے کے لیے ۹ جون ۱۹۷۵ء کو شعبۂ اردو میں گیا تو ڈاکٹر نجم صاحب نے مقالے کے دیباچے میں اضافے کے لیے چند مفید مشورے دیے، ۹ نومبر ۱۹۷۵ء کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے دولت کدے اولڈ کیمپس میں واقع ہوا تو ملاقات ہوئی۔ شعبۂ اردو میں پی ایچ ڈی کے حامل اصحاب کے نام پتھر سے لکھوانے کے لیے کچھ رقم آپ نے مجھ سے لی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس روز ایک پر تکلف ظہرانے کا قیام بھی کیا تھا۔ ریلوے کی ملازمت چھوڑ کر جب میں نے کمیشن کے ذریعے منتخب ہو کر ۳۰ دسمبر ۱۹۷۶ء کو گورنمنٹ ڈگری کالج پسرور (ضلع سیالکوٹ) میں بطور لیکچرار ڈیوٹی لی تو مرحوم سے خط و کتابت کا سلسلہ قائم رہا، گاہے بگاہے اپنی تحقیقی کتب کی اشاعت پر خطوط لکھتا رہتا تھا۔ مرحوم نے ہمیشہ کتب کی اشاعت پر خوشی کا اظہار کیا۔ ہمیشہ کھلے دل سے تعریف کی۔

Marfat.com

ڈاکٹر سردار احمد خاں

نجم الاسلام صاحب ____ چند یادیں چند خطوط

اسلامیہ کالج سکھر کسی زمانے میں بالائی سندھ کا سب سے بڑا کالج تھا۔ یہاں سائنس، کامرس اور آرٹس میں ڈگری اور پانچ مضامین میں ایم۔اے کی سطح تک تعلیمی سہولیات موجود تھیں۔ کالج کے شعبۂ اردو کا یونی ورسٹی کے شعبے سے براہِ راست تعلق تھا۔ قبلہ و کعبہ استاد اقدس مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب مدظلہ العالی یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کے سربراہ تھے اور ایم۔اے اردو کے زبانی امتحان کے سلسلے میں ہر سال سکھر تشریف لایا کرتے تھے اور اپنے ساتھ مرحوم ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب صدر شعبۂ اردو کراچی یونی ورسٹی کو بھی لایا کرتے تھے۔ مجھے ٹھیک سے یاد نہیں غالباً ۱۹۶۴ء یا ۱۹۶۵ء کے سالانہ زبانی امتحان سے فارغ ہو کر کالج سے باہر نکلے تو آں حضور ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ نجم الاسلام صاحب کہاں ملیں گے؟ میں نے عرض کی سامنے ماڈرن ہائی اسکول ہے وہاں ضرور مل جائیں گے۔ چناں چہ جیسا کہ حضور عالی نے اپنی تحریر مطبوعہ انشاء حیدر آباد شمارہ نمبر ۲۹ صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے "نجم الاسلام سے ملاقات ہوئی"۔ غالباً نجم الاسلام صاحب کا پہلے سے رابطہ تھا اور اسی باعث قبلہ و کعبہ ان سے ملنے گئے تھے۔

سکھر اس زمانے میں پر سکون اور خاموش شہر تھا۔ ہر شخص ایک دوسرے سے واقف ہوتا تھا۔ میں بھی نجم الاسلام صاحب کو جانتا تھا لیکن مراسم زیادہ نہ تھے۔ وہ کم آمیز، میں بھی گوشہ نشین، کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ وہ حیدر آباد چلے گئے اور غزالی کالج سے وابستہ ہو گئے۔ اس زمانے میں پی۔ایچ ڈی کے لیے یونی ورسٹی میں حاضری ضروری ہوا کرتی تھی اور اسی تعلیمی مقصد سے نجم الاسلام صاحب حیدر آباد منتقل ہو گئے تھے۔ میرے لیے سکھر چھوڑنا ممکن نہ تھا اس لیے میں داخلے سے محروم رہا۔ لیکن شفیق، کریم، اور مہربان استاد اپنے شاگردوں کی فلاح و بہبود سے کبھی غافل نہیں رہتے۔ قبلہ و کعبہ ڈاکٹر صاحب نے یونی ورسٹی کے قوانین میں نرمی کروا کر مخصوص شرائط پر مجھے بھی داخلہ دے

Marfat.com

دیا لیکن حکم یہ تھا کہ دو سال کے اندر کام مکمل ہو جانا چاہیے۔

۱۹۷۱ء کے موسم سرما کے ابتدائی مہینوں کا ذکر ہے جب میں تیار شدہ مقالے کی جلدیں یونی ورسٹی کے شعبۂ امتحانات میں جمع کرانے حیدر آباد گیا، پرانی یونی ورسٹی کے گیٹ پر تانگے سے اترا تو نجم صاحب یونی ورسٹی آتے ہوئے مل گئے۔ آٹھ ضخیم جلدوں کے بنڈل دیکھ کر بولے کام ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں! آگے بڑھ کر انھوں نے چار جلدیں اٹھالیں چار میں نے سنبھالیں پندرہ بیس سیر کا وزن دونوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس وقت نجم صاحب کے چہرے پر جو مسکراہٹ تھی وہ بیان نہیں کی جاسکتی یہ ایک صاحب علم کی شادمانی تھی جو دوسرے کے علمی کام کو دیکھ کر آسودگی اور طمانیت محسوس کر رہا تھا۔ اس زمانے میں ظہور احمد صاحب شعبۂ امتحانات کے انچارج تھے نہایت خلیق اور ملنسار۔ معلوم نہیں اب کہاں ہیں۔ مقالے کی جلدیں ان کے پاس جمع کرا کر ہم شعبۂ اردو کی طرف چل دیے راستے بھر نجم صاحب مجھے مبارک باد دیتے رہے اور مسرت کا اظہار کرتے رہے۔ دوسروں کی علمی کاوشوں کو سراہنا اور خوش ہونا صرف نجم صاحب کی علم پروری کا ظرف تھا۔ مجھے کہنے دیجیے کہ عام طور پر "پڑھے لکھے" طبقے میں یہ وصف شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

جب صدرِ شعبہ ہی تو زبانی امتحان کی غرض سے تشریف لائے، لڑکے تو بہت دور کی خبریں رکھتے ہیں۔ موصوف کو دیکھ کر خوفزدہ ہوئے کیوں کہ ان کا طلباء کی جانچ پرکھ کا رعب بہت مشہور تھا۔ میرا ابھی یہ پہلا سابقہ تھا۔ اس پیشہ وارانہ کاروبار میں میرا ان کا کچھ "لینا دینا نہ تھا" صرف یہ عرض کیا کہ نجم صاحب آج کل طلباء انگریزی معاشیات اور سیاسیات کی طرف زیادہ مائل ہیں بہت مشکل سے اردو میں بیس پچیس لڑکے ہو پاتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا وہ سب سمجھ گئے۔ امتحان شروع ہوا۔ موصوف نے صرف اتنا فرمایا کہ ہم نے یونی ورسٹی میں زیادہ سے زیادہ چھتر نمبر دیے ہیں۔ پھر وہ دلآویز شگفتگی سے امیدواروں سے تفریح لیتے رہے۔ ان کے سوالات زیادہ تر لغات، معانی، قواعد، صنائع بدائع اور دیگر لسانی موضوعات سے متعلق ہوتے تھے۔ یہ میری ان سے سال بہ سال کی ملاقاتیں تھیں اور یادگار کے بہ طور وہ گروپ فوٹو تھے جو ہر سال بنتے تھے ۱۹۷۷ء کے شروع مہینوں میں تین چار ماہ کے لختِ جگر عزیزی ابراہیم احمد خان کا ایک سرجن سے ختنہ کرایا، شومیِ قسمت سے تین رگیں کٹ گئیں خون غیر معمولی طور پر بہت ضائع ہوا اور برین ڈیمج (Brain Damage) ہو گیا، اعصابی نظام جامد ہو گیا۔ ہاتھ پاؤں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ علاج کی غرض سے ۱۹۹۵ء میں کراچی آگیا اور انسانوں کے سمندر میں ڈوب گیا ہر طرف سے منہ موڑ کر جگر گوشہ کی خدمت گزاری

Marfat.com

کے لیے خود کو وقف کردیا۔ ایک دن مجھے یہ ٹیلی گرام ملا :

X-NIL AP 127 HYDERABAD IND 29 30

PROFESOR SRDAR AHEDKHAN

2/A/15/202 BUFEZONE KARACHI

CONTACT ME ON PHONE 863102 AFTER 9.00 PM 02 INTIMATE

YOUR NO TELEPHONE CALLY

DR.NAJMUL ISLAM LATIFABAD

LN 14 AH 127 B 511=

میں نے رابطہ قائم کیا، رسالہ تحقیق کی بابت گفتگو رہی۔ پھر ۱۵ نومبر ۱۹۹۳ء کا یہ خط موصول ہوا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

Dated.......................

شعبہ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو

محترم ڈاکٹر سردار صاحب! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ (تاریخ درج نہیں) بابت مقالہ موصول ہوا۔ اس سلسلے میں مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب کا مکتوب گرامی آپ کو ملا تھا۔ تجویز یہ ہے کہ آپ کے مقالے کا کوئی باب جو تحقیقی لحاظ سے زیادہ پرکشش ہو تحقیق کے زیر ترتیب شمارے میں شامل کیا جائے اور اس کے آخر میں کتابیات بھی ہو۔

اس سلسلے میں سردست تو ایک یا دو باب کا عکس مع کتابیات عنایت ہو۔ اس کے بعد حسب موقع مزید اجزاء بھی شامل کیے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

یہ باب یا جزو مشینی کتابت کے ذریعے لیزر کمپوز کیا جائے گا، جس کا ٹریس مہیا کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے لیے آسانیاں بہم فرمائے۔

نیاز مند

نجم الاسلام

خدمت گرامی ڈاکٹر سردار احمد خاں صاحب

202/15-A/2

بفر زون، کراچی

یہاں پر میں قارئین کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ موصوف اپنے علمی اور فنی طریقہ کار کے ایسے خوگر تھے کہ انھوں نے میرے خط پر تاریخ نہ ہونے کی فروگذاشت کو محسوس کیا اور اس طرف توجہ دلائی۔

کچھ عرصہ بعد ایک دن اچانک میرے غریب خانے پر تشریف لائے غالباً کراچی کسی تقریب میں آئے تھے۔ اس دن مجھے بہت اچھے لگے۔ سوٹ پر ایک کھلتے رنگ کی ٹائی۔ ہشاش بشاش چہرہ روشن و خوش و خرم۔ میں نے کہا نجم صاحب آج ماشاء اللہ بہت "جچ" رہے ہیں۔ میری شوخی پر ان کے چہرے پر ایک حیا آمیز مسکراہٹ آگئی۔ فرمایا شکر (شوگر) نے بہت تنگ کیا تھا۔ آج کل انسولین کے انجکشنوں پر چل رہا ہوں۔ تم بھی انجکشن لگانا سیکھ لو۔ آرام سے رہو گے۔ کہنے لگے میں نے شعبے میں تمھارا مقالہ بہت تلاش کیا مگر ملا نہیں لہٰذا اس کی جلد جو آپ کے پاس ہو دے دیں میں خود انتخاب کرلوں گا۔ میں نے کہا شعبے کی جلد بھی قبلہ ڈاکٹر صاحب نے مجھے دے دی تھی۔ کافی دیر مزے مزے کی باتیں ہوتی رہیں پھر وہ مقالہ لے کر چلے گئے۔

خیر پور یونی ورسٹی نے مجھے ریسرچ گائیڈ بنایا ہوا ہے۔ عزیزی نثار احمد سومرو نے میرے پاس کام کیا اور "اردو میں سندھی لغات" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ یونی ورسٹی نے نجم الاسلام صاحب سے رجوع کیا۔ موصوف نے اپنی مصروفیات کے باعث ممتحن بننے سے معذرت کی اور مشورہ دیا کہ کسی اور کو ممتحن مقرر کرالوں۔ میرے پاس قبلہ استاذی ڈاکٹر صاحب کے خطوط ہیں ان کی اشاعت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ۱۵۔۳۔۱۹۹۵ء کو لکھا:

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

Dated:- 15-03-1995

محبی ڈاکٹر سردار احمد صاحب! سلام مسنون

گرامی نامہ مورخہ ۱۴ر مارچ موصول ہوا۔ اطلاع درست ہے، وہ مقالہ میں نے وصول نہیں کیا تھا۔ میری اپنی مصروفیات ایسی تھیں، اور اب بھی ہیں، جن کی بناء پر معذرت کیے ہی بنی۔ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں، کوئی اور حل نکالیں، معذرت خواہ ہوں۔

یہ معلوم کر کے تشویش ہے کہ کراچی میں آپ کی صحت خراب رہنے لگی ہے، خدا صحت عطا فرمائے اور برقرار رکھے۔ مخدومی ڈاکٹر صاحب کے مرتبہ خطوط کی ایک عکسی نقل عنایت فرمائیں۔ یہ علمی نکات پر مشتمل ہیں یا نجی نوعیت کے؟ بہر کیف چھپنے چاہیں۔ دیکھ کر مشورہ دیا جاسکتا ہے کہ کہاں شایع ہونا بہتر ہوگا۔ اشاعت کی کوئی نہ کوئی بہتر صورت نکل ہی آئے گی۔

نیاز مند

نجم الاسلام

خدمت گرامی :

ڈاکٹر سردار احمد خاں

R-202 / 15 / A / 2، بفر زون، کراچی۔

تحقیق کے مجلہ ۱۲ میں انھوں نے میرے مقالے کا ایک حصہ شامل کیا۔ میں نے ان کو لکھا کہ اگر اس کا ٹر لیس مل جائے تو اصل کتاب چھاپنے میں کفایت ہو جائے گی اس کے جواب میں انھوں نے نثار احمد سومرو کا ممتحن بننے سے پھر معذرت کی اور مجھے مشورہ دیا کہ قبلہ استاذی سے خط وکتابت سے تعلق رکھوں ان سے ملنا جلنا اس لیے بہتر نہیں کہ اب بہت نحیف ہو گئے ہیں میں نے ان سے کہا کہ مقالے کی جلد میں کسی ذمہ دار شخص سے منگوالوں گا آپ ڈاک سے نہ بھیجیں اس کے جواب میں انھوں نے لکھا:

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

Dated.:- 15-10-1998

محترم ڈاکٹر سردار صاحب!

سلام و آداب

گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ کے مطبوعہ مقالے کا ٹریس اب نہیں مل سکتا۔ کچھ عرصے تک کمپیوٹر میں کتابت کو محفوظ رکھا جاتا ہے پھر نکال دیا جاتا ہے۔ یوں بھی یہ مشینی کتابت باریک فونٹ پر تھی اور کتابی شکل کے لیے موزوں نہیں۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ نسبتہً جلی فونٹ پر اس کی دوبارہ کتابت ہو۔

اگر کفایت ہی منظور ہے تو پھر مطبوعہ مقالے کے اوراق سے عکسی نقل فوٹو کاپی مشین سے نکلوالیں، بٹر پیپر یا ٹریسنگ پیپر پر عکسی نقل عمدہ طور سے نکل آتی ہے اور اس کی کاپیاں پریس میں چھپائی کے لیے بن جاتی ہیں۔ از سرِ نو مشینی کتابت کے مقابلے میں ٹریس پر خرچ کم ہوتا ہے، بٹر پر اس سے بھی کم۔ لیکن خوبی از سرِ نو مشینی کتابت کرانے میں ہے۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ "فضلی سنز اردو بازار کراچی" سے اس کتاب کی اشاعت کے بارے میں بات کریں۔ شاید وہ چھاپنے پر آمادہ ہو جائیں۔ وہ ایک بڑے ناشر ہیں اور چھاپ سکتے ہیں۔

مخلص

نجم الاسلام

مزید: (۱) ایم۔ اے، سال دوم کے پرچے کے لیے کون سی کتاب آپ کو مطلوب ہے، نام لکھیے تاکہ بھیجی جاسکے۔

(۲) مقالے کا ممتحن بننے سے میں نے معذرت کر لی تھی اور اب بھی یہی صورت ہے۔ اب بھی معذرت ہے۔ ملتمس ہوں کہ میرا نام نہ دیں۔

مخدومی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اب اکثر میرا رابطہ خط کے ذریعے ہوتا ہے۔ آپ بھی یہی کیجیے۔ اسی میں سہولت ہے، آپ کے لیے بھی اور ڈاکٹر صاحب کے لیے بھی۔ بڑھتی ہوئی عمر میں یہی بہتر ہے کہ خط سے رابطہ رہے۔ (نجم الاسلام۔ حاشیے کی عبارت)

Marfat.com

غالباً مارچ یا اپریل ۱۹۹۹ء میں، زیر ترتیب کتاب بہادر شاہ ظفر۔ شخصیت، اور فکر و فن پر چند کلمے قبلہ و کعبہ ڈاکٹر صاحب سے لکھوانے کے لیے حیدر آباد گیا، شام کو ایک صاحب کے ساتھ نجم الاسلام صاحب کا دولت کدہ تلاش کرتا ہوا پہنچا۔ ملاقاتی کمرے میں جو شاید ان کے مطالعے کا کمرہ بھی تھا کام کر رہے تھے۔ میز پر بہت سے کاغذ بکھرے ہوئے تھے۔ ادھر ادھر کتابوں رسالوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کوئی اہم کام کر رہے تھے۔ محبت کے ساتھ بٹھایا بہت خوشی کا اظہار کیا تواضع کے لیے اٹھنے لگے میں نے منع کیا اور کہا کہ قبلہ استاذی کے ہاں سے بہت کچھ خاص طور سے مٹھائی کھا کر آیا ہوں۔ فرمایا وہاں پھر پہنچ گئے؟ ان کے اس طرح سے پوچھنے پر ایک لہر سی دل میں اٹھی میں نے کہا سالہا سال سے قبلہ و کعبہ کے گھر کے کھانے کی چاٹ لگی ہوئی ہے۔ آج بھی بہت سی مٹھائی کھائی چونک کر فرمایا شکر کا مرض ہے اور مٹھائی کھائی ہے؟ میں نے ان کے اضطراب میں اضافہ کرنے کے لیے ایک قصہ سنایا کہ ایک دفعہ قبلہ و کعبہ کے ہاں کھانا کھایا۔ پھر آں حضور مجھے قسم قسم کی مٹھائی دیتے رہے اور میں کھاتا رہا۔ بھلا نجم صاحب آپ ہی بتائیں کہ قبلہ و کعبہ عطا فرمائیں اور میں انکار کردوں؟ کوئی پاؤ بھر مٹھائی ضرور کھائی ہوگی بہت لذیز تھی پھر میں پہلی گاڑی سے سکھر چلا گیا۔ شکر چیک کی نارمل نکلی۔ نجم صاحب نے جھجک کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔ وہ مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے جیسے میں اصلی سردار احمد نہیں کوئی پراسرار ہیولہ ہوں۔ میرے اندازبیان سے ان کے چہرے پر کام کی جو ماندگی تھی کم ہونے لگی اور خود بھی مختلف لوگوں کے لطیفے سنائے۔ میں نے اجازت چاہی۔ باہر تک چھوڑنے آئے گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے۔ ان کا بھولا بھالا معصوم چہرہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہرگز معلوم نہ تھا کہ میری آخری ملاقات ہے۔

انھیں میرا مقالہ واپس کرنے کی بہت فکر تھی۔ میں نے انھیں لکھا کہ آپ ڈاک سے نہ بھیجیں میں کسی ذمے دار شخص سے منگوالوں گا۔ جواب میں مجھے لکھا:

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

Dated......................

محترم ڈاکٹر سردار صاحب!

سلام و آداب!

گرامی نامہ موصول ہوا جس سے معلوم ہوا کہ مقالہ واپس لے جانے کے لیے وہ صاحب

Marfat.com

ابھی تک تشریف کیوں نہ لا پائے۔

ایک لحاظ سے یہ اچھا ہوا، کیوں کہ ارادہ ہوا ہے آپ کے مقالے کا مزید کچھ حصہ بہ طور قسط دوم زیرِ ترتیب شمارے میں (رسالہ تحقیق کے شمارہ دوازدہم میں) شامل کیا جائے۔ شروع کے تین ابواب پہلے چھپ چکے ہیں۔

مخلص

نجم الاسلام

خدمت گرامی:

جناب ڈاکٹر سردار احمد خاں صاحب

202/15-A/2

بفر زون، نارتھ کراچی،

کراچی۔

مراسلت کے لیے:

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

سی ۷/۲، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،

لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

تحقیق کا بارہواں شمارہ مجھے ارسال فرمایا۔ میں نے شکریے کے ساتھ شاید لکھا تھا کہ اس جگر کاوی کو آپ کا جگر ہی جانتا ہوگا۔ اس کے جواب میں ۲۰۰۰-۱۱ کا یہ خط موصول ہوا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

Dated.........................

محبی ڈاکٹر سردار صاحب!

سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۳۰ راکتوبر موصول ہوا جس سے معلوم ہوا کہ رسالہ تحقیق کا تازہ شمارہ

Marfat.com

آپ کو مل گیا ہے۔ کلمات تحسین کے لیے تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ گھریلو پریشانیوں میں گھرے ہونے کے باوجود اور صحت کے مسائل کے ہوتے ہوئے بھی بہادر شاہ ظفر پر کام میں منہمک رہنا اور اسے پایہ تکمیل کو پہنچانا آپ ہی کا کارنامہ ہے۔ اس کتاب کے طبع ہونے کا انتظار رہے گا۔ خدا آپ کو صحت مند اور سلامت رکھے۔

مخلص

نجم الاسلام

خدمت گرامی :

جناب ڈاکٹر سردار احمد خاں صاحب

202/15-A/2

بفر زون، نارتھ کراچی،

کراچی۔

مراسلت کے لیے :

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،

لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

پس نوشت : محترم آفاق صدیقی صاحب کا، ڈاک کا پتا معلوم ہو تو ازراہ کرم تحریر فرمایئے، ملاقات ہو جاتی ہو تو میرا سلام بھی پہنچایئے اور مجھے ممنون کیجیے۔ میں انھیں رسالہ تحقیق کا ایک نسخہ تحفۃً بھیجنا چاہتا ہوں۔

دستخط۔ 4/11/200

عزیزی محمد یوسف خشک، نجم الاسلام صاحب کے ہونہار شاگرد ہیں اور شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی خیرپور میں شعبہ اردو کے سربراہ ہیں۔ پہلی ملاقات میں بہت اچھے لگے بالکل جانے

Marfat.com

پہنچانے۔ انھوں نے اپنے واجب التعظیم استاد کی شخصیت کو اپنی ذات میں سمو لیا ہے۔ وہی کام کی لگن،، وہی انہماک، وہی متانت، وہی استغراق، شائستگی، ملنساری، کم گوئی، خندہ زیر لبی سب کا سب استاد کا روپ۔ ہر سال شعبۂ اردو سے اپنے استاد کی طرح مجلّہ "الماس" نکالتے ہیں اور اپنی محبت کے باعث مجھے بھی متعارف کرانے کے لیے لکھنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ "الماس" ۱۹۹۹ء میں انھوں نے میرا مضمون "میر سوز کے تلامذہ اور مقلدین" شامل کیا تھا۔ ۲۰۰۰ء کے الماس میں انھوں نے میری زیرِ طبع کتاب "بہادر شاہ ظفر۔ شخصیت اور فکر و فن" سے ایک حصہ لے کر "ذوق و ظفر" کے عنوان سے شامل اشاعت کیا۔ اس کی بابت ۴ جنوری ۲۰۰۱ء کے خط میں اس طرح اظہارِ خیال فرمایا:

ڈاکٹر نجم الاسلام

پروفیسر شعبہ اردو

Dated.......................

محترمی ڈاکٹر سردار صاحب!

سلام و آداب

عید کارڈ موصول ہوا۔ شکریہ

اسی دن الماس شمارہ دوم خیر پور سے پہنچا، اس میں آپ کے مقالے "ذوق و ظفر" کا پہلا حصہ پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ نے عمدہ طور پر لکھا ہے اور ظفر کے ساتھ زیادتی کرنے والے حامیانِ ذوق کی خوب خبر لی ہے۔ اب اس مقالے کے دوسرے حصے کا انتظار رہے گا۔

آپ کا مقالہ علیہ، میر سوز پر، میرے پاس آپ کی امانت ہے۔ آپ فرمائیں تو رجسٹرڈ پوسٹ سے واپس کر دیا جائے۔ یا پھر جس طرح آپ چاہیں۔ اس کے دونوں مقالات مطبوعہ تحقیق شمارہ ۱۲۔ ۱۳ کے آف پرنٹس بھی پوسٹ کیے جائیں گے، عن قریب، ان شاء اللہ۔

مخلص

نجم الاسلام

Marfat.com

لٹر نجم الاسلام
وفیسر شعبہ اردو
Dated......................

خدمت گرامی :
اب ڈاکٹر سردار احمد خاں صاحب
202/15-A/
زون، نارتھ کراچی،
اچی۔

مراسلت کے لیے :
لٹر نجم الاسلام
وفیسر شعبہ اردو
۷/۲ بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

نجم الاسلام صاحب کے ہاں "من تراحاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" کا چلن نہیں تھا انھوں نے کوئی حلقہ یا بہ قول لوگوں کے اپنی "لابی" بنائی نہ کسی سے اپنے لیے تعریف و توصیف چاہی اور نہ کسی کی خوشنودی کے لیے بے جا تعریف کی۔ وہ اتنے علم پرور تھے اور اتنے قدر شناس کہ از خود تحسین و آفرین کرتے تھے۔ ان کی پسندیدگی سے بہت اطمینان ہوا۔ بہت مسرت ہوئی، جی چاہنے لگا کہ دوسری قسط بھی ان کی نظر سے گذرے۔ ان کا محتاط اور معتبر قلم بہت سنبھل سنبھل کر چلتا تھا۔

میرے ایک کرم فرما ابصار صاحب ہیں۔ حیدر آباد میں رہتے ہیں کراچی میں ملازمت کرتے ہیں اتوار حیدر آباد میں گذارتے ہیں۔ میں نے نجم صاحب کے نام پرچہ دیا کہ مقالے کی جلد حامل رقعہ ہذا کو دے دیجیے۔ ۱۱ فروری ۲۰۰۱ء کو ابصار صاحب نے کتاب ان سے لے لی اور ۱۲ فروری کو میرے مقالے کی جلد اور طبع شدہ مضمون کی بہت سی کاپیاں ابصار صاحب نے مجھے

Marfat.com

پہنچائیں اور کہا کہ آپ کو بہت بہت سلام کہا ہے۔ کراچی میں گوشہ نشینی کی زندگی ہے۔ میں ہوں میرا جگر گوشہ اور اس کی خدمت گزاری۔ اخبار پر اچٹتی نظر پڑی یا نہ پڑی۔ ۱۶ ار فروری کو عزیزی یوسف خشک کا فون آیا کہ کل کراچی آپ کے پاس آرہا ہوں۔ ۱۷ ار فروری کو وہ میرے غریب خا[نے] پر تشریف لائے۔ دل شکستہ آواز سے انھوں نے نجم الاسلام صاحب کی رحلت کی خبر سنائی۔ یہ زند[گی] بھر کی اچانک اور بری خبروں میں سے ایک بری خبر تھی۔

میرے مقالے کی جو جلد تھی اس کو وہ میری امانت لکھتے رہے اور جلد سے جلد اس کو واپ[س] کرنے کا لکھتے رہے وہ بہت بڑے امانت دار تھے۔ امانت واپس کرنے کے بارہ گھنٹوں میں انھوں نے اپ[نی] جاں، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ میری آنکھوں کے سامنے ان کا پاکیزہ چہرہ آگیا۔ اب میر[ے] مضمون کی دوسری قسط کون دیکھے گا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اپنی تصنیف خود حیدر آباد جا کر پیش کروں گا۔ وہ میری محنت کو اس طرح سراہیں گے جیسے انسان اپنی محنت کو بیان کرتا ہے۔ وہ اتنے بڑے انسان تھے کہ انھوں نے کبھی اپنی بڑائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ انھوں نے علم و عمل کا ایک اسلوب قائم کیا۔ اچھ[ی] نظیریں اور مثالیں چھوڑیں۔

زندگی ایک فریب ہے۔ اس جہان رنگ و بو میں قدم رکھتے ہی انسان اس فریب کا شکا[ر] ہو جاتا ہے حالاں کہ ہماری آنکھوں کے سامنے "مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے" مگر ذہن اس طرف مائل نہیں ہوتا۔ پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب اب ہمارے درمیان نہیں رہے ہیں وہ ہم سے بہت دور جنت کی فضاؤں میں مامون و مسرور ہوں گے۔ زندگی اور موت کوئی حیرت انگیز کیفیت نہیں ہے۔ یہ تو کائنات کی تقدیر کے دو نشان ہیں۔ لیکن مبارک ہیں وہ لوگ جن کے مرے پیچھے زند[ہ] لوگ ان کو اچھے الفاظ سے یاد کریں اور وہ اپنے پیچھے ایسے افراد چھوڑ جائیں جو دیدہ ور ہوں۔ جو انسا[نی] زندگی کو علم و دانش سے معمور کر دینے والے ہوں۔

نجم الاسلام صاحب نے اپنی خودی کی بھی تعمیر کی اور اپنے نوجوانوں کو بھی خود آگاہ بنایا۔

اہل علم کے ہاتھ کا لکھا ہوا کاغذ کا ایک پرزہ بھی نہ ان کی ملکیت ہوتا ہے اور نہ ان کی جن کے ہاتھ لگ جائے۔ وہ تو طالبان علم کی امانت اور میراث ہوتا ہے۔ بہ قول غالب "چند حسینوں کے خطوط" اپنی زندگی ہی میں مشتاقان دید کی نذر کر دوں تا کہ دیانت اور امانت داری کا حق ادا ہو جائے اور مرحوم کے اعلیٰ اوصاف کی تشہیر ہو سکے۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمود الرحمٰن

ڈاکٹر نجم الاسلام ـــــ چند یادیں، چند باتیں

جامعۂ سندھ سے ۱۹۵۸ء میں بی۔اے آنرز (اردو) کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں، کوٹری سے سکھر چلا گیا تھا، جہاں میرے بہنوئی سید محبوب حسن ریلوے میں انجینئر تھے۔ عجب اتفاق کہ ریلوے ہائی اسکول سکھر، میں ایک ٹیچر کی اسامی خالی تھی۔ اس وقت اسکول کے ہیڈ ماسٹر عبدالرب صاحب تھے۔ میں حسن صاحب کو بہ غیر بتائے ان کے پاس پہنچ گیا۔ موصوف نے میری علمی کارکردگی دیکھی اور کوٹری ہائی اسکول میں میرا تین سالہ تدریسی تجربہ دیکھا تو فوراً ہی رکھ لیا۔ اس طرح مجھے اس اسکول اور خاص طور پر اس کمرے میں پڑھانے کا سنہری موقع ملا جہاں میرا جی نے تعلیمی مراحل طے کیے تھے۔

ریلوے اسکول میں سیکنڈ ہیڈ ماسٹر جناب مبارک حسین تھے۔ انھوں نے نام ور نقاد پروفیسر کلیم الدین احمد کے زیر سایہ انگریزی ادب میں بی۔اے (آنرز) اور ایم۔اے کے کورس کی تکمیل کی تھی۔ اردو کے نام ور غزل گو حضرت شاد عظیم آبادی کے شاگرد رشید حضرت حمید عظیم آبادی، مبارک صاحب کے والد تھے اور ان ہی کے ساتھ رہتے تھے۔

مبارک صاحب مرنجان مرنج طبیعت کے آدمی تھے۔ شاعر بھی تھے، ادیب بھی اور مصنف بھی! چوں کہ میری ان سے گہری دوستی ہو گئی تھی، لہٰذا ہم دونوں شاہی بازار سے ہوتے ہوئے گھنٹہ گھر پہنچتے جہاں کاٹھیاوار کے رہنے والے ایک شخص کا پریس تھا۔ وہ مبارک صاحب کی کتابیں شائع کیا کرتا تھا۔ وہاں سے مبارک صاحب مجھے گھر چھوڑنے جایا کرتے (یعنی حسن صاحب کے بنگلے پر)۔ راستے میں جہاں شمسی مرحوم کے روزنامہ "کلیم" کا دفتر تھا، وہیں میونسپل لائبریری کے متصل پختہ اور اعلیٰ درجے کے مکانات تھے۔ ہم دونوں ان تمام علائق سے بے پرواہ حلوان میں اتر جاتے۔ میں اپنے گھر چلا جاتا اور وہ تانگے کے ذریعے پرانا سکھر روانہ ہو جاتے۔ ہفتے میں دو ایک دن یہ "سیر گشتی"

Marfat.com

ضرور انجام پاتی۔

ایک دن ڈھلوان میں اترنے کی بہ جائے مبارک حسین صاحب میونسپل لائبریری ملحقہ مکانات کی طرف چلے گئے اور بہ آوازِ بلند پکارنے لگے۔

"فاروق صاحب! فاروق صاحب!"

میں اس نام سے واقف نہ تھا اور کچھ پوچھنا بھی غیر اخلاقی بات تھی، لہٰذا خاموش رہا۔ کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دیکھا کہ لانبے قد اور بھرے بھرے بدن کے ایک شخص دروازے سے باہر رہے ہیں۔ روشن چہرہ، لبوں پر ملکوتی مسکراہٹ، آنکھوں میں معصوم سی چمک! میں نے سمجھا کہ یہی فاروقی صاحب ہیں جنھیں مبارک صاحب آواز دے رہے تھے، مگر وہ تو کوئی اور تھے جو یہ کہہ رہے تھے:

"فاروقی صاحب اس وقت گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آیئے! اندر تشریف لائیں۔ کوئی کام ہو تو بتائیں"۔

"نجم الاسلام صاحب! کوئی خاص بات نہیں! فاروقی صاحب کے اسکول کے متعلق کچھ باتیں دریافت کرنی تھیں۔ اور بس! میں چلتا ہوں"۔

یہ کہہ کر مبارک صاحب مڑے، میں بھی انھی کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ البتہ دل میں ایک ہوک سی اٹھ رہی تھی۔ یعنی یہ فاروقی صاحب کون ہیں اور یہ صاحب جوان کی نیابت کر رہے ہیں، آخر یہ کون ہیں؟ استفسار کرنے پر پتا چلا کہ فاروقی صاحب سکھر کے ایک بہت اعلیٰ درجے کے انگلش میڈیم اسکول میں مدرس ہیں اور یہ نجم الاسلام صاحب ان کے عزیز ہیں۔

لکھنے پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں، ادبی رسائل میں ان کی تخلیقات شائع ہوتی ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ اور معلوم نہ ہو سکا۔

پھر ان صاحب کو دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں اس قدیم شہر میں ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۱ء تک مقیم رہا۔ اس دوران وہاں بڑے بڑے ادبی اجتماع ہوئے۔ پاک و ہند مشاعرے منعقد ہوتے رہے۔ پاکستان رائٹرز گلڈ کے تحت برادرم پروفیسر آفاق صدیقی پاکستان بھر کے ادیبوں اور شاعروں کو بلواتے رہے۔ خود میرے خاندانی بزرگ پروفیسر ڈاکٹر نعیم ندوی بہ حیثیت پرنسپل، اسلامیہ کالج، علمی و ادبی قسم کی مجلسوں کا انعقاد کرتے، حتیٰ کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کو بھی اپنے ادارے میں مدعو کرنے میں کام یاب ہو گئے تھے۔ ادھر، مہران ہال میں شیخ ایاز، شیخ عبدالرزاق راز، نکہت بریلوی،

Marfat.com

حسن حمیدی اور مظہر جمیل کی مساعی جمیلہ کی بدولت بڑے بڑے سیمینار منعقد ہوتے ـــــ مگر عجیب بات کہ ایسی تمام محفلوں، مجلسوں، مذاکروں، مشاعروں اور ادبی سنگتوں میں سبھی نظر آتے، مگر ایک نجم الاسلام دکھائی نہ دیتے۔ نہ وہ کبھی شاہی بازار میں گھومتے نظر آئے نہ گھنٹہ گھر کے آس پاس دکھائی دیے۔ استفسار پر اتنا پتا چلا کہ وہ کم سخن ہیں، کم آمیز ہیں اور "ہاؤ ہو" قسم کی محفلوں میں جانے سے اجتناب برتتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں مرحوم سے قریب نہ ہو سکا، حتیٰ کہ مبارک صاحب کے ساتھ ان کی دہلیز پر جانے کے بعد جو پلٹا تو پھر کبھی نہ گیا۔ اور یوں سکھر میں ان سے یہ پہلی ملاقات وہاں کی آخری ملاقات تھی!

سندھ یونی ورسٹی سے پرائیوٹ طور پر ایم اے کرنے کے بعد میں جون رجولائی ۱۹۶۱ء میں کراچی آگیا اور پھر نان جویں کا جویاں کر مختلف کالجوں، اداروں، ادبی مجلوں کے دفاتر میں وقت گزارتا رہا، حتیٰ کہ ۱۹۷۲ء میں نیشنل بک فاؤنڈیشن سے وابستگی ہوئی۔ اسی دوران استاذی المحترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں مد ظلہ، کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کرنے کا ارادہ کیا۔ اسی بہانے سندھ یونی یونیورسٹی جام شورو کے چکر لگتے رہے۔

اب جو شعبۂ اردو میں آنا جانا شروع ہوا تو ۱۹۵۸ء کا وہ منظر جو سکھر کے دوران قیام نظر سے گزر چکا تھا، پھر سامنے آگیا۔ لانبا قد، بھرا بدن، روشن چہرہ، لبوں پر ملکوتی مسکراہٹ، آنکھوں میں معصوم سی چمک اور چہرے پر دلآویز داڑھی! یعنی نجم الاسلام صاحب یہاں براجمان ہو چکے تھے۔ اپنی تمام تحقیقی کاوشوں، علمی مشغولیوں اور تدریسی تجربوں کے ساتھ!

میں جب بھی کراچی سے بہ ذریعہ بس جام شورو پہنچتا اور شعبے میں داخل ہوتا تو مرحوم نہایت تپاک سے خیر مقدم کرتے، فوراً ٹھنڈا پانی منگواتے اور پھر چائے بسکٹ سے تواضع کرتے۔ میرے ایم اے کے تحقیقی مقالے "اردو میں بچوں کا ادب" کی بے حد تعریف کرتے۔ (واضح رہے کہ قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں مد ظلہ کی نگرانی میں تیار کیا جانے والا یہ ضخیم مقالہ مخدومی ڈاکٹر ممتاز حسن، بانی و صدر نیشنل بینک آف پاکستان کی وساطت سے شائع ہو چکا تھا)۔ اور اب میری یہاں آمد پر ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالے "جنگ آزادی کے اردو شعراء" کی پیش رفت کی بابت دریافت کرتے، مگر کوئی مشورہ دینا سوئے ادب سمجھتے کہ میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں قبلہ کی نگرانی میں کام کر رہا تھا اور یوں نجم الاسلام صاحب مجھے اپنا "ہم کتب" سمجھتے۔ ویسے میں خود کو اس "اعزاز" کا قطعاً حق دار نہیں سمجھتا۔

Marfat.com

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک!

اگرچہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے میری دوبدو ملاقات بہت ہی کم رہی ہے، لیکن جامعہ سندھ اور خصوصاً قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ العالی کے حوالے سے مرحوم نے میرے نہاں خانہ دل میں اپنی پر خلوص ذات، بے لوث محبت، قابل احترام استاد، اعلیٰ پائے کے محقق اور بھلے انسان کے طور پر جو ایک جگمگاتی جگہ بنالی ہے، اس کی تابناکی زیر لحد بھی میرے خاکستر بدن میں قائم رہے گی کہ اس "مرد مومن" نے کبھی نام لے کر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ جب بھی ہم کلام ہوئے، "شاہ جی" کہہ کر خطاب کیا۔

اس وقت جب موصوف ابدی نیند سو چکے ہیں، میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ آخر سکھر کے تین سالہ قیام کے دوران، ڈاکٹر صاحب سے ایک ہی ملاقات کیوں ہوئی اور وہ بھی سرراہے! اور سننے میں یہی آتا رہا کہ وہ کم سخن بھی ہیں اور کم آمیز بھی! اب، تقریباً نصف صدی بعد، پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو موصوف کی یہ "فطرت"، حق بہ جانب تھی! اس لیے کہ وہ دنیائے تحقیق کے کلومی تھے۔ ادبی تلاش و جستجو ان کا خاص میدان تھا۔ ایسے کام میں "ہاؤ ہو" کا گزر نہیں ہوتا، سیر سپاٹے کی گنجائش نہیں ہوتی، مٹر گشتی کا تصور بھی محال ہے۔ تحقیق کے گہرے سمندر میں غوطہ زنی ہما شما کا کام نہیں۔ یہ تو پتّا مارنے کے مترادف ہے۔ کوہ کندن، کاہ بر آوردن کی مثال ہے۔ رات کی تاریکی میں جب سارا عالم محوِ خواب ہوتا ہے، محقق اپنے لہو کے چراغ جلا کر ادب کے آثار کا کھوج لگاتا ہے۔

اور ہمارے محترم ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم ایسے ہی محققین میں تھے۔ بھلا، انھیں کہاں فرصت کہ گھنٹہ گھر کی سیر کرتے پھریں، مہران سنٹر میں بیٹھے مشاعرہ سماعت فرماتے رہیں، دوستوں کے ساتھ ہوٹلوں میں بیٹھے چائے کی پیالیاں انڈیلتے رہیں۔ وہ تو اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ تحقیق کے گھنے جنگل میں آبلہ پائی کرتے گزار دینا چاہتے تھے ـــــ اور انھوں نے زندگی بھر یہی کارنامۂ عظیم انجام دیا ـــــ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر، محفلوں سے دور رہ کر، خوش فعلیوں سے منہ موڑ کر! جبھی تو نجم الاسلام دنیائے تحقیق کے نجم درخشندہ بنے اور آنے والے محققوں کے لیے راہ اجال گئے۔ اس سعی و کاوش، اس جدوجہد، اس جاں فشانی، اس پتّاماری اور اس بے آرامی کا ماحصل مرحوم کے وہ معرکۃ الآرا مضامین و مقالات ہیں جو اردو کے بلند پایہ مجلات میں شائع ہو کر بڑے بڑے جغادریوں سے داد و تحسین حاصل کرتے رہے۔ اور پھر ان کی زیرِ نگرانی ریگ زار سندھ سے خیابانِ ادب کی صورت

Marfat.com

ر نے والا رسالہ "تحقیق" ان کے گراں قدر کارنامے کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

میونسپل لائبریری سے متصل چھوٹے سے ایک مکان میں سب سے الگ تھلگ رہ کر قیق میں سر کھپانے والے اور لطیف آباد کے ایک دور افتادہ مسکن میں مقیم ہو کر اردو ادب کی قرار قعی خدمت سرانجام دینے والے ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم کی روح پر فتوح آج یہ اعلان کرنے میں ق بہ جانب ہے:

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

Marfat.com

ڈاکٹر عارف نوشاہی

نجم الاسلام کے خطوط عارف نوشاہی کے نام

ڈاکٹر نجم الاسلام (وفات ۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء) کے لیے میرے تعارف کی وجہ میرا رسالہ (بہ اشتراک دیگران) "کتاب شناسی" بنا(۱) اور میری ان سے شناسائی اُن کے مجلّے "تحقیق" سے ہوئی۔ دونوں رسالوں کا مزاج اور منہاج ایک ہی تھا۔ لیکن کتاب شناسی وسائل کی عدم دستیابی کے باعث تین اشاعتوں کے بعد جاری نہ رہ سکا، "تحقیق" کے ڈاکٹر نجم الاسلام نے تیرہ شمارے نکالے۔ خدا کرے یہ اُن کے بعد بھی شائع ہوتا رہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام نے "تحقیق" کو ایک ایسا وقیع مجلّہ بنادیا تھا گویا مولوی محمد شفیع مرحوم کے زمانے کے اورینٹل کالج میگزین (لاہور) کی تجدید ہوگئی ہے۔ بیسویں صدی کے آخری ربع میں "تحقیق" کا پورے برصغیر میں کوئی مدمقابل نہ تھا۔ ٹھیک ہے رسائل کی اشاعت کے لیے "زر" کی بھی ضرورت ہوتی ہے، لیکن "تحقیق" نے اپنے امتیاز کی سعادت بہ زور زر حاصل نہیں کی، بلکہ یہ محض ڈاکٹر نجم الاسلام کی جاں کاہی اور ان کے علمی مرشد مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں مدظلہ العالی کے انفاس طیبہ کے بدولت ہے۔ جس مجلّے کو ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، ڈاکٹر مختار الدین احمد اور ڈاکٹر نذیر احمد (اللہ تعالیٰ سب کا سایہ مدام رکھے) جیسے ثقہ محققین کا تعاون حاصل ہو وہ اسم با مسمّٰی ہوگا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام سے اپریل ۱۹۸۹ء میں تعارف ہوا، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک قلبی اور قلمی تعلق کی صورت میں استوار ہوتا چلا گیا اور آخری وقت تک پایدار رہا۔ ڈاکٹر صاحب کا آخری خط ۱۲ر جولائی ۲۰۰۰ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس گیارہ سالہ دورِ مراسلت میں ان کے بیس مکاتیب اور دو ہدیے ملے۔ میں ستمبر ۱۹۸۹ء تا جولائی ۱۹۹۳ء تہران میں رہا، اس دوران بھی ان سے برابر رابطہ

---

(۱) کتاب شناسی کے شمارۂ اول و دوم پر ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کے شمارہ ۳/۱۹۸۹ء میں تبصرہ کیا۔

Marfat.com

رہا۔ میں نے تہران میں مقیم ایک ہندوستانی نوجوان محقق ڈاکٹر سید حسن عباس صاحب کو "تحقیق" سے متعارف کروایا اور ان سے مضمون "ایران میں اردو مخطوطات" لکھوا کر "تحقیق" میں چھپوایا۔ ڈاکٹر نجم الاسلام سے کہہ کر تہران یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کے لیے ان کی تصانیف حاصل کیں اور شعبۂ اردو سندھ یونی ورسٹی کا تعلق کچھ ایرانی علمی رسائل سے برقرار کیا۔ تہران سے واپس آکر بھی ڈاکٹر صاحب سے مسلسل رابطہ رہا۔ وہ "تحقیق" کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنے کے لیے کہتے رہتے لیکن میں بہت کم وقت نکال پایا اور شاید صرف دو مضامین ہی پیش کر سکا۔

مجھے ٹھیک طرح یاد نہیں پڑتا کہ آیا ڈاکٹر صاحب سے ان گیارہ سالوں میں کوئی روبرو ملاقات بھی ہوئی تھی یا نہیں؟ لیکن یہ ضرور یاد ہے کہ ۱۹۹۸ء میں جب وہ غالب انسٹی ٹیوٹ، دہلی کی طرف سے غالب سیمینار کے لیے مدعو تھے تو انھوں نے حیدر آباد سے مجھے فون کیا اور ویزے کے حصول کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کیں (میں بھی مدعو تھا)، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ڈاکٹر صاحب سے بالمشافہ ملاقات ہوئی یا نہیں، کیوں کہ ان کے خطوط اور "تحقیق" کے ذریعے میں انھیں اپنے قریب ہی پاتا تھا اور اب بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں ان سے نہیں ملا۔ خدا اُن کے اُخروی درجات بلند فرمائے۔

Marfat.com

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں

ڈاکٹر نجم الاسلام ـــــ چند تاثرات

جہاں بہت سے نامور محققین، ادیب اور شاعر اپنے خالق حقیقی سے جاملے وہاں ڈاکٹر نجم الاسلام بھی اپنے حصے کا وقیع اور قابلِ ذکر کام کر کے اس بستی کی طرف تشریف لے گئے جہاں سے آج تک کوئی واپس نہیں آیا لیکن وہ ہم لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں۔ اہل علم ہمیشہ زندہ رہتے ہیں صرف مقام بدل جاتا ہے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام نے اپنے پیچھے تحقیق علم اور تنقید کا جو اثاثہ چھوڑا ہے وہ تشنگان کو رہتی دنیا تک سیراب کرتا رہے گا، یہ مقام و مرتبہ ان کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔

میرا ایک طویل عرصے تک سکھر سندھ سے تعلق رہا ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام انڈیا سے ہجرت کرنے کے بعد غالباً سکھر آئے تھے۔ انھوں نے ماڈرن ہائی اسکول میں کچھ عرصے پڑھایا تھا۔ شاید بہت سے لوگوں کو یہ علم نہ ہو کہ وہ فزکس اور کیمسٹری کے بھی بے مثل استاد تھے۔ ماڈرن ہائی اسکول میں وہ ان اساتذہ میں شامل تھے جن کا دور دور شہرہ تھا۔ ان کے برادر نسبتی محترم بدرالدین فاروقی صاحب وہاں وائس پرنسپل ہوا کرتے تھے۔ اتفاق سے دونوں حضرات کے گھرانے ہمارے پڑوس ہی میں تھے اور ان لوگوں کا انتہائی شریف النفس اور خاندانی حضرات کی حیثیت سے احترام کیا جاتا تھا خود اسکول کے پرنسپل عبدالصمد خان انھیں دل و جان سے عزیز رکھتے تھے۔ میں نے میٹرک تک ان سے پڑھا اور پھر وہ اسی اسکول میں میری اسسٹنٹ ٹیچر کی حیثیت سے تقرری کے بعد میرے بزرگ ساتھی بن گئے۔ اس سے قبل میں نے انھیں ایک انتہائی قابل اور شفیق استاد کی حیثیت سے دیکھا اور پرکھا تھا اور اب وہ اسٹاف روم میں ہمارے قابلِ احترام ساتھی کی حیثیت میں ہمارے سامنے تھے۔ وہ کم گو تھے لیکن علم و ادب یا سماجی موضوعات پر گفتگو کرتے وقت سب ان کے تبحر علمی سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ پاتے تھے۔ ان میں مزاح کو ابھارنے کی جو صلاحیت تھی اس سے محفل کشت

Marfat.com

زعفران ہو جایا کرتی تھی اتفاق سے ایک بار چند اساتذہ نے ان سے کہا کہ تنخواہ ختم ہو گئی ہے اور مشکل سے گزارا ہو رہا ہے اس سلسلے میں کچھ کیجیے۔ پرنسپل عبد الصمد خان بہت رعب دار شخصیت کے مالک تھے کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ان کو اپنی پیتا سناتا۔ ڈاکٹر نجم الاسلام مسکرائے مگر خاموش رہے۔ دوسری صبح سب نے دیکھا کہ انھوں نے ایک شعر اسٹاف روم میں لکھا اور پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ عبد الصمد خاں صاحب کا وہاں سے گزر ہوا۔ انھوں نے شعر پڑھا اور تیزی سے آفس سپرنٹنڈنٹ کے پاس گئے اور اسے کچھ ہدایات دے کر اپنے کمرے میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ آفس سپرنٹنڈنٹ نے تنخواہوں کا بل تیار کر لیا اور ہمیں نئے مہینے کی تنخواہیں وقت سے کافی پہلے مل گئیں۔ ویسے بھی ڈاکٹر نجم الاسلام انسانی ضروریات کو سمجھنے اور اپنے ساتھیوں کی دستگیری کرنے کے لیے مشہور تھے۔ ان سے کوئی بھی شخص اپنا دکھ درد بیان کر سکتا تھا۔ تکبر ان کے پاس نام کو نہ تھا۔ اپنے شاگردوں اور ساتھیوں پر اپنے طرزِ عمل سے وہ ہمیشہ ہی گہرا تاثر چھوڑتے تھے۔

پھر اچانک یہ ہوا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے سکھر چھوڑ کر حیدر آباد سندھ کو اپنا مستقر بنا لیا وہاں جا کر "دبستانِ دہلی کی نثر" جیسے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ جامعہ سندھ میں درس و تدریس سے متعلق ہو کر انھوں نے کافی نام کمایا۔ ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین نقوش جیسے وقیع ادبی پرچے میں شائع ہوئے۔ اس عرصے میں ان سے صرف ایک ملاقات جنرل لائبریری سکھر میں ہوئی وہ بڑی محبت سے ملے اور اس کے بعد دوسری ملاقات بڑی یادگار رہی اس لیے کہ جب بسلسلہ پی۔ ایچ۔ ڈی وہ بیرونی ممتحن کی حیثیت سے اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں میرے گائیڈ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی مرحوم اپنی نشست پر تشریف فرما تھے تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب خود خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ جس طالب علم کو انھوں نے سکھر میں میٹرک تک پڑھایا تھا وہ تحقیق کے میدان میں بھی ان کا شاگرد نکلا۔ انھوں نے میرے مقالے "آزادی کے بعد اردو ناول ہیئت اسالیب اور رجحانات" (۱۹۴۷ء۔ ۱۹۸۷ء) کو پسند کیا تھا۔ بعد میں میرے بہت زیادہ پوچھنے پر ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے صرف اتنا بتایا کہ ڈاکٹر نجم الاسلام نے اپنی رپورٹ میں بالخصوص یہ لکھا تھا کہ تم نے اپنے انگریزی ادب کے مطالعے سے اپنے مقالے کو خاصا فائدہ پہنچایا ہے۔ یہ قدرتی بات تھی کہ چوں کہ میں کالج میں انگریزی ادب پڑھا رہا تھا اس لیے ناول کی تحقیق کے لیے میں نے وہاں سے بہت کچھ اخذ کیا تھا۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر نجم الاسلام انگریزی ادب میں بھی درک رکھتے تھے وہ اس زمانے کے بی اے تھے جب گریجویشن کے طالب علم کو انگریزی ادب سے

Marfat.com

خاصے مصنفین پڑھا دیے جاتے تھے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام جامع الصفات اور جامع العلوم شخصیت تھے۔ تحقیق و تنقید ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کی مصروفیت اور استغراق کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے اپنے تحقیقی مقالے کی اشاعت پر کوئی توجہ نہیں کی جب کہ وہ ایسی پوزیشن پر فائز تھے کہ سندھ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے لے کر انجمن ترقی اردو اور دیگر موقر اداروں میں سے کسی بھی ادارے سے اپنی کتاب کی اشاعت کا بندوبست کرا سکتے تھے۔ وہ دوسروں کی حوصلہ افزائی کر کے چراغ سے چراغ جلانے کا اہتمام کر رہے تھے۔ یونی ورسٹی کا مجلہ "تحقیق" ان کے اشاعتی کارناموں میں ایک کارنامہ ہے۔ اس پرچے میں چھپنے والے مضامین کی اہمیت صرف سنجیدہ پڑھنے لکھنے والے ہی جانتے ہیں۔ اس پرچے کے لیے اچھے مضامین کے حصول کی ڈاکٹر صاحب نے جس قدر کوششیں کی ہوں گی اس کا احساس صرف اہل علم کو ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کئی کتابیں لکھیں۔ تقریباً تین درجن سے زائد مقالے تحریر فرمائے۔ ان کی نگرانی میں ایک درجن سے زائد مقالے تحریر کیے گئے۔ ان سے ہٹ کر بھی انھوں نے بہت تحقیقی کارنامے انجام دیے۔ ان کا یہ اثاثہ اہل علم کا بھی اثاثہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے آخری ملاقات غالباً نومبر ۱۹۹۹ء میں حیدر آباد میں ہوئی تھی۔ وہ حسب معمول اپنی کتابوں کی دنیا میں گم تھے۔ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ بولے تمھارے مضامین رسائل میں دیکھتا رہتا ہوں لکھتے رہو۔ اور پھر کہنے لگے کہ "اردو ناول پر لکھے گئے دیباچوں کی تنقیدی اہمیت" کے موضوع پر ایک طویل تنقیدی و تحقیقی مضمون لکھو۔ میں نے وعدہ کر لیا کہ لکھوں گا۔ پھر اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں۔ "تحقیق" کے لیے لکھنے کا بھی وعدہ لیا۔ چلتے وقت بھی وہی گرم جوشی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اب یہ چہرہ کبھی نہ دیکھنے کو ملے گا۔ خدا ان کی مغفرت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔

کبھی کبھار وہ خط بھی لکھتے تھے۔ ان کے مکتوبات پوری اردو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اگر وہ بھی یکجا ہو جائیں تو ان سے ڈاکٹر نجم الاسلام کی علمی و ادبی حیثیت اور عظمت کا اور بھی بہتر اندازہ ہو گا۔ ڈاکٹر صاحب اردو تحقیق کی دنیا کا بیش بہا اثاثہ تھے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم انھی کی طرح جوش، جذبے، اور لگن کے ساتھ اور انھی کی طرح صلے اور ستائش کی پروا نہ کرتے ہوئے ان کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

Marfat.com

سید جمیل احمد رضوی

ڈاکٹر نجم الاسلام (مرحوم)

ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (وفات ۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء) سے تعارف ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ہوا ۔ نہایت شریف النفس ، ملنسار، خلیق اور وضعدار شخصیت کے مالک تھے۔ غالباً ان سے پہلی ملاقات ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے دفتر میں ہوئی۔ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب اس زمانے میں یونی ورسٹی اورینٹل کالج، لاہور میں پرنسپل تھے۔ اس وقت پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، علامہ اقبال کیمپس (اولڈ کیمپس) میں واقع تھی۔ یونی ورسٹی اورینٹل کالج اور لائبریری (اولڈ کیمپس والی عمارت) دونوں ادارے قریب قریب ہی تھے۔ جب ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب اس کالج کے شعبہ اردو میں آتے، تو وہاں سے فارغ ہو کر لائبریری میں آجاتے اور شرف ملاقات کا موقع دیتے۔ ان کی شخصیت بہت وجیہ و شکیل اور باوقار تھی۔ کم گو تھے۔ عام طور پر صرف مطلب کی بات کرتے۔ خوش لباس و خوش اطوار تھے۔

۱۹۸۶ء میں اسلام آباد میں "اردو میں فنی تدوین" کے موضوع پر سہ روزہ ورک شاپ (از ۲۴ تا ۲۶ جون) منعقد ہوئی۔ اس کا اہتمام ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد کے اشتراک سے کیا تھا۔ اس میں ملک بھر سے اسکالرز نے شرکت کی تھی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ راقم السطور بھی مقالہ نگار کی حیثیت سے اس میں شریک تھا۔ میرے مقالے کا عنوان "اشاریہ سازی" تھا۔ ایک نشست میں مقالہ پیش کیا گیا۔ چائے پر ڈاکٹر صاحب میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ اس مقالے کی عکسی نقل دے دیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو مقالے کی عکسی نقل فراہم کر دی۔ فرمانے لگے ایک تحقیقی رسالہ نکالنا ہے۔ اس میں شائع ہو جائے گا۔ چناں چہ "تحقیق"، جامشورو کے پہلے شمارے میں یہ مقالہ شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے "تحقیق" کا زیرِ حوالہ شمارہ مجھے بھجوایا اور ساتھ ایک مرقومہ ۱۳ر مئی ۱۹۸۷ء بھی ارسال کیا۔

Marfat.com

اس میں قلمی تعاون کے لیے احقر کا شکریہ ادا کیا۔

۱۹۸۸ء میں لائبریری قائد اعظم کیمپس (نیو کیمپس) میں منتقل ہو گئی۔ جون ۱۹۸۸ء منتقلی کا کام مکمل ہو گیا۔ ۷؍ دسمبر ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر صاحب کا ایک مکتوب ملا جس میں علامہ عبدالعز میمنی کے قلم سے مرتبہ "فہرستِ مطبوعات و مخطوطات کتاب خانۂ میمنی" کی فوٹو اسٹیٹ طلب کی تھی بعد میں اس مکتوب کی نقل سید جاوید اقبال صاحب کے ہاتھ بھجوائی۔ اس پر ایک مختصر نوٹ دے کر تار ۲۰؍ دسمبر ۱۹۸۸ء لکھی ہے۔ اس مکتوب میں یہ استفسار بھی تھا کہ "مولانا میمنی مرحوم کے کچھ مخطوطات پنجاب یونی ورسٹی میں بھی پہنچے ہیں؟ اور یہ کہ کیا ان میں کوئی قدیم قابل ذکر مخطوطہ (ساتویں صدی ہجری یا قبل کا بھی ہے؟)"۔ ڈاکٹر صاحب کو اس کی عکسی نقل فراہم کر دی گئی اور یہ بھی بتایا کہ مولانا میمنی کے کتب خانے کی کوئی مطبوعہ یا خطی کتاب یونی ورسٹی نے نہیں خریدی تھی۔

یاد پڑتا ہے کہ ایک بار ڈاکٹر صاحب لائبریری کی نیو کیمپس والی نئی عمارت میں بھی تشریف لائے تھے اور ملاقات سے نوازا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے راقم السطور کو ایک مکتوب محررہ ۲۴؍ جولائی ۱۹۹۰ء ارسال کیا تھا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ یونی ورسٹی کے ذخیرہ آذر کے ایک اردو مخطوطے (نمبر شمار ۶۲ موسومہ "دوازدہ مجلس از کریم الدین") کے چند صفحات کے نمونوں (اول اور آخر اور درمیان) کی نقل ایک دوسرے مخطوطے سے مقابلے کے واسطے درکار ہے۔ چناں چہ حسب ضابطہ یہ نقل آپ کو فراہم کر دی گئی۔ بہت خوددار اور شفاف معاملہ کرنے کے عادی تھے۔ جب کسی کتاب / مخطوطے کی عکسی نقل طلب کرتے تو ساتھ کچھ رقم عکسی نقل اور محصول ڈاک کے خرچ کے لیے ارسال کر دیتے۔ جیسا کہ ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کا تعلق اس قلم قبیلے سے تھا جس سے منسلک قلم کار اب اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہوتے جا رہے ہیں۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام (مرحوم)

پروفیسر نجم الاسلام دنیا میں نہیں رہے، ان کا شمار بر صغیر کے نامور اساتین ادب میں ہوتا تھا۔ "تحقیق" کے صفحات ان کے بہ غیر سوگوار ہیں، تحقیق کے بہت سے گوشے ان کے بہ غیر تشنہ رہیں گے۔ میں، جولائی ۱۹۹۶ء میں کراچی میں تھا، جنگ کے کسی شمارہ میں "تحقیق" کے شمارہ نمبر ۹۔۸ (۹۵۔۱۹۹۴ء) پر کسی کا تبصرہ پڑھنے کو ملا، تو اندازہ ہوا کہ جام شورو کے مخطوطات کا کوئی سلسلہ "تحقیق" میں چل رہا ہے اور مذکورہ شمارہ میں استاذی گرامی قدر پروفیسر مختار الدین احمد کے کچھ مکتوبات بہ نام پروفیسر غلام مصطفےٰ خاں اور کچھ مکتوبات جناب پروفیسر نذیر احمد بہ نام نجم الاسلام شائع ہوئے ہیں، ان دونوں چیزوں کی وجہ سے میرے اندر حصول شوق کا جذبہ کروٹیں لینے لگا کہ کسی طرح مدیر مجلہ تحقیق پروفیسر نجم الاسلام سے رابطہ قائم کر کے ان کے حضور اپنی خواہش کا اظہار کیا جائے چناں چہ میں نے انھیں ایک خط ڈاک کے سپرد کر ہی دیا اور سوچا کہ اس مادی دور میں کون کس کا خیال رکھتا ہے لیکن پروفیسر نجم الاسلام کی بھل منسابت اور اعلیٰ انسانی قدروں پر قربان جانے کو جی چاہتا ہے کہ خط پاتے ہی انھوں نے نہ صرف جواب دیا بلکہ رجسٹرڈ ڈاک سے تحقیق کا آٹھواں ونواں (مشترکہ) شمارہ اپنے شفقت نامے کے ساتھ ارسال فرمایا اور اس پر اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا:

"نسخۂ اعزازی ــ خدمت جناب ڈاکٹر ابو سفیان صاحب اصلاحی"

نجم الاسلام

۱۲۔۰۶۔۱۹۹۶

Marfat.com

آج جب ان پر چند سطریں لکھنے کے لیے یہ مجلہ اٹھایا، تو یہ تحریر دیکھ کر دل بھر آیا، او
غیر شعوری طور پر یہ کہہ رہا تھا کہ واقعتہً یہ انسان بڑا مجی تھا، اسے انسانوں سے پیار تھا، اہل علم و فضل
قدرداں تھا چوں کہ خود صاحب علم تھا، سچ پوچھیے تو میرٹھ سے لے کر کراچی تک ان کا سفر ابھی تک
نامکمل تھا۔ تحقیق کا مذکورہ شمارہ وجہ تعارف بنا، وجہ ملاقات نہیں، ملاقات ۱۹۹۷ء میں ہوئی۔ جولائی
۱۹۹۷ء میں کراچی یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کا Viva تھا۔ جس کے ممتحن ڈاکٹر نجم
الاسلام صاحب تھے۔ آپ نے Viva سے ایک روز قبل مجھے میرے پتے پر تار کیا کہ کل میں کراچی
یونی ورسٹی میں ایک Viva لینے آرہا ہوں اگر کراچی یونی ورسٹی آجاؤ تو ملاقات ہو جائے۔ خط و کتابت
بہت ہو چکی ملنے کو جی چاہتا ہے۔ پروفیسر منظور احمد (شعبۂ فلاسفی) کے ساتھ شعبۂ اردو ملاقات کے
لیے حاضر ہوا تو ملتے ہی فرمانے لگے کہ تمھاری تحریر اور تمھارے مکتوبات سے تو یہ قطعاً اندازہ نہیں
ہو رہا تھا کہ تم اتنے چھوٹے ہوگے، اس چھوٹی سی عمر میں اتنے اتنے اہم مسائل پر سوچتے اور غور
کرتے ہو اور مخطوطات سے اتنی دلچسپی رکھتے ہو۔ بہر کیف بہت ٹوٹ کر ملے، دیر تک ہندوستان،
ہندوستانی کی علمی سرگرمیوں، پروفیسر نذیر احمد اور پروفیسر مختیار الدین احمد کی علمی خدمات پر گفتگو
کرتے رہے اور متعدد بار سر سید اور علی گڑھ تحریک کا ذکر کرتے رہے، کہ ہم سب علی گڑھ مسلم یونی
ورسٹی کے رہین منت ہیں کہ ہمیں اس نے اس قابل بنایا۔ یہ مملکت خداداد تو سر سید ہی کی دین ہے
(اسی لیے آواز دوست میں مختیار مسعود نے یہ لکھا ہے کہ پاکستان کی پہلی اینٹ اسی دن رکھ دی گئی تھی
جس دن سر سید نے مدرسۃ العلوم کی پہلی اینٹ رکھی تھی) اور خود میں بھی علی گڑھ ہی کا فیض یافتہ
ہوں، چوں کہ میرے استاذ محترم پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں صاحب علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں، ان کی
صحبت میں رہنے کی وجہ سے میں نے روایاتِ علی گڑھ کا بوٗے قریب سے مشاہدہ کیا ہے، استاذ محترم
علی گڑھ کی قدروں اور خصائص کا بار بار ذکر کرتے اور اس کا، ملت اسلامیہ کے، ایک نمائندہ مرکزی
حیثیت سے ذکر کرتے۔

ڈاکٹر نجم السلام صاحب سے چار پانچ گھنٹے کی ملاقات کے بعد رخصت ہونے کی اجازت
چاہی تو انھوں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے، دوپہر کا کھانا ساتھ کھائیں گے، چناں چہ شعبۂ اردو کے
ایک استاذ کی کار میں صدر شعبۂ اردو کراچی یونی ورسٹی، پروفیسر نجم الاسلام اور میں بیٹھ کر گلشنِ اقبال
کے ایک خوب صورت ریسٹورنٹ میں پر تکلف ظہرانے سے لطف اندوز ہوئے، اس کے بعد پروفیسر
نجم الاسلام صاحب نے کہا کہ تم اب جا سکتے ہو، میں نے کہا کہ اب آپ کہاں جائیں گے؟ انھوں نے

Marfat.com

فلاں جگہ سے حیدر آباد کی بس پکڑ کر حیدر آباد روانہ ہو جاؤں گا، میں نے کہا کہ بغیر آپ کو بس پر
ہوئے میں اپنی جائے رہائش پر نہیں جا سکتا، چناں چہ انھیں تین بجے بٹھا کر میں روانہ ہوا تو اپنے
یہی کہہ رہا تھا کہ یہ آدمی علم و فضل کے ساتھ ساتھ کس قدر سادہ اور منکسر المزاج ہے۔
اور ان کی عمر میں ایک طویل تفاوت تھا لیکن میں نے درمیان گفتگو کہیں کوئی اس کا اثر محسوس
کیا، یہ سچ ہے کہ علم جھکاتا ہے، اٹھاتا نہیں۔ ایک سچے اور بڑے عالم اور اسکالر کی پہچان یہی ہے
کی طبیعت عناد و استکبار سے دور ہوتی ہے، وہ تعلّی کے بجائے الفت و محبت کا علم بردار ہوتا ہے۔
م صفات میرے خیال میں ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ ڈاکٹر
ب کی علمیت اور ان کے اخلاق کریمانہ کا ذکر بارہا پروفیسر نذیر احمد اور پروفیسر مختار الدین احمد نے
ہے۔ خاص طور سے مجلہ تحقیق کے معیار کے حد درجہ قائل تھے اور تحقیق کو ایک علمی و تحقیقی مجلہ
ے میں ان کی ریاضت اور سعی پیہم کو دونوں حضرات سراہتے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے
ت تو صرف ایک رہی، لیکن ان سے خط و کتابت کا سلسلہ چھے سالوں پر محیط ہے۔

پروفیسر نجم الاسلام صاحب کے بعض خطوط میں کچھ مخطوطات سے متعلق مباحث تھے
افسوس کہ چند خطوط کے علاوہ میرے پاس وہ خطوط موجود نہیں رہے، علی گڑھ میں پروفیسر نذیر
پروفیسر مختار الدین آرزو کے پاس ان کے بہت سے خطوط ہو سکتے ہیں، میں نے خود کئی ان کے دستی
وط دونوں صاحبان کو پہنچائے۔ اگر ہندوستان اور پاکستان میں ان کے متعلقین اور اعزاء سے رابطہ
م کر کے ان کے خطوط حاصل کر کے شائع کیے جائیں تو ایک بڑا علمی اور ادبی کام ہو سکتا ہے۔
صوص تحقیق و تنقید کی دنیا میں بہت سے نئے دریچے وا ہوں گے۔

پروفیسر نجم الاسلام کا مزاج تحقیقی تھا، تحقیق کے مختلف شماروں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوا
ان کے مقالات علم و تحقیق کے لحاظ سے گراں قدر اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی تین شائع شدہ
تب میں سے صرف ایک "مطالعات" اس وقت میری میز پر ہے۔ اس کے فہرست مضامین پر
ایک نظر ڈالنے سے یہ چیز وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتی ہے کہ تجزیہ و تحقیق میں انھیں
انفرادیت حاصل تھی۔ ان کی اپنی الگ ڈگر ان کی ذات کا تعارف و تشخص بن گئی "مطالعات" کے
مقالات کی اہمیت و عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ نقوش، صحیفہ، اورینٹل کالج میگزین اور تحقیق
میں شائع ہوئے۔ یہ مجلات اپنے معیار و مقدار میں منفرد ہیں۔ یہاں ان کے تحقیق میں شائع شدہ
کچھ مقالات کے عناوین سے آپ ان کے معیار تحقیق کے متعلق رائے قائم کر سکتے

Marfat.com

ہیں۔(۱)رسمیات مقالہ نگاری (تحقیق شمارہ ا،۷ ۱۹۸ء)(۲) کلیات شائق (شمارہ ۳،۹
(۳) سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطات (شمارہ ۵، ۱۹۹۱ء)(۴) دیوان غمگین کس غمگین کا ہ
۸_۹، ۹۴_۱۹۹۵ء) (۵) دو موضح قرآن، (شمارہ ۱۰_۱۱، ۹۶_۱۹۹۷ء) (۶) شاہ مر
انصاری سنبھلی اور ان کی اردو تفسیر (شمارہ ۱۲_ ۱۳، ۹۸_۱۹۹۹ء) (۷) موضح قرآن
روایتیں (لسانی مطالعہ) (شمارہ ۱۲_ ۱۳، ۹۸_۱۹۹۹ء) (۸) حکیم شریف خاں دہلوی کا ترجمہ
(شمارہ ۱۲_ ۱۳، ۹۸_۱۹۹۹ء) (۹) قاضی محمد معظم سنبھلی کی تفسیر ہندی (قلمی) (شمارہ ۱۲
۹۸_۱۹۹۹ء) (۱۰) انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی کے مخطوطات مذکورہ مضامین و مقالات
علاوہ ان کے اور بھی بہت سے مقالات کے عناوین پیش کیے جاسکتے ہیں، لیکن مذکورہ مقالات کا
یہاں ارادتاً کیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ میدانِ تحقیق میں انھیں اسلامیات اور مخطوطات
بھی گہرا شغف تھا۔ وہ ایک ادب دوست اور محقق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دین دار شخص
تھے۔ انھیں اسلامی لٹریچر سے بھی غیر معمولی تعلق تھا۔ اپنے استادِ گرامی قدر پروفیسر غلام مص
خاں صاحب کی نیک صحبت کا خاصا اثر قبول کیا۔ محترم مخدومی پروفیسر احمر رفاعی صاحب کی زبانی
ڈاکٹر صاحب کی دین داری کے واقعات سنے ہیں، رفاعی صاحب نے غلام مصطفیٰ خاں صاحب
روحانیت، علمیت اور وسیع النظرفی کے متعدد واقعات مختلف مجالس میں سنائے ہیں یہی تمام چیز
ڈاکٹر نجم الاسلام کی شخصیت میں سمٹ آئی تھیں۔

تحقیق کے اعلیٰ نمونے اور اعلیٰ معیار کی ایک بہتر شکل "مطالعات" ہے، اس کی ا
ایک سطر سے ڈاکٹر نجم الاسلام کی ریاضت اور کوہکنی کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، یہ بات سچ ہ
اس طرح کی معیاری و تحقیقی کتابیں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس کتاب کے چاروں حصے اپنی م
آپ ہیں بالخصوص تیسرا حصہ "غالب کی لسانی تصریحات"، "مختصاتِ نثر غالب" اور "دو آہنگ
کے متعلق میں کسی تردد کے بغیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ علمی دنیا میں ایک بہت وقیع اضافہ ہے۔
میں اجتہاد و استنباط ہے، اس میں کچھ پالینے کی جدوجہد ہے اور کچھ نئے حقائق سے دنیا کو متعا
کرانے کی ایک آرزو ہے۔ ایک سنجیدہ اور متین قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ "مطالعات"
لعل و گہر سے ضرور مستفیض ہو۔

ایک چیز اور لائقِ ذکر ہے کہ تحقیق کے شماروں میں ڈاکٹر نجم الاسلام کے بے شمار تبصر
پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ تبصرے ان کی گہرائی و گیرائی اور وسعت مطالعہ کا پتا دیتے ہیں اگر یہ تبصر

Marfat.com

کتابی صورت میں شایع کر دیے جائیں تو ایک بیش بہا چیز سامنے آجائے گی۔ آخر میں آپ کا
نقل کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا۔

محترم ڈاکٹر اصلاحی صاحب!

سلام و آداب

عنایت نامہ چند روز پیشتر محترمی ڈاکٹر رفاعی صاحب نے پہنچایا جس سے معلوم ہوا کہ آج
پ کراچی میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ممنون ہوں کہ آپ نے کلمات خیر سے نوازا۔ خدا
رکھے۔ بشرط موقع یاد محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب سے میرا مؤدبانہ سلام کہیے۔ شکریہ

مخلص

نجم الاسلام

۲۰۰۰-۰۶-۳۰

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام کی یاد میں

ڈاکٹر نجم الاسلام کے انتقال کی خبر مجھے دوسرے دن کراچی میں ملی۔ یقین ہی نہیں آ
انھیں مرحوم کہتے ہوئے۔ عجیب سا لگ رہا تھا لیکن موت تو ایک یقینی امر ہے اس کے لیے وقت
جگہ کی قید نہیں۔ آج اور کل کا فرق ہو سکتا ہے یعنی آج میری باری ہے تو کل کسی اور کی۔ حیرت
بات یہ بھی تھی کہ جب وہ زیادہ بیمار تھے اور بہ ظاہر بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی اس وقت
گئے اور اب جب کہ اس بات کا شائبہ تک نہ تھا اچانک خبر ملی۔ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد
معمول اپنے کسی تحقیقی کام میں مصروف تھے کہ دل کا دورہ پڑا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ڈاکٹر مرحوم سے میرے تعلقات پچیس تیس برس سے بھی زیادہ کے ہوں گے۔ وہ
کالج لطیف آباد کے پرنسپل تھے ساتھ ساتھ اردو بھی پڑھاتے تھے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے
کوئی آسان کام نہیں تھا اس لیے نہیں کہ وہ مغرور تھے بلکہ اس بنا پر کہ ان کا ذہن حد درجہ
کاموں کی طرف راغب تھا یہ ان کی طبیعت کا خاصہ تھا وہ ادب کے میدان میں صرف تحقیق
کاموں کی طرف زیادہ توجہ دیا کرتے تھے۔ اگر ملنے والا ان کے ذوق کا نہیں ہوتا تھا تو سرسری سی
دعا کے بعد دونوں خاموش ہو جاتے اور بس۔ بلا مبالغہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت میں اس سلسلے
شدت تھی یہی وجہ تھی کہ ان کا حلقہ احباب بے حد مختصر تھا۔ ہاں ان لوگوں سے مسلسل رابطہ رہتا
جو ان کے رسالے "تحقیق" کے لیے مقالات لکھتے تھے۔ وہ خود بھی ان لوگوں کو تحقیقی مسائل
سلسلے میں خطوط لکھتے رہتے تھے۔ نئے نئے موضوعات کی طرف توجہ دلاتے اور توقع کرتے کہ وہ
انداز میں مخاطب ہوں گے۔ ان کی ذاتی لائبریری میں یوں تو بہت سی کتابیں تھیں لیکن زیادہ تعداد
کتابوں اور تحقیقی مقالوں کی تھی جن پر انھوں نے لکھا یا لکھنا چاہتے تھے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو محض
ملنے کی خاطر آتے تھے ظاہر ہے درمیان میں کوئی قدر مشترک نہ ہونے اور کوئی مشترکہ موضوع

Marfat.com

ہونے کی وجہ سے یہ ملاقات بے حد مختصر ہوتی تھی۔

لکھنا اور پڑھنا ڈاکٹر صاحب کا خاص مشغلہ تھا۔ لوگوں کی عزت کرتے تھے اور جہاں تک ان کے علم میں ہوتا ان کے علمی ادبی کارناموں کا ذکر کر کے خوش ہوتے تھے۔ نایاب کتابوں کی مسلسل تلاش ان کی عادت بن گئی تھی۔ جہاں بھی جاتے کتابوں کی تلاش جاری رہتی۔

میں جب بھی ان کے پاس جاتا تو خوش ہو جاتے۔ میری کتابوں کے بارے میں معلوم کرتے اور جو کتاب ان کو نہیں ملی ہوتی تھی اس کا تقاضا کرتے۔ جس زمانے میں وہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو میں بوریوں میں بے دردی سے بھری ہوئی کتابیں اور مسودات اور مخطوطات کا مطالعہ کر رہے تھے، فارسی، عربی، اردو اور سندھی کتابوں کی تفصیل تیار کر رہے تھے تو ان کے ہم راہ شعبہ اسلامیات کے صدر پروفیسر ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین بھی ہوتے تھے۔ ان کتابوں کو جو ضایع ہو رہی تھیں اور مختلف موضوعات پر لکھی گئی تھیں ان دونوں حضرات نے عرصہ دراز تک مسلسل روزانہ چار چار، پانچ پانچ گھنٹے بیٹھ کر کام کیا اسی زمانے میں میری ان سے ملاقات زیادہ رہی۔ افسوس اب تو ڈاکٹر ابوالفتح بھی اس دنیا میں نہیں رہے۔ اسی زمانے میں ڈاکٹر نجم الاسلام نے مجھے بتایا یہاں دیدہ ریزی کا یہ حال ہے کہ دو دفعہ نظر کا چشمے کا نمبر تبدیل کروانا پڑا ہے۔ یہ کتابیں اور مخطوطات بے حد قیمتی اور اہم ہیں۔ کام اتنا ٹھوس اور وقیع ہے کہ ان پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ بعد میں کوشش یہی کی گئی کہ انھیں ضایع ہونے سے بچایا جائے اب یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ان میں سے تھوڑی کتابیں سندھی ادبی بورڈ خود اور سندھیالوجی شایع کروا سکے گی اور اب تو ڈاکٹر غلام علی الانہ بھی ان کی اشاعت میں مدد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ کتابیں محفوظ بھی ہو جائیں گی اور لوگ ان سے خاطر خواہ استفادہ بھی کر سکیں گے۔ ان کتابوں سے ایک پورے دور کے تعین کرنے میں مدد ملتی ہے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ میں عربی اور فارسی کا کس قدر رواج تھا۔ اس دور کے سندھی زبان کے عالم عربی، فارسی اور اردو پر کس قدر عبور رکھتے تھے۔ سندھ میں ایسے کتب خانے ایک دو نہیں درجنوں کی تعداد میں موجود ہیں افسوس دیمک ان بے بہا خزانوں کو مسلسل چاٹ رہی ہے۔ اب دور دور تک ڈاکٹر نجم الاسلام جیسا شخص نظر نہیں آتا جس نے یہ ساری خدمات بے لوثی سے محض علم و ادب کی خاطر کی۔

ڈاکٹر نجم الاسلام یوں تو بڑے سیدھے سادے اور کم گو انسان تھے لیکن جب بولنے کی ضرورت پڑتی تھی تو وہ خاموش رہنے والوں میں سے نہیں تھے حق بات کہتے تھے برملا کہتے تھے یہ بھی

Marfat.com

تھا کہ لوگ ان کی باتیں بڑی توجہ سے سنتے بھی تھے اور انھیں اہمیت بھی دیتے تھے۔ جہاں وہ سمجھتے تھے کہ ناقدری اور ناانصافی ہو رہی ہے تو ان کے لہجے میں اور بھی زیادہ سختی آجاتی تھی۔ اکثر یہ ہوا کہ انھیں کسی سے کوئی طمع نہیں تھی نہ وہ کسی بھی مصلحت کی خاطر خاموشی اختیار کرنے والوں میں سے تھے، لیکن یہ بھی تھا کہ کبھی دوسروں کی بات میں خواہ مخواہ دخل اندازی کو بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لطیف آباد میں ایک ادبی نشست ہر پندرہ دن کے بعد پروفیسر خلیل احمد صاحب کے گھر پر ہوتی تھی ان میں مستقل طور پر آنے والوں میں پروفیسر جمیل واسطی، ڈاکٹر خوشنود صدیقی، پروفیسر حضور احمد سلیم، پروفیسر ایاز، ڈاکٹر نجم الاسلام، ڈاکٹر احمر رفاعی وغیرہ تھے۔ میں بھی وہاں مسلسل جاتا رہا۔ یہ واحد مجلس تھی جس کا صدر نہیں تھا، نہ کوئی چندہ تھا پروفیسر خلیل احمد صاحب نے لائٹ ریفریشمنٹ کی ذمے داری خود سنبھال لی تھی حد تو یہ کہ اس مجلس کا کوئی نام بھی نہیں تھا۔ باقاعدگی کے ساتھ تین سال تک یہ سلسلہ چلا بعد میں پروفیسر حضور احمد سلیم کے گھر منتقل ہو گیا۔ اس میں نہایت اہتمام کے ساتھ مقالے، انشائیے، افسانے اور کبھی کبھی رپوتاژ بھی پڑھے جاتے تھے۔ آخر میں عام شعراء حضرات کے لیے اہتمام ہوتا تھا۔ غزلیں، نظمیں، گیت سنی جاتی تھیں یہ ایک طرح سے اچھی خاصی مشاعرے کی سی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ داد بھی خوب ملتی تھی اور خراب اشعار پر باجماعت خاموشی بھی اختیار کی جاتی تھی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے گیت سنائے ان میں حسب معمول ہندی الفاظ کی کثرت تھی پھر یوں ہوا کہ کسی خاص لفظ کے استعمال پر تکرار ہو گئی۔ وہاں ایک اور صاحب نے ہندی میں طاق ہونے کا نعرہ بلند کیا بات چل نکلی۔ پھر یہ گفتگو دوبدو ہونے لگی اس دن ہم نے ہندی کے اتنے الفاظ سنے جتنے شاید سال بھر میں نہیں سنے تھے۔ نجم الاسلام نے اس دن ہندی کے اتنے الفاظ با معنی دہرائے کہ سب کو خاموش ہونا پڑا۔ اس دن ہمیں معلوم ہوا تھا کہ نجم الاسلام ہندی میں طاق ہیں۔

ایک دن نجم الاسلام نے مجھے ماہنامہ معیار میرٹھ کی فائلیں دکھائیں۔ یہ اردو کا ماہنامہ تھا جو نجم الاسلام میرٹھ سے نکالا کرتے تھے کئی سال یہ رسالہ پابندی سے نکلا اس میں نجم الاسلام نے اپنے علمی ادبی جوہر دکھائے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ طالب علمی کے زمانے سے ہی علمی ادبی تحقیقی اور تنقیدی حوالے سے نام پیدا کر چکے تھے۔

نجم الاسلام لطف لے لے کر بھی بات کرتے تھے لیکن ہر کسی کے ساتھ نہیں ان کے چند

Marfat.com

دوست تھے جن میں وہ کھل کر بات کرتے تھے۔ ان لوگوں میں نہ جانے کس طرح میرا نام بھی شامل ہو گیا تھا۔ وہ لطائف بھی سناتے تھے۔ سنتے زیادہ اور بولتے کم تھے یوں تو وہ کھلکھلا کر بھی ہنستے اور بے اختیار قہقہہ بھی لگاتے تھے۔ یہاں بھی وہی شرط تھی۔ وہ اپنے مخصوص احباب میں اس قدر فری تھے۔ ایک دن کہنے لگے تمھارے فلاں دوست آئے تھے ایک بڑی قد آور شخصیت کا خط بھی ساتھ لائے تھے اصرار اس بات پر تھا کہ پی ایچ ڈی کروں گا اور وہ بھی آپ کی راہ نمائی میں (اس زمانے میں ایم فل کی طرح کلاسیں نہیں لگتی تھیں نہ ایم فل کی ضرورت تھی براہِ راست پی ایچ ڈی میں رجسٹریشن کرایا جاتا تھا) پہلے تو بہت ٹالا جب وہ نہیں مانے تو ان سے پوچھا پہلے کبھی کچھ کسی موضوع پر لکھا ہے جواب ملا نہیں! ٹی وی، ریڈیو، اخبار یا کسی رسالے میں کبھی طبع آزمائی کی ہے جواب ملا نہیں۔ پھر پوچھا گیا آپ کس موضوع پر کام کرنا چاہتے ہیں اور کیوں؟ جواب ملا اردو لغت پر۔ مختلف زبانوں کے الفاظ اردو میں کس طرح آئے ان سے کہا گیا حضرت یہ تو اردو لغت میں پہلے ہی سے لکھے ہوئے ہیں اس میں آپ کس طرح اضافہ فرمائیں گے؟ اس پر بات ختم ہو گئی۔

نجم الاسلام کو باتیں یاد رکھنے میں ملکہ حاصل تھا برس ہا برس گزر جانے کے بعد بھی وہ بات کے اصل متن کو یاد رکھتے تھے اور جب موقع ملتا اور ضرورت بھی ہوتی تو اس بات کے اصل متن کو دہرانے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ دوستوں کے دوست تھے ممکن ہے ان کا مخالف بھی کوئی ہو لیکن مجھے تلاش کرنے پر بھی نہیں مل سکا۔ صدر شعبہ کی شخصیت اکثر متنازعہ ہو جاتی ہے سب کو خوش رکھنا مشکل ترین کام ہے۔ وہ چھوٹی موٹی باتوں کو قطعی نظر انداز کر جاتے تھے۔ کسی کا دل دکھانا انھیں اچھا نہیں لگتا تھا۔ لسانی ہنگاموں کے زمانے میں یونی ورسٹی میں بھی خاصا زہر پھیلا۔ لوگ لول فول بکتے تھے۔ ایک دن یونی ورسٹی کے چند لڑکوں نے ان سے غیر معیاری گفتگو کی۔ انھوں نے اس بات پر بھی توجہ نہیں دی کو دل میں انھوں نے ان باتوں کو زیادہ محسوس کیا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے اس بات کا ذکر نہیں کیا لوگ خواہ مخواہ افسردہ ہوں گے جذباتی بن جائیں گے۔ ہر جامعہ میں اس طرح کے غیر سنجیدہ اور جذباتی طالب علم ہوتے ہیں اور اس طرح کی حرکتیں بھی ہوتی ہیں۔ ان کے دوستوں کو اس بات کی اطلاع کسی نہ کسی طریقے سے مل گئی وہ اس بات کے لیے تیار ہو گئے کہ بات کو آگے بڑھایا جائے لیکن نجم الاسلام نے انھیں روک دیا انھوں نے اس بات کا ذکر نہ خود کیا نہ دوسروں کو اس کی اجازت دی۔

کچھ لوگ نجم الاسلام سے محض اس لیے ناراض تھے کہ رسالہ "تحقیق" میں ان کے

Marfat.com

مقالات کیوں شایع نہیں کیے جاتے ان لوگوں کا خیال تھا کہ ان کے مقالات اس معیار کے ہوتے ہیں کہ انھیں "تحقیق" میں شایع کیا جا سکے۔ نجم الاسلام نے بارہا اس بات کی وضاحت کی کہ یہ شعبہ جاتی رسالہ ہے۔ شعبے میں پڑھانے والے اساتذہ کا حق پہلے ہے۔ تحقیقی مقالے دوسرے رسالے عام دلچسپی نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چھاپتے جب کہ ان شعبہ جاتی اساتذہ کے لیے تحقیقی مقالات کی اشاعت ضروری ہے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ بات کافی عرصے کے بعد آئی۔

نجم الاسلام کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔ بہت ہی احترام کرتے تھے ان سے مشورہ لیتے تھے۔ ان کی راہ نمائی میں کام کرنا فخر سمجھتے تھے۔ سادگی پسند تھے، پرہیزگار تھے، نمازی تھے، مذہب سے گہرا لگاؤ تھا۔ کسی کی نہ تو برائی کرتے تھے نہ سنتے تھے، لوگ ان کی طبیعت سے واقف تھے اس لیے ان کے سامنے کسی کی برائی کا پہلو نکلتا نہ تھا۔ اشاروں اور کنایوں سے بات سمجھ لیتے تھے جس بات سے بدمذگی کا احتمال ہوتا اس سے گریز کرتے تھے۔ محنت کے عادی تھے بغیر ضرورت کے بات نہیں کرتے تھے۔ بہت لیے دیے رہنے والے لوگوں میں سے تھے۔ شاعری میں ان کا اہم مقام تھا ہاں عام شعراء کا سا انداز نہ تھا نہ اسے اچھا سمجھتے تھے۔ مشاعروں میں شاذ و نادر ہی شعر پڑھتے تھے۔ انھیں شعر کہنے میں ملکہ حاصل تھا۔ اپنا سارا کمال وہ منظوم تراجم میں دکھاتے تھے۔ فلسفیانہ مسائل کو منظوم کرنا عام لوگوں کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ وہ اسی میں کمال دکھاتے تھے۔ فارسی سے جو انھوں نے منظوم ترجمہ کیا ہے وہ خاصے کی چیز ہے۔ اس کے علاوہ اسی طرح سے شاہ عبدالکریم بلوی والے کے منتخب اشعار کا ترجمہ بہت خوب صورت اور رواں انداز میں کیا ہے۔ اشعار کا مفہوم بہتر انداز میں سمجھ میں آتا ہے یہ بات غیر معمولی صلاحیتوں کی غماز ہے ورنہ لوگ ترجمہ تو کرتے ہیں وہ اکثر طور پر لفظی ترجمہ ہوتا ہے اس میں روح نہیں ہوتی اور بعض اوقات فلسفے کی پیچیدگی سے بات بھی کچھ کی کچھ سمجھ میں آتی ہے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام سے بارہا اس موضوع پر بات ہوئی کہ اس ناقدری کے دور میں جو کچھ لکھا جارہا ہے اسے کسی طرح محفوظ رکھا جائے۔ ناشروں کی اپنی مجبوری ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ادب وغیرہ کا کوئی شعور نہیں نہ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا شعور ہو۔ ہم تو کاروبار کرتے ہیں سرمایہ لگاتے ہیں اور محنت کرتے ہیں۔ تحقیقی کتابیں ایک تو کوئی پڑھتا نہیں اور جو دو چار اشخاص دلچسپی رکھتے ہیں وہ بر ملا یہ چاہتے ہیں کہ انھیں کتاب تحفے میں پیش کی جائے جب کہ یہ قطعی ممکن نہیں۔ تحقیقی کتابیں اب مصنف خود چھاپتے ہیں اور دھڑا دھڑ ثواب لوٹتے ہیں۔ ہنسنے لگے بات درست ہے۔ اس سلسلے میں

Marfat.com

ایک لطیفہ بھی سنایا جو مشفق خواجہ کے حوالے سے تھا جب انھوں نے "تحقیق نامہ" شایع کیا تو اس کے کل سات نسخے فروخت ہوئے اور اب اس بات پر تحقیق ہو رہی ہے کہ وہ سات سر پھرے کون کون سے لوگ ہیں۔ ان پہ کیا افتاد پڑی تھی جو انھوں نے یہ کتاب خریدی۔

مرحوم نے اپنی کتابوں کے سلسلے میں کئی دفعہ تفصیل بتائی۔ دو کتابیں کمپوز کروالی ہیں۔ دوسری قسط میں ایک کتاب کا کاغذ خریدا جائے گا۔ تیسری قسط میں کتاب شایع کردی جائے گی اور چوتھی قسط میں یہ ہدیہ دل نہایت محبت اور خلوص کے ساتھ احباب کو رجسٹرڈ بک پوسٹ کر دی جائے گی۔ اسی طرح دوسری کتاب کی بھی اتنی ہی قسطیں ہوں گی۔ اس دور میں تحقیقی کتابیں لکھنے والے لوگ کم نہیں نایاب ہیں اور جو ہیں بھی وہ ادبی دیوانگی کے دائرے میں آتے ہیں۔ میں نے کہا بھائی آپ کے علم، تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں اس قدر تفصیل ہے تو یہ رسالہ "تحقیق" کا سلسلہ کیوں؟ کہنے لگے ان حالات میں دیا جلائے رکھنے والی بات ہے۔ جو لوگ تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں وہ کسی اور بات کو مشکل سے ہی خاطر میں لاتے ہیں۔

میں نہایت پابندی سے برس ہا برس سے ان سے پابندی سے ملتا رہا تھا بات صرف ادب کی ہوتی اور وہ بھی صرف تحقیق کے مسائل تک۔ غیبت جس میں نہایت لذیذ چاشنی ہوتی ہے اس کا کبھی کوئی موقع ہی نہ نکل سکا۔ نئی نئی کتابوں کی باتیں، نئے نئے موضوعات کی تفصیل، ان جامعات کا خصوصی ذکر جہاں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لیے مقالے لکھے جاتے ہیں۔ ان کے پاس وہ سارے رسالے آتے تھے جو برصغیر میں تحقیق کے حوالے سے شایع ہوتے تھے۔ وہ ان پر تبصرہ بھی کرتے تھے۔ میں نے کہا جب کوئی "تحقیق" پر تبصرہ کر کے آپ کو روانہ کرتا ہے تو آپ اسے تحقیق میں شایع کیوں نہیں کرتے، کہنے لگے اپنے رسالے میں اپنے ہی رسالے پر تبصرہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ دوسرے کسی رسالے میں یہ تبصرہ شایع ہو تو اچھا لگتا ہے۔ میں نے کہا مشکل یہ بھی تو ہے کہ پہلے تحقیق خریدا جائے اس پر تبصرہ کیا جائے دو عدد رسالے خرید کر مدیر کو دیے جائیں پھر جس رسالے میں تبصرہ شایع ہو وہ خرید کر آپ کے ریکارڈ کے لیے دیا جائے۔ نابابا۔ یہ مشکل ہی نہیں ناممکن سی بات ہے۔

نجم الاسلام کا مذاق اور گفتگو کا انداز نہایت صاف ستھرا تھا۔ وہ شاذو نادر ہی کسی کے ساتھ فری ہوتے تھے۔ ہر وقت کے ملنے والوں کو بھی اس بات کا اندازہ تھا اس لیے ان سے وہی بات کی جاتی تھی جسے وہ سننا پسند کرتے تھے۔

Marfat.com

وہ ذیابیطس کے مریض تھے بلکہ زیادہ ہی اس مرض میں مبتلا رہے میں بھی اس مرض میں مبتلا ہوں۔ کبھی کبھی ہم اس موضوع پر بھی تفصیل سے بات کرتے تھے کہ یہ مرض کیوں لاحق ہوتا ہے یہ لاعلاج کیوں ہے وہ انسولین کے انجکشن لگواتے تھے پھر خود ہی لگانے لگے۔ ایک دن میں نے مشورہ کیا کہتے ہیں انسولین کے انجکشن کا انسان عادی ہو جاتا ہے اس کے بغیر اسے چین ہی نہیں ملتا پھر انسولین کے یونٹوں کی تعداد بھی بڑھتی رہتی ہے۔ مجھے انھوں نے مثالیں دے دے کر سمجھایا۔ یہ ایک علاج ہے۔ فائدے کی صورت میں آدمی موثر علاج کی موجودگی میں کیوں دکھ اٹھائے۔ آخر دوا بھی تو انسان استعمال کرتا ہے۔ دوائیں گردوں اور معدے کو متاثر کرتی ہیں جب کہ انسولین کا انجکشن براہِ راست خون میں شامل ہو کر فائدہ پہنچاتا ہے گردے اور معدے متاثر نہیں ہوتے۔ بات تو دل کو لگتی تھی لیکن میں خود کو کبھی اس کے لیے آمادہ نہیں کر پایا۔

میری تنقید کی پہلی کتاب شایع ہو رہی تھی اس وقت میں نے اس کا کچھ اور نام رکھا تھا نجم الاسلام کو دکھائی اور مشورہ لیا تو انھوں نے اس کی ترتیب بھی بدلی اور کئی مضامین پر نظر ثانی کا مشورہ دیا۔ انھوں نے اس کتاب کا نام "پرکھ" رکھا۔ پرکھ کے نام سے اردو کے شعبے سے ایک رسالہ نکلتا رہا تھا یہ اس دور کی بات ہے جب حمایت علی شاعر شعبہ اردو میں تھے اور اس مجلّے کے لیے کام بھی کرتے تھے۔ کہنے لگے اس سے کیا فرق پڑتا ہے یہ کتاب "پرکھ" کے نام سے ہی چھپی اس پر انھوں نے اپنی رائے بھی لکھی تھی۔ اسی طرح جب میرے افسانوں کی کتاب "آدھا سورج آدھا سایا" چھپ کر آئی اور حسب معمول اس کی تقریب ہوئی تو میں نے کہا نجم الاسلام صاحب آپ کو بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ کہنے لگے میری نظر افسانوی ادب پر اتنی نہیں ہے نہ ہی کچھ کہوں تو بہتر ہوگا لیکن میں نے کہا میں چاہتا ہوں آپ کی ناقدانہ رائے ضرور سامنے آئے۔ انھوں نے اچھا خاصا مضمون پڑھا میں سمجھتا ہوں وہ انھوں نے کہیں شایع نہیں کرایا ان کے پاس موجود رہا۔

نجم الاسلام کو مطالعے اور پھر لکھنے کے علاوہ کسی اور بات سے قطعی دلچسپی نہیں تھی مذہب سے گہری وابستگی تھی پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ کسی کا دل دکھانے کو برا تصور کرتے تھے جو بات ناپسند ہوتی اس کے لیے خاموشی اختیار کرتے۔ مسلسل بیماریوں نے انھیں قدرے سخت طبیعت کا کر دیا تھا ایک دفعہ فیصلہ کرتے پھر اس پر قائم رہتے تھے جو بات ان کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھی وہ اس سے قطعی غیر متعلق رہتے اور جو بات انھیں پسند آجاتی تھی اس کی احترام کی حد تک تعریف کرتے۔ غیر مستند کتابیں انھوں نے کبھی نہیں پڑھیں تنقید کو وہ دوسرے درجے کی چیز سمجھتے تھے ان

Marfat.com

کی نظر میں فکشن کا نمبر سب سے بعد میں آتا تھا۔ یادداشت غضب کی تھی۔ (بیماری کے زمانے میں بھی اس پر زیادہ اثر نہیں پڑا تھا) میں نے کبھی نہیں سنا ان کی کسی سے تکرار یا جھگڑا ہوا ہو۔ وقت کے بڑے پابند تھے مجھ سے ملنے کے لیے آتے تھے لیکن کھڑے کھڑے۔ میں بہت کہتا بیٹھ جاؤ بھائی ایسی بھی کیا جلدی ہے کہتے اس وقت تو مصروف ہوں پھر کبھی سہی۔ جتنی بھی طویل نشستیں ہوئیں وہ ان کے گھر پر ہی ہوئیں۔ ایک دفعہ گھر آئے میں گھر پر نہیں تھا بیٹے نے انھیں کمرے میں بٹھادیا اور خود کرکٹ کھیلنے کے لیے چلا گیا۔ آدھا گھنٹہ انتظار کیا اس وقت تک رکشہ کھڑا رکھا۔ واپس چلے گئے۔ جب اس واقعے کا مجھے علم ہوا تو میں نے بیٹے کو ڈانٹا۔ انھیں معلوم ہوا تو کہنے لگے ناحق ڈانٹا اس عمر میں بچے اکثر ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرا آدھا گھنٹہ ضائع ہوا۔

نجم الاسلام میں وضع داری تھی ان کے ہاں صاحب سلامت، واقفیت اور دوستی میں بڑا فرق تھا۔ تنہائی پسند تھے۔ ان کے ہاں کتابوں کے ڈھیر نہیں تھے جو کتاب بھی ان کے پاس تھی وہ ان کی پڑھی ہوئی ہوتی تھی۔ اپنی دلچسپی ہی کی کتابیں رکھتے تھے۔ خط خوب صورت تھا اسلوب میں دل آویز شگفتگی تھی۔ جس سے ایک دفعہ کسی علمی سلسلے میں تفصیلی ملاقات ہو جاتی تھی تو پھر اسے کبھی نہیں بھولتے تھے۔ علمی ادبی تحقیقی خطوط سنبھال کر رکھتے تھے۔ تلاش کرنے پر ان کے ہاں نادر خطوط مل سکتے ہیں اپنے طالب علموں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ میں جب بھی ان کے گھر گیا وہ باہر کی بیٹھک میں ہی ملے۔ کال بیل کی موجودگی میں بھی میں دروازہ کھٹکھٹاتا تھا وہ میری اس عادت کو جانتے تھے۔

نجم الاسلام جیسے بااخلاق، بااصول لور رکھ رکھاؤ والے لوگ اب خال خال رہ گئے ہیں میں جب بھی ان کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے یونی ورسٹی کا پورا زمانہ یاد آجاتا ہے۔ ان کے تحقیق کے شمارے، ان کی کتابیں دیکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں دیر تک ان کی یادوں میں ڈوبا رہتا ہوں ایسا لگتا ہے جیسے وہ یہیں کہیں ہیں اور مجھ سے اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کریں گے۔

Marfat.com

ڈاکٹر غلام محمد لاکھو

بہ یاد ___ ڈاکٹر نجم الاسلام

سال ۱۹۸۷ء میں کالج کی ملازمت چھوڑ کر، میں نے سندھ یونی ورسٹی کی ملازمت کا آغاز کیا۔ اسی سال میں یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو نے اپنا علمی وادبی جریدہ "تحقیق" کے نام سے جاری کیا۔ پرچے کی اشاعت کی خبر سنی تو میں خود شعبۂ اردو چلا گیا۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے ملاقات کی اور "تحقیق" کا شمارہ حاصل کیا۔ رسمی تعارف ہوا تو مجھے کہا، بھئی میں آپ کو ۱۹۸۱ء سے پہچانتا ہوں۔ گو کہ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے۔ مزید استفسار پر کہنے لگے، آپ کا ایک مقالہ سہ ماہی اردو میں (۱۹۸۱ء) شایع ہوا، تب سے مجھے آپ سے شناسائی ہے۔ اسی بات سے نجم الاسلام صاحب کی قوت حافظہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب سے ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان کی ادارت میں "تحقیق" برابر چھپتا رہا اور ہر شمارے سے ان کی محنت اور لگن کا بخوبی اندازہ ہوتا تھا۔ ہر آنے والا نیا شمارہ ضخامت اور مواد کی رو سے ادبی دنیا میں اپنا مقام پیدا کر رہا تھا۔ نہ صرف مقالات میں جدت تھی لیکن کچھ اور حوالوں سے بھی "تحقیق" کا نام علمی حلقوں میں پسند کیا جانے لگا۔ جریدے کی سندھ اور پاکستان کے علاوہ ہندوستان میں بھی بڑی پذیرائی ہونے لگی۔

"تحقیق" میں ڈاکٹر نجم الاسلام کی ذاتی دلچسپی اور جستجو سے ایک سیریز "جام شورو کے مخطوطات" شروع ہوئی۔ اس حوالے سے علمی و ادبی دنیا میں یہ پرچہ بڑی دلچسپی کا باعث بنا۔ اس عنوان کے تحت یہ مواد شایع ہوا۔

۱) فہرست مخطوطات، ذخیرہ راشد برہانپوری (تحقیق ۳، ۱۹۸۹ء)

۲) فہرست مخطوطات، ذخیرہ حکیم شمس الدین حیدر آبادی (تحقیق ۴، ۱۹۹۰ء)

یہ دو فہرستیں جناب شفیع محمد بروہی کے تعاون سے تیار ہوئیں۔ ان کا تعلق جامعہ سندھ کی

Marfat.com

علامہ آئی۔ آئی۔ قاضی لائبریری میں موجود قلمی نسخوں سے ہے۔

۳) سندھی ادبی بورڈ جام شورو کے مخطوطات (تحقیق ۵/ ۱۹۹۱ء)

۴) سندھی ادبی بورڈ جام شورو کے مخطوطات (تحقیق ۶/ ۱۹۹۲ء)

۵) انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی جام شورو کے مخطوطات کی فہرست (تحقیق ۷/ ۱۹۹۳ء)

آخرالذکر تین فہارس خود ڈاکٹر نجم الاسلام کی تیار کردہ ہیں۔ ان فہرستوں کے چھپنے سے سندھ کے محققین کے علاوہ پاکستان اور ہندوستان میں عالموں اور اسکالرز کو پتا چلا کہ جام شورو کی سنگلاخ سرزمین پر کون کون سے علمی شہ پارے موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سندھ کی علمی دنیا سے یہ ایک بہت بڑی خدمت تھی، جو کہ نجم الاسلام صاحب کے ہاتھوں سرانجام ہوئی۔

تحقیق، میں ایک اور سلسلہ جو کہ توجہ کا باعث بنا، مختلف اسکالرز اور ادباء سے متعلق "گوشہ" کا شروع ہونا تھا۔ اس طرح آپ نے پانچ ایسے گوشے شایع کیے۔ گوشۂ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، گوشۂ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، گوشۂ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی، گوشۂ ڈاکٹر نذیر احمد اور گوشۂ ڈاکٹر مختار الدین احمد۔ ایک دو مرتبہ مجھے بھی اس حوالے سے لکھنے کی دعوت دی۔ ایک مرتبہ میں نے تجویز دی کہ ایک گوشہ سید حسام الدین راشدی مرحوم کے لیے بھی وقف کیا جائے۔ لیکن آپ کہتے تھے کہ جن لوگوں نے جامعہ سندھ کی خدمت (ملازمت) کی ہے، یہ گوشے ان کے لیے وقف ہیں۔ راشدی صاحب واقعی ایک بڑے اسکالر تھے اور انھوں نے اردو کی خدمت بھی کی ہے، لیکن چوں کہ ان کا تعلق سندھ یونی ورسٹی سے نہیں رہا، لہذا "تحقیق" میں ان کے لیے گوشہ مقصود نہیں۔ میں نے روبہ رو بھی کہا اور آج جب کہ ڈاکٹر نجم الاسلام اس دنیا میں نہیں رہے، میں یہ بات کرنے میں حق بہ جانب ہوں کہ ڈاکٹر مختار الدین احمد اور ڈاکٹر نذیر احمد واقعی بہت بڑے اسکالر اور انسان ہیں، لیکن انھوں نے جامعہ سندھ کی کیا خدمت کی ہے کہ ان کے لیے یہاں سے چھپنے والے "تحقیق" میں گوشے شایع کیے جائیں!

نجم السلام صاحب کی زیر ادارت علیحدہ یا مشترکہ طور پر "تحقیق" کے تیرہ پرچے شایع ہوئے (۱۹۸۷ء۔ ۱۹۹۹ء)۔ ان شماروں میں سندھ کے حوالے سے بعض اہم مقالے بھی چھپے۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کا ایک مقالہ چھپا، جس میں "چچ نامہ" کے مترجم علی بن حامد کوفی کے فارسی اشعار پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی۔ آگے چل کر میرے دوست محمد فاضل ڈھر نے اسی مقالے کا سندھی ترجمہ کیا جو کہ "مہران" نام کے مخزن میں شایع ہوا۔ سندھ کے حوالے سے خود ڈاکٹر نجم الاسلام کے

Marfat.com

بعض دل چسپ اور معلوماتی مقالے بھی "تحقیق" میں شایع ہوئے۔ سندھ پر لکھتے وقت کبھی کبھار مجھ سے بھی گفتگو کرتے اور مشورہ لیتے تھے۔ آپ کو کلہوڑا دور کے ایک منشی دولت رائے کی بیاض، سندھ صوبائی لائبریری حیدر آباد نے دست یاب ہوئی۔ اسی دور میں ایک مرتبہ میرے دفتر چلے آئے اور دولت رائے سے متعلق استفسار کیا۔ دولت رائے پر آپ کا مقالہ "تحقیق" شمارہ ۵ / سال ۱۹۹۱ء میں شایع ہوا۔ آپ نے اس ضمن میں میری ایک ترجمہ کردہ تحریر سے استفادہ کیا اور حوالہ بھی دیا۔ یہ ان کی وسعت قلبی ہی کا مظاہرہ تھا۔ سندھ کے ایک بہت بڑے اسکالر نے میری ایک تحقیق سے بڑا کام لیا۔ لیکن ایسا کرتے حوالہ نہیں دیا۔ شاید اس طرح ان کی شان میں کمی آجاتی۔

پیر حسام الدین راشدی سندھ کے ایک بہت بڑے اسکالر، محقق، اور مؤرخ تھے۔ سندھی، اردو اور فارسی میں بہت کام چھوڑا ہے۔ اردو کے بڑے مداح تھے۔ آج سندھ میں اردو جس مقام پر ہے، راشدی صاحب کا اس میں بڑا کردار ہے۔ پیر صاحب کے دیرینہ دوست اور نام ور مؤرخ ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب نے دو برس قبل مجھے راشدی صاحب کے اردو مضامین اور مقالات مرتب اور ایڈٹ کرنے کے لیے کہا۔ میں نے کام مکمل کرنے کے بعد پیر صاحب اور اردو کے حوالے سے ایک مفید مقدمہ لکھا۔ جب ریاض الاسلام صاحب نے یہ مقدمہ دیکھا تب فرمایا کہ ایک بار اس کو ڈاکٹر نجم الاسلام کو ضرور دکھاؤں اور ان کے مشورے سے یہ کام مکمل کروں۔ سن ۲۰۰۰ء کے اواخر میں اس ضمن میں برابر ہمارا رابطہ رہا۔ کبھی رو بہ رو اور کبھی فون پر۔ مقدمے کو بڑے غور سے پڑھا۔ کچھ باتوں سے اختلاف بھی کیا۔ لیکن بالکل رد بھی نہیں کیا۔ کچھ معاملات پر مفید مشورے بھی دیے۔ اب یہ کتاب "مقالات راشدی" کے نام سے انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز، کراچی یونی ورسٹی سے چھپ رہی ہے۔ میں نے مقدمے میں ڈاکٹر نجم السلام صاحب کے علمی تعاون کا شکریہ بھی ادا کیا۔ افسوس کہ ان کی زندگی میں یہ کتاب منظر عام پر نہ آسکی۔

مقالات راشدی میں ایک مقالہ سندھ کے حاکم میرزا غازی بیگ ترخان پر بھی شامل ہے۔ آگے چل کر راشدی صاحب نے اس موضوع پر مفصل تحقیق کی اور ایک شاندار کتاب تیار کی۔ یہ کتاب "میرزا غازی بیگ ترخان اور اس کی بزم ادب" کے نام سے، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی نے، سال ۱۹۷۰ء میں شایع کی۔ مقالات راشدی پر میرا مقدمہ پڑھا تب مجھ سے دریافت کیا کہ، میرزا غازی بیگ پر ایک اور کتاب بھی چھپی ہے، یہ کتاب کہیں موجود ہے؟ میں نے بتایا کہ سید اختر مسعود رضوی کی لکھی ہوئی یہ کتاب علامہ آئی آئی قاضی لائبریری سندھ یونی ورسٹی میں موجود ہے۔ میرزا

Marfat.com

ی بیگ پر جب بات ہوئی تو آپ نے ایک بہت بڑا انکشاف کیا۔ مجھے بتایا کہ بھئی میرزا کا دیوان ں کا خود راشدی صاحب کو بھی علم نہ ہو سکا اب دست یاب ہوا ہے۔ میرے استفسار پر بتایا کہ وستان کی رام پور لائبریری میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ بر صغیر کے اندر اس وقت فارسی کے ے بہت بڑے اسکالر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے، یہ دیوان ایڈٹ کر کے مجھے بھجوا دیا ہے۔ تا کہ میں ھ سے اس کو شایع کرا دوں۔ پہلی ترجیح سندھی ادبی بورڈ کو ہے۔ بہ صورت دیگر میں یہ دیوان حقیق" میں مکمل طور پر شایع کر دوں گا۔ افسوس کہ ڈاکٹر نجم الاسلام کی اچانک وفات سے یہ کام رہ ۔ غازی بیگ کا انتقال پچیس برس کی عمر میں، غریب الوطنی کی حالت میں قندھار میں ہوا، جہاں وہ نگیر کی طرف سے حکومت کر رہا تھا۔ اس طرح ان کا دیوان گم ہو جانا فطری تھا۔ میر علی شیر قانع ے "مقالات الشعرا" میں ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے۔ چار صدیوں کے بعد ان کا دیوان دستِ یاب نا ہماری علمی تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ خدا کرے کہ کسی بھی طرح یہ دیوان چھپ کر منے آئے۔

سندھ کے حوالے سے ڈاکٹر نجم الاسلام کی تین خدمات کو برسوں تک یاد رکھا جائے گا۔
ندھی ادبی بورڈ میں مخطوطات کا عمدہ ذخیرہ موجود ہے۔ کچھ سال پہلے آپ نے ایک اور رفیق کے اتھ مخطوطات کا کیٹالاگ تیار کیا تھا، ویسے تو آپ نے بورڈ کے مخطوطات کی فہرست "تحقیق" ں شایع کر دی ہے، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ لیکن کیٹالاگ مکمل صورت میں ہنوز طبع نہیں وا۔ جب یہ کیٹالاگ کتابی شکل میں شایع ہو گا، تو علمی دنیا میں اس کی ایک اور مستقل حیثیت ہو گی۔ اکٹر صاحب کی دوسری خدمت "ابیات شاہ کریم" کی صورت میں موجود ہے۔ شاہ کریم سندھی لاسیکل شاعری کا ایک ابتدائی نام ہے۔ آپ کے نوے سے بھی زیادہ سندھی ابیات ملتے ہیں۔ شاہ ریم کے ابیات کا آپ نے منظوم اردو ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ ۱۹۸۷ء میں انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، سندھ یونی ورسٹی نے شایع کیا۔ "ابیات سندھی"، ڈاکٹر نجم الاسلام کی سندھ کے حوالے سے تیسری علمی خدمت ہے۔ خواجہ محمد زماں بھی شاہ کریم کی طرح سندھی کے ایک صوفی شاعر گذرے ہیں۔ ان کے چوراسی ابیات محفوظ رہ گئے ہیں۔ نجم الاسلام صاحب نے ان ابیات کا منظوم اردو ترجمہ کیا، جو کہ انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی نے ۱۹۹۹ء میں چھاپ دیا ہے۔ ترجمہ وہ بھی منظوم صورت میں ایک مشکل فن ہے۔ اردو تو ڈاکٹر صاحب کی مادری زبان تھی۔ لیکن سندھی زبان پر بھی آپ مہارت رکھتے تھے۔ اس طرح آپ کو یہ تراجم کرنے میں آسانی اور کامیابی ہوئی۔ استاد محمد محل لاکھو جو کہ لطیف آباد

Marfat.com

حیدر آباد کے رہنے والے اور سندھی پرائمری استاد ہیں، مجھے بتایا کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکو
میں ڈاکٹر صاحب میرے شاگرد بنے اور میں نے ان کو سندھی زبان کی تعلیم و تربیت دی۔ اس سے
ہوتا ہے کہ آپ نے باقاعدہ سندھی پڑھی اور سیکھی، جو آگے چل کر ان کے کام آئی اور آپ نے
سندھی شاعری کے تراجم کیے۔ سندھ کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی یہ خدمات واقعی یادگار ہیں۔

میں گذشتہ تیرہ برس سے ڈاکٹر نجم الاسلام کو جانتا تھا۔ میں نے علمی ادبی دنیا میں ر
ہوئے بہت سے علماء، ادبا اور شعراء کو قریب سے دیکھا ہے، لیکن نجم الاسلام صاحب جیسے خامو
طبع اور درویش صفت اسکالر کم ہی دیکھا۔ نجم صاحب نہایت شریف النفس انسان تھے۔ ان کے حاف
کی قوت بلا کی تھی۔ خدا نے علم کے ساتھ صبر کی دولت سے بھی ان کو مالا مال کیا تھا۔ دس برس پ
پورا سندھ لسانی فسادات کی لپیٹ میں تھا۔ اسی دور میں نجم صاحب کے ساتھ کچھ ناعاقبت اندی
لڑکوں نے بدتمیزی کی۔ آپ نے نہ تو اس واقعے کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور نہ ہی یونی ورسٹی کو خیر باد ک
ڈاکٹر صاحب کے ہم زبان پروفیسر بھی اس ادارے میں تھے۔ جب بھی ان میں سے کسی کے سا
تھوڑی سی زیادتی ہوئی، ان لوگوں نے بڑا شور کیا اور ریٹائرمنٹ لینے کے بعد یونی ورسٹی اور سندھ
متعلق عجیب و غریب باتیں کیں۔ لیکن اس آدمی نے درگذر اور خاموشی کو ترجیح دی۔ اس طرح خود ک
بھی مقام بخشا اور سندھ یونی ورسٹی کی بھی عزت افزائی کی۔ لیکن ایک بات میں نے محسوس کی، اور وہ
کہ پیر حسام الدین راشدی کے ساتھ ان کو کچھ نہ کچھ خلش تھی۔ یہ بات کم از کم دو بار مجھے محسوس
ہوئی۔ ایک مرتبہ جب میں نے "تحقیق" میں گوشۂ راشدی کے لیے تجویز دی، دوسری مرتبہ جب
ہم نے میرزا غازی بیگ پر راشدی صاحب کی کتاب اور سید اختر مسعود کی تحقیق پر گفتگو کی۔ بہر حال
اب نجم صاحب ہمارے درمیان موجود نہیں۔ خدا ان کو غریق رحمت کرے!

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام کے خطوط

بنام

زاہد منیر عامر

ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (م ۱۳ ار فروری ۲۰۰۱ء) کی عمر کا آخری مرحلہ تھا جب راقم الحروف سے ان کی خط و کتابت ہوئی، اس مراسلت کا آغاز ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم کی جانب سے ہوا، یہ ۱۹۹۶ء کا ذکر ہے جب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب کے توسط سے مجھے رسالہ "تحقیق" کا شمارہ ۸۔۹ اعزازی طور پر ملا اور اس پر میری رائے طلب کی گئی، میں نے رسالے کے محتویات کو دیکھا، اس میں متعدد تحریریں دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچنے والی پائیں، اس شمارے میں ایک نہایت وقیع گوشہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی (م ۱۹۵۵ء) کی یاد میں شامل تھا اس کے علاوہ تکملہ مقالات الشعراء۔ سید ابو العلا اکبر آبادی۔ میر رسم خان تالپور کی ایک دستاویز پر مقالے بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کی مرتب کردہ اردو کی اولین نسوانی خود نوشت "بیتی کہانی" بھی تعارف و مقدمے کے ساتھ پہلی بار اسی شمارے میں شائع ہوئی مخطوطات و متون کے گوشے بھی تھے۔اضافات، مکتوبات، تبصرے، یادداشتیں روداد یں ان سب کے علاوہ۔

یوں تو اس شمارے میں وقیع تحریروں کی کمی نہ تھی لیکن مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور کے شائع کردہ "دیوانِ غمگین" (مطبوعہ جولائی ۱۹۹۴ء) پر ڈاکٹر نجم الاسلام کے مقالے "دیوان غمگین کس غمگین کا ہے" نے بطور خاص متاثر کیا جس میں انھوں نے بہت خوبی کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ لاہور سے جو دیوان مولوی عبد القادر غمگین رام پوری کے کلام کے طور پر شائع ہوا ہے دراصل میر سید علی غمگین کی ملک ہے اور مولوی عبد القادر رام پوری سے اس کا انتساب درست نہیں ہے، اس بات کے حق میں انھوں نے خارجی دلائل کے ساتھ دیوان میں مندرج کلام سے بھی استشہاد کیا، خارجی اور داخلی

Marfat.com

شہادتوں سے انھوں نے اپنے موقف کے حق میں جو دلائل پیش کیے وہ اتنے محکم ہیں کہ ان سے انکار آسان نہیں اور میرے علم کی حد تک اب تک اُن کا جواب کسی طرف سے نہیں آیا ہے۔

میں اس مقالے سے متاثر ہوا اور میں نے اظہارِ پسندیدگی کے لیے "تحقیق" کے اس شمارے پر تبصرہ تحریر کیا جو اسی زمانے میں شائع بھی ہو گیا، اس میں میں نے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی تحریروں میں نظر آنے والی تحقیق کی روشنی کا ذکر کیا۔ لیکن یہ تبصرہ ڈاکٹر صاحب کو بھیجا گیا نہ ان کی نظر سے گزرا۔ یہ تبصرہ ڈاکٹر صاحب کے کمال تحقیق کا اعتراف تھا میری جانب سے ان کے کمال کا اعتراف ایک اور صورت میں بھی ہوا وہ یہ کہ میں نے اپنا ایک غیر مطبوعہ مقالہ "تدوین متن ـــــ معیاری اسلوب کی تلاش" ان کے رسالے کے لیے ارسال کر دیا، مقالہ ارسال کرنے کے بعد اتنا وقت گزر گیا کہ بات رفت گزشت ہو گئی۔ ۱۹۹۸ء میں، جن دنوں میرا قیام مرید کے میں تھا (جہاں میرا قیام ۲۱/ نومبر ۱۹۹۸ء تک رہا) اور میں تعطیلاتِ گرما اور تحقیقِ فنِ میر سوز کی مصروفیت کے باعث یونی ورسٹی نہیں جایا کرتا تھا، وقفے کے بعد ایک روز لاہور آیا اور شام کے وقت یونی ورسٹی اورئینٹل کالج میں اپنے دفتر گیا۔ ایامِ غیبت میں آنے والی ڈاک دیکھی۔ ایک نامانوس مگر دل کش خط کا حامل لفافہ ڈاک کے ڈھیر پر پڑا کو دے رہا تھا، کھولا تو ڈاکٹر نجم الاسلام کا مکتوب تھا پہلے کوئی مراسلت نہ تھی اس لیے اس اچانک خط سے حیرت بھی ہوئی اور مسرت بھی، خط میں دو برس قبل بھیجے جانے والے مقالے کی اشاعت کی خبر تھی اور میرے ایک پرانے مطبوعہ مقالے کا ایک حصہ رسالہ "تحقیق" میں اقتباس کرنے کی اجازت نما اطلاع، اس بات سے مکتوب نگار کی وضع داری ظاہر ہوئی اور تحقیق کی سچی قدر دانی بھی۔

جواب طلب بات کا جواب لکھ دیا گیا پھر کچھ وقفے سے "تحقیق" کا شمارہ مشترکہ دہم و یازدہم بہ سلسلۂ تحقیقِ منسوبات شائع ہو کر آ گیا اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے دست خطوں کے ساتھ اس ہیچ میرز کو ارسال فرمایا میرے دونوں مقالوں کے آف پرنٹس بھی بھجوائے۔ یہ شمارہ جیسا کہ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ بہت وقیع تھا اور تحقیق منسوبات کے سلسلے میں ایک عمدہ دستاویز، میری جانب سے اس پر شکریہ کا خط گیا اور پھر وقفے وقفے سے خطوط کا تبادلہ ہوتا رہا، اسی زمانے میں موصول ہونے والے ڈاکٹر صاحب کے خطوط خوانندگانِ کرام کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میرے مختصر ربط کی باقی کہانی خطوط خود بیان کریں گے اور رہ جانے والے وضاحت طلب امور حواشی میں واضح کر دیے جائیں گے۔

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب کے خطوط جیسا کہ ان کے سوادِ خط ہی سے ظاہر ہے ایک محتاط ذمہ دار اور شفاف شخصیت کا پتہ دیتے ہیں۔ مضامین ذاتی نہیں علمی ہیں۔ الفاظ کم مگر اظہارِ مدعا مکمل ہے۔ خیالات کے اظہار میں صفائی ہے اخفا نہیں۔ تحقیق سے دلچسپی اور تحقیق کی قدر دانی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہر خط کے بالائی حصے میں اپنا مراسلت کا پتا پوری وضاحت کے ساتھ لکھا گیا ہے خطوں کے لفافوں پر بھی یہی کیفیت ہے۔ مکتوب الیہ کا نام اور پتا بھی خطوط کے آخر میں درج ہے کبھی نام اور پتا دونوں اور کبھی محض نام۔ کوئی خط بلا تاریخ نہیں ہے اور کسی خط کی عبارت میں کوئی ترمیم و تنسیخ نظر نہیں آتی۔

Marfat.com

ڈاکٹر فدا حسین انصاری

استادِ گرامی

استادِ گرامی ڈاکٹر پروفیسر نجم الاسلام کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے، ادبی اور تحقیقی حلقوں کے لیے تو یہ ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے، ڈاکٹر صاحب ایک نام ور محقق اور ماہر تعلیم تھے، آپ نے جس خاموشی سے تحقیقی کارنامے انجام دیے، اسی خاموشی سے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ مرحوم کے گھر میں پھیلی ہوئی کتابیں اس میدانِ جنگ کا نقشہ پیش کر رہی ہیں کہ جیسے کسی محاذ پر برسوں سے جنگ جاری رکھنے والا سپاہی اچانک حکم ملتے ہی اپنی نشانیاں چھوڑ کر کسی دوسرے محاذ پر نکل گیا ہو۔

شعبۂ تعلیم اور سندھ یونی ورسٹی سے تعلق رکھنے والے اساتذۂ کرام، ریسرچ اسکالرز اور مرحوم کے احباب نے نہایت دکھ کے ساتھ آپ کے سفرِ آخرت کی رسومات ادا کیں جب کہ استادی محترم جناب ڈاکٹر پروفیسر غلام مصطفےٰ خاں نے نمازِ جنازہ پڑھائی (جس کی وصیت مرحوم نے کی تھی) اور رقت آمیز دعاؤں کے ساتھ اپنے شاگردِ رشید کو رخصت کیا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم کی تحقیقی کاوشیں پچاس برس سے زیادہ عرصے کو محیط ہیں، آپ ایک نقاد مبصر ہونے کے ساتھ ساتھ اصولِ املا پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سندھ یونی ورسٹی جام شورو میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صدر شعبۂ اردو نے اپنے دور میں شعبہ جاتی و نصابی مجلّوں کا اجراء کیا جن میں نہ صرف اساتذہ بلکہ طلباء کے لیے بھی تحقیقی کاموں میں دل چسپی کا پہلو نمایاں تھا۔ موصوف کی شعبے سے سبک دوشی کے بعد جب ڈاکٹر نجم الاسلام شعبۂ اردو کے صدر مقرر ہوئے تو آپ نے استادِ گرامی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جامعۂ سندھ جام شورو میں شعبۂ اردو کو مزید ترقی دی اور "تحقیق" کے نام سے ایک ایسا اہم اور پُر از معلومات مجلّہ جاری کیا جس کی افادیت خاص پر تحقیقی حلقوں اور ریسرچ اسکالرز کے لیے مسلم ہے۔ "تحقیق" ۱۹۸۷ء سے باقاعدہ شائع ہوتا رہا ہے اور تقریباً ہر نمبر کسی نئے گوشے کے ساتھ اپنے معیار میں بھی قابلِ تعریف اضافہ کر رہا ہے۔ اس مجلّے کو نہ صرف پاک و ہند کی جامعات میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ کئی دوسرے ممالک کے محققین بھی اس سے استفادہ کر رہے ہیں کیوں کہ آپ نے اس کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی ہے۔

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نے جامعۂ سندھ میں شعبۂ اردو سے منسلک (مرد و خواتین) پروفیسر صاحبان کو
تحقیقی کاموں میں مصروفکر دیا تھا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ آپ نے "تحقیق" کو اوڑھنا اور بچھونا بنایا ہوا تھا اور
شعبۂ اردو کے صدر رہتے ہوئے بھی نہایت قابلِ توجہ، وقیع مقالے پیش کرتے رہے۔ آپ ذیابیطیس کے
موذی مرض میں مبتلا رہنے کے باوجود اپنی صحت کی پروا کیے بغیر اپنے مشن میں لگے رہے۔

ڈاکٹر صاحب کا دوسرا اہم فریضہ اپنے تلامذہ اور آپ کے زیرِ نگرانی کام کرنے والے ریسرچ
اسکالرز کی رہ نمائی تھا جسے آپ نہایت دیانت داری سے انجام دیتے رہے۔ ایم۔ اے، ایم فل اور پی۔ ایچ۔
ڈی کے طلباء کی رہ نمائی کے دوران وہ اپنی مصروفیات اور ذاتی مسائل کو پسِ پشت ڈال دیتے تھے، اس ضمن
میں راقم وثوق سے کہہ سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے تقریباً استرہ سال کی ملاقات کے دوران کبھی اپنے
کسی ایک بھی ذاتی مسئلے کا ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنے قیمتی اور نہایت مصروفیت کے اوقات میں بھی اپنے تلامذہ
کو مایوس نہیں کرتے تھے اور نہایت خلوص اور شفقت سے ابتدا سے لے کر تکمیل تک بھر پور رہ نمائی
فرماتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت ریسرچ اسکالرز کے لیے ایک تربیت گاہ کا درجہ رکھتی تھی آپ اپنے
احباب اور شعبے سے منسلک نوواردین میں ہمہ وقت تحقیقی شعور بیدار کرتے رہتے تھے۔ آپ ایک نہایت ہی
منکسر المزاج انسان تھے جن کی زندگی میں سادگی اور فروتنی کو ایک خاص درجہ حاصل تھا۔ آپ ذاتی شہرت
کے قطعی قائل نہ تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے احباب اور تلامذہ نے کئی مرتبہ آپ کے بارے میں کچھ لکھنا چاہا
لیکن آپ نے ہمیشہ انھیں ٹال دیا۔ آپ ہمیشہ کسرِ نفسی سے کام لیتے تھے اور اپنے بارے میں کوئی ایسی بات یا
واقعہ بیان کرنے سے اجتناب فرماتے تھے جس سے آپ کی علمی عظمت یا بڑائی کا پہلو نکلتا ہو۔

ڈاکٹر صاحب زاہدِ خشک نہ تھے بلکہ موقع محل کے لحاظ سے کبھی کبھی نہایت پر مزاح گفتگو
فرماتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب لاولد تھے لیکن آپ نے کبھی اسی محرومی کو ظاہری طور پر اپنے اوپر مسلط نہیں کیا
بلکہ ان کی تمام شفقتیں اور محبتیں کتابوں کے ساتھ تھیں اور وہ بھی اس درجے کہ کسی اور جانب دیکھنے کی
آپ کو فرصت کہاں تھی۔

ڈاکٹر صاحب کی ادبی زندگی کا آغاز تو آپ کے زمانۂ طالبِ علمی سے ہو چکا تھا۔ جب آپ بی۔ اے
کے طالبِ علم تھے اسی دور سے ہندوستان کے مختلف رسائل وجرائد میں ان کے تنقیدی تبصرے شائع ہونے

Marfat.com

لگے تھے۔ ماہنامہ معیار میرٹھ سے آپ کی ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز ہوا پھر آپ ۱۹۵۱ تا ۱۹۵۶ اس رسالے کی ادارت سے وابستہ رہے۔ اسی مجلّے کا ایک تنقیدی نمبر، ایک خصوصی نمبر اور دو اور کتابیں شائع کی تھیں۔

راقم نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کے دوران ڈاکٹر صاحب کو جس انداز کا پایا وہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔ زندگی رہی تو ان شاء اللہ ڈاکٹر صاحب کی مہربانیوں اور اپنی کوتاہیوں کے بارے میں یہ ناچیز اپنی یادداشتیں آئندہ پیش کرے گا۔ ایک بلند پایہ نقاد کی حیثیت سے بھی ڈاکٹر صاحب کی خدمات قابلِ تحسین ہیں، مختلف رسائل میں شائع ہونے والے تنقیدی تبصرے آپ کے غائر مطالعے اور انصاف پسندانہ روے کے مظہر ہیں، ان میں چند تبصرے "ماہنامہ معیار میرٹھ" میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ تحقیق میں شائع ہونے والے مقالات آپ کی فنِ تحقیق پر گرفت اور تنقیدی نظریات کی غمازی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے وقیع تحقیقی مضامین ومقالات جو اردو، فارسی زبان وادب اور ادارات کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں "مطالعات" میں یک جا کر دیے گئے ہیں جو ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۹ء تک کی درمیانی مدت میں نقوش صحیفہ اور ریٹیل کالج میگزین میں شائع ہو چکے تھے، انھیں آپ نے اپ ڈیٹ کر کے اور بھی اہم بنا دیا ہے۔

آپ نے اپنے استاد گرامی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی ترغیب پر ایلسا قاضی کی ایک طویل انگریزی نظم کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں مخدومی ہی کی ترغیب واصلاح سے خواجہ محمد زماں لواری نقشبندی (۱۱۸۸) کے سندھی ابیات کا منظوم ترجمہ بھی کیا جو ادبی کارنامے سے کم نہیں۔ ابیات شاہ کریم کا سندھی سے اردو ترجمہ بھی ۱۹۸۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔ منتخب فارسی اشعار کا منظوم ترجمہ "دو آہنگ" کے نام سے کتابی صورت میں ہمارے سامنے ہے جو آپ کے بلند معیار ذوق کے علاوہ ایک اعلیٰ مترجم ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب ادب میں سطحیت پسندی کے اثرات سے خدشات رکھتے تھے، ترقی پسند ادب اور ادیبوں کے بارے میں بھی ان کے خدشات درست ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کو شعراء اور ادب اور
ادیبوں کے بارے میں بھی ان کے خدشات درست ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کو شعراء اور ادیبوں سے اس امر کی بھی شکایت تھی کہ ان میں اخلاص اور تحریکیت کی کمی رہی ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ ادبی حلقے

Marfat.com

اپنے آپ سے زیادہ دوسروں سے محبت کرنا سیکھیں اور اپنوں سے زیادہ دوسروں کے لیے قربانی کا جذبہ بیدار کریں۔

ڈاکٹر صاحب کا ادبی ذوق اور سندھی و فارسی ابیات کے منظوم اردو تراجم اس امر کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ آپ یقیناً ایک شاعر بھی تھے لیکن راقم کے سامنے نہ تو ان کے اشعار ہیں اور نہ ہی کوئی بیاض، امید ہے کہ اب ان کے اشعار ضرور سامنے آئیں گے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام جیسے ہمہ جہت شخصیت رکھنے والے محقق و ادیب روز روز پیدا نہیں ہوتے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا پھیلا ہوا تحقیقی کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے اور اس طرح مرحوم کی روح کو سکون پہنچایا جائے۔

شہر سے باہر نکل کر روز دیتا ہوں صدا
اے خدا وہ جانے والا کب پلٹ کر آئے گا

Marfat.com

پروفیسر حمید الدین شیخ

استاذی محترم ڈاکٹر نجم الاسلام

۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء میں صبح نو بجے کالج پہنچا تو پہلی خبر محمد فاروق مغل کے ذریعے مجھے ملی وہ پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام کے سانحۂ ارتحال کی خبر تھی۔ اور یہ کہ نمازِ جنازہ ظہر کے بعد ہو گی۔ فاروق نے مجھے یہ اطلاع تقریباً ساڑھے گیارہ بارہ بجے بہم پہنچائی تھی اور ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ نجم صاحب کے گھر پہنچا جائے کہ شاہ انجم ملول و غم زدہ کالج میں تشریف لائے اور ان سے معلوم ہوا کہ جنازہ عصر میں اٹھایا جائے گا۔ بہر حال میں ان کے مکان پر گیا۔ وہاں کافی لوگ موجود تھے۔ سوگواری کا ہر طرف ماحول تھا۔ کچھ دیر بیٹھ کر اپنے گھر آ گیا کہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے اور عصر سے پہلے دوبارہ نجم الاسلام صاحب کے مکان پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک میت لے جانے والی بس کے علاوہ سندھ یونی ورسٹی کی اسٹاف بس بھی موجود تھی۔ میت اور تمام شرکاء بس میں سوار اولڈ کیمپس سندھ یونی ورسٹی حیدر آباد سٹی پہنچے۔ بعد نمازِ عصر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب نے اپنے بہت معتبر اور عزیز شاگرد کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مغفرت کی دعا فرمائی۔ ایسا رقت آمیز منظر پہلے کسی نے کاہے کو دیکھا ہو گا کہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کو اس ضعیفی اور نقاہت میں اپنے فرزندوں کی طرح عزیز شاگرد کی نمازِ جنازہ ادا کرنی پڑے گی یہ منظر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔

جنازے کو میر فضل ٹاؤن کے قبرستان لایا گیا اور مغرب ہوتے ہوتے انھیں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ واپسی میں دعائے مغفرت دوبارہ ہوئی لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ یوں حیدر آباد سندھ میں علم و ادب اور تحقیق و تفحص کا ایک باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام سے میرے مراسم کا زمانہ کم و بیش تیس برس پر محیط ہے۔ یہ ستر کے عشرے کی بات ہے میری ایک عزیزہ رفعت سلطانہ مرحومہ ان دنوں اپنے تحقیقی مقالے جو انھیں بعد میں پی ایچ ڈی اور ڈاکٹر بناتا، پر کام کر رہی تھیں اور ان کے نگراں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں تھے۔ عزیزہ

Marfat.com

رفعت اپنے مقالے کے وہ اجزاء جنھیں وہ مکمل کر لیتیں رائے اور نظر ثانی کے واسطے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے پاس میرے ذریعے بھیجتیں اور ڈاکٹر صاحب ان اجزاء پر نظر ثانی کے بعد مجھے دے دیتے۔ جو میں واپس ڈاکٹر رفعت کو پہنچا دیتا۔

کبھی کبھی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نظر ثانی کیے جانے والے اجزاء مجھے لوٹا دیتے اور حکم دیتے کہ یہ اجزاء ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے پاس لے جاؤ اور انھیں میری طرف سے کہنا کہ "یہ اجزاء توجہ سے دیکھ لیں اور جو کمی بیشی ہو اس کی نشان دہی فرما دیں یا کچھ ضروری باتیں جو اس جزو سے متعلق ہوں انھیں بڑھا دیں"۔ بس یہی قاصد گری اس خاکسار کے فرائض میں تھی جو ان دونوں بزرگوں سے بار بار ملنے کے مواقع فراہم کرتی رہی اور یہ سلسلہ بعد میں شاگرد، استاد کا سلسلہ بھی ہو گیا اور اس خاکسار نے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے زیرِ سایہ ہی اپنے ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا۔

۷۸-۱۹۷۷ء میں سندھ یونی ورسٹی نے چند درجات میں شام کی کلاسیں شروع کیں۔ ان میں شعبۂ اردو کی کلاسیں بھی شامل تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ایماء پر ہی میں نے ایم اے اردو کی کلاس میں داخلہ لیا۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت سے مجھے پہلے ہی بہت اچھی طرح آگاہی ہو چکی تھی کہ وہ ایک خاموش اور اپنے کام سے کام رکھنے والی شخصیت ہیں، مگر ان کی براہِ راست شاگردی سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف خاموشی سے اپنے کام میں مگن رہنے والے ہیں، بلکہ ان تمام لوگوں جن کا ان سے کسی قسم کا تعلق ہو گیا ہے، چاہے شاگردی کا، چاہے نیاز مندی کا، سب کو اپنے جیسا ہی بنا دینا چاہتے ہیں۔ دنیا و مافیہا سے متعلق مگر سب سے الگ۔ بس اپنے کام سے تعلق باقی سب باتوں سے لا تعلق۔ ان کا یہ رویہ ذرا عجیب ضرور لگتا تھا۔ بھلا اس ہنگامی دور میں گرد و نواح ایسی بے تعلقی، مگر انھوں نے اس کٹھن کام کو کر کے دکھایا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ان پر نہ تو کسی سیاسی، لسانی، یا قبائلی عصبیت کا کچھ اثر ہوا اور نہ انھوں نے ایسے معاملات میں کبھی حصہ لیا، اور یہی مطالبہ ان کا اپنے شاگردوں سے تھا کہ وہ ایسے معاملات میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اپنی پڑھائی پر توجہ دیں۔ لکھنے، لکھانے کی عادت اپنائیں۔ جو کام کریں اُسے ایسی لگن سے کریں کہ اگر وہ کام کسی کے سامنے جائے تو وہ حیرت اور تعریف کیے بنا نہ رہ سکے۔

ایک مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے مجھے دیوانِ غمگین کے ایک مخطوطے کے سلسلے میں ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا میں وہ مخطوطہ لے کر ان کے پاس حاضر ہوا۔ مخطوطہ دیکھ کر

Marfat.com

فرمایا کہ اس کا غائر مطالعہ کرو اور جو باتیں اس میں نظر آئیں انھیں بنیاد بنا کر ایک مضمون لکھ ڈالو۔ میں نے حکم کی تعمیل میں مضمون لکھا اور انھیں دکھایا بڑے خوش ہوئے اور میری خوش قسمتی سے اس امر کا اظہار اپنے مضمون میں جو دیوانِ غمگین کے مطبوعہ، غیر مطبوعہ اور قلمی مخطوطات کا احاطہ کرتے ہوئے لکھا ہے اس خاکسار کے مملوکہ دیوان کو جو کہ سید علی غمگین کے دستِ خاص کی تحریر اور بیاض قرار دی گئی ہے اول درجہ پر، درجہ دوم پر لاہور کا مطبوعہ عکسی دیوان اور تیسرے درجے پر انجمن ترقی اردو پاکستان میں موجود مخطوطے کو قرار دیا ہے اور تحقیقی کام کرنے والوں کو رائے دی ہے کہ انجمن ترقی اردو پاکستان کا مخطوطہ جو کہ اب تک پائے جانے والے مخطوطات میں کامل ترین ہے۔ کو اپنے تحقیقی کام کی بنیاد بنائیں۔

ڈاکٹر نجم الاسلام بہت شفیق استاد تھے۔ اپنے شاگردوں کو اپنے بچے سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی اپنی صلبی اولاد نہیں ہے۔ یہی شاگرد ان کی اولاد تھے۔ جن کی تعلیم و تربیت کو وہ اور کاموں پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ کتنا بھی ضروری کام کر رہے ہوں، چاہے کسی تحقیقی مضمون کے سلسلے میں نایاب و کرم خوردہ کتاب محدب آلے سے پڑھ رہے ہوں، چاہے ان کے نوٹس بنا رہے ہوں، چاہے حاشیہ یا اشاریہ لکھ رہے ہوں میں یا کوئی بھی شاگرد ان کے پاس پہنچ گیا تو ناممکن ہے کہ وہ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ فوراً سب کام سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیں گے اور ساری توجہ آپ پر مبذول کر دیں گے اور جب تک آپ کے مسئلے کو پوری توجہ سے سن کر اپنی لیاقت و استعداد کے مطابق پوری طرح سلجھا نہیں دیں گے اپنے کام کے بارے میں سوچیں گے بھی نہیں۔ بعض مرتبہ خود ہمیں اس بات کا افسوس ہوتا تھا کہ ہم کیوں اس وقت آ گئے اور ہماری وجہ سے انھیں اپنا ضروری کام چھوڑنا پڑا۔ مگر خود ان کے ماتھے پر شکن تک نہ ہوتی اور نہ ان کے کسی عمل سے آپ کو یہ پتا چلتا کہ انھیں ہمارا اس وقت آنا ناگوار ہوا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب اسی وجہ سے تھا کہ انھیں بچوں سے بے انتہا محبت تھی اور ان کے شاگرد ہی ان کے بچے تھے۔

وہ اپنے شاگردوں کو بالکل تازہ اور مستند معلومات فراہم کرتے تھے۔ اگر کسی معاملے میں انھیں شک ہوتا کہ معلومات میں شبہ ہے تو وہ بڑی صاف دلی سے اس کا اعتراف کر لیتے تھے کہ مجھے اس وقت یہ بات یاد نہیں یا یہ میرے علم میں نہیں میں دیکھ کر بتاؤں گا۔ یہ بات کہہ کر وہ بھول نہیں جاتے تھے۔ بلکہ بڑی کھوج اور تلاش کے بعد صحیح اور مستند معلومات اپنے شاگردوں کو مہیا کرتے اور

Marfat.com

ایسا کرتے وقت وہ بڑی خوشی کا اظہار فرماتے اور شاگردوں کی بھی حوصلہ افزائی کرتے کہ تم نے بہت خوب سوال کیا۔ ایسے ہی سوالات سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ کہاں تک ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے اوصاف و صفات بیان کیے جائیں۔ باتیں لکھتے چلے جایئے، ہاتھ شل ہوتے اور کاغذ قلم ساتھ چھوڑتے۔ چلے جائیں گے، ان کی باتیں نہ ختم ہوں گی اور نہ دل ہی ان کی باتیں کرنے یا لکھنے سے بھرے گا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب ایک محقق اور نقاد تھے، مترجم تھے، شاعر تھے، ماہر تعلیم تھے، استاذ الاساتذہ تھے۔ وہ سبھی کچھ تھے مگر سب سے بڑھ کر وہ ایک ایسے انسان تھے کہ انسان دوستی جن کا شعار تھا۔ وہ بڑوں کے بڑے اور بچوں کے لیے ان کی ماں تھے۔ وہ تھے تو باپ ہی، مگر ان کے سینے میں بچوں کے لیے ایک ماں کا دل دھڑکتا تھا۔

"حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام (مرحوم)

میں، ۱۹۶۴ء میں، سندھ یونی ورسٹی کے شعبۂ فلسفہ میں آیا۔ اس وقت محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں اور دوسرے اساتذہ تھے۔ نجم الاسلام صاحب شاید ۱۹۶۶ء میں شعبے میں آئے۔ پہلے وہ ریسرچ اسکالر تھے۔ بعد میں ان کو اردو کے لکچرار کی حیثیت سے لے لیا گیا۔ پرانے کیمپس میں ان سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ جب نئے کیمپس جامشورو آگئے تو یونی ورسٹی بس میں روزانہ ملاقات ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالہ کے سلسلے میں ان سے بات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ اردو میں ابھی تک پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے بہت وسیع موضوع منتخب کیا جاتا ہے جیسے "لکھنو کی اردو شاعری"، "اردو شاعری کا ارتقاء"، "اردو شاعری کا ثقافتی پس منظر"، "اردو ناول کے ۲۰ سال" وغیرہ۔ یہ موضوعات اتنے وسیع ہوتے ہیں کہ ان میں ایک نہیں کئی پی۔ ایچ۔ ڈی مقالے لکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً اردو ناول کے ۲۰ سال میں بہت سے ناول نگار ہیں جن پر انفرادی کام ہو سکتا ہے جو بہتر انداز میں کیا جاسکتا ہے۔ نجم الاسلام نے کہا کہ اردو میں چوں کہ زیادہ کام نہیں ہوا ہے اس لیے اس قسم کے وسیع موضوعات چنے جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ طریقہ غلط ہے۔ اس سے ایک تو صحیح کام نہیں ہوتا ہے دوسرے سرسری جائزہ لیا جاتا ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی مقالے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کا موضوع چھوٹا اور متعین ہو اور جس پر گہرائی سے کام کیا جاسکے۔ میں نے اسلامی ثقافت کے ایک استاد کی مثال دی۔ انھوں نے پشاور کے ایک طالب علم کو موضوع دیا "سرحد کا اسلامی ادب"۔ اب اس میں دقت ہے کہ سب سے پہلے زمانے کا تعین نہیں ہوا کہ ۱۰۰ سال، ۲۰۰ سال کب تک کا ادب۔ پھر کس زبان کا ادب، فارسی، پشتو، اردو، ہندکو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ طالب علم کو ۷ سال لگ گئے اور پتہ نہیں اس نے کیا کام کیا کیوں کہ میں نے اس مقالے

Marfat.com

کو نہیں دیکھا۔

انگلستان میں اپنے تین سالہ قیام (۷۲۔۱۹۶۹ء) میں، میں نے شاعری کی تھی اور اس کو قلم بند کر لیا تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ دن بھر یونی ورسٹی لائبریری میں فلسفہ پڑھتا۔ شام گھر آنے کے بعد فرصت ہوتی تھی۔ میں یہاں سے مشہور شعراء کے دیوان لے کر گیا تھا۔ ان کی غزلوں کو پڑھتا اور جو بحر پسند آجاتی اس پر طبع آزمائی کرتا۔ میں نے اس سے پہلے شاعری نہیں کی تھی، اشعار کے وزن سے بھی واقف تھا نہ بحروں کا علم تھا۔ موسیقی کی شدبد تھی اس کے سہارے میں نے غزلیں، نظمیں اور قطعات لکھے، وہ اچھے خاصے ہو گئے انگلستان میں دوستوں کی محفل میں سنایا۔ ایک مشاعرے میں شرکت بھی کی جس میں بہت داد ملی۔ میں نے نجم الاسلام سے کہا کہ وہ پورے کلام کو دیکھ لیں اور اس کی تصحیح کر دیں، وہ راضی ہو گئے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جامشورو آتے جاتے وہ میری غزلوں کو ٹھیک کرتے اور اس طرح انھوں نے میرے پورے کلام کو دیکھ لیا۔ بحر، وزن، ردیف، قافیے کے متعلق بھی سمجھایا کہ کہاں میں نے غلطی کی ہے۔ غرض اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ اسی عرصے میں، میں نے اپنی چند غزلیں رئیس امروہوی (مرحوم) کو بھیجیں۔ انھوں نے تصحیح کر کے ان کو واپس کر دیا۔ وہ میرے پاس موجود ہیں۔ غرض اس سلسلے میں نجم الاسلام صاحب میرے استاد ہیں۔

نجم الاسلام صاحب نے سندھ یونی ورسٹی شعبۂ اردو سے ''تحقیق'' رسالہ نکالا جس میں اعلیٰ مضامین ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے لیے تحقیق میں ایک گوشہ مختص کیا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کا پر ایک تفصیلی مضمون لکھا اور اسے نجم الاسلام کو دیا لیکن اتفاق کہ ڈاکٹر صاحب کے ناگپور یونی ورسٹی کے ایک شاگرد پروفیسر رفیع الدین اشفاق صاحب کا مضمون اسی نوعیت کا آگیا، لہٰذا نجم الاسلام نے میرے مضمون کو روک لیا اور رفیع الدین صاحب کے مضمون کو شائع کر دیا۔ مجھے اس کا بہت افسوس ہوا، میں نے ان سے ذکر بھی کیا، وہ خاموش رہے۔

میں نے ایک مقالہ ''اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ کیسے لکھا جائے'' ان کو تحقیق کے لیے دیا، اس میں شعبۂ اردو کے ایک استاد کا ذکر تھا، دوسرے استادوں کا بھی ذکر تھا۔ میں نے اس میں ان کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا تھا جو عام طور پر اردو کے پی۔ ایچ۔ ڈی مقالات میں پائی جاتی ہیں۔ نجم الاسلام صاحب بہت ناراض ہوئے، میں خاموش رہا۔ دو دن کے بعد وہ میرے گھر آئے اور معذرت کی کہ وہ بلاوجہ ناراض ہو گئے تھے۔ میری سب باتیں صحیح تھیں۔ انھوں نے مجھ سے اس مقالے میں کچھ ترمیم کی اجازت مانگی۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ مقالے کا جو حصہ آپ کاٹنا چاہیں کاٹ دیں۔ مجھے

Marfat.com

کوئی اعتراض نہیں ہے۔ "تحقیق" کے اس شمارے پر دہلی یونی ورسٹی کے پروفیسر رشید خاں صاحب نے خاص طور سے میرے مقالے کے متعلق لکھا کہ اس میں طلباء کی رہ نمائی کے لیے بہت سی باتیں ہیں۔ نجم الاسلام صاحب کی بڑائی ہے کہ وہ پروفیسر رشید خاں کا تبصرہ لے کر آئے اور خوش ہو کر فرمایا۔ "دیکھیے انھوں نے آپ کے مضمون کی تعریف کی ہے"۔

نجم الاسلام صاحب سے میرا زیادہ تعلق نہیں رہا۔ وہ خاموش طبع، مخلص اور پڑھنے لکھنے والے آدمی تھے۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب ان کی فارسی کی قابلیت کے معترف تھے۔ ان کے انتقال سے ہم ایک اچھے استاد اور محقق سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے (آمین)۔

Marfat.com

ڈاکٹر نجم الاسلام کی سندھی ادب میں دلچسپی

ڈاکٹر نجم الاسلام اردو داں طبقے سے تعلق رکھنے والے ایسے آدمیوں میں سے ایک تھے، جو زادی کے بعد سندھ میں آئے اور سندھ کے علم و ادب میں گہری دلچسپی لینے لگے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام ہندوستان کے شہر جھبور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ شاید بعد میں والدین کے ساتھ میرٹھ آئے۔ جہاں گریجویشن تک تعلیم حاصل کی۔ آزادی کے بعد پاکستان آئے اور سندھ کے شہر سکھر میں سکونت اختیار کی۔ مزید تعلیم ایم۔اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری سندھ یونی ورسٹی سے حاصل کی (۱)۔ سکھر میں رہائش کے دوران اسلامیہ کالج سکھر میں استاد کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کے شوق دلانے پر "دبستان دہلی کی اردو نثر" کے عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھا اور سندھ یونی ورسٹی سے غالباً ۱۹۶۹ء میں پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری لی۔

سکھر میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد حیدر آباد چلے گئے اور غزالی کالج لطیف آباد میں پڑھانے لگے اور اس کے بعد ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کی سفارش پر سندھ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو میں استاد کی حیثیت سے منسلک ہو گئے (۲)۔

ڈاکٹر نجم الاسلام ایک محنتی اور ہوشیار استاد ہونے کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے بھی گہرا شغف رکھنے والے انسان تھے۔ تحقیق اور ترجمہ ان کا خاص موضوع تھا۔ پڑھنا اور لکھنا ان کی زندگی کے اہم مقصد تھے۔ ان کے قلم سے متعدد ادبی اور تحقیقی مقالات لکھے گئے، جو ادبی میدان میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ یہ قیمتی تحقیقی مقالات سندھ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کے جریدے تحقیق اور دوسرے کئی رسائل میں وقت بہ وقت شائع ہوتے رہے ہیں (۳)۔

مختلف رسائل میں شائع ہونے والے ایسے مقالات میں سے چند کو ترتیب دے کر "مطالعات" کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے (۴)۔ ابھی بھی ایسے کافی مقالات مختلف

Marfat.com

رسائل مثلاً، تحقیق وغیرہ میں بکھرے پڑے ہیں۔ یہ تمام مقالات علمی اور تحقیقی معلومات کا خزینہ ہیں۔ ہمارے علمی اور ادبی اداروں کو چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب کے ایسے تمام مقالات کو جمع کر کے اور مرتب کر کے کتابی صورت میں شایع کرائیں تاکہ آج کا ہر ایک محقق اور مورخ ڈاکٹر صاحب کی ایسی قیمتی علمی کاوشوں سے واقف ہو کر مستفیض ہو سکے۔ ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹریٹ کی تحقیقی تھیسز بھی اب تک شایع نہیں ہوئی، بہتر یہ ہے کہ ایسا قیمتی اور تحقیقی مقالہ جلد از جلد شایع کرایا جائے۔

ڈاکٹر صاحب کو نثر کے ساتھ نظم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ اردو کے ساتھ انگریزی، فارسی اور سندھی زبان کے بھی بڑے عالم تھے۔ انھوں نے سندھی اور فارسی کے بہت سے مشہور شعراء کے، کلام کا منثور اور منظوم اردو ترجمہ کیا۔ ذیل میں ڈاکٹر نجم الاسلام کی ایسی ادبی کاوشوں کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ جن کا تعلق سندھ اور سندھی ادب سے ہے۔

۱ **لیڈی ایلسا قاضی کی نعتیہ نظم کا اردو ترجمہ:** اس ترجمے کے متعلق ڈاکٹر نجم الاسلام خود لکھتے ہیں کہ "منظوم اردو تراجم کا آغاز راقم نے لیڈی ایلسا قاضی کی ایک طویل نعتیہ نظم سے کیا تھا۔ جو انگریزی میں تھی۔ یہ ترجمہ ۱۹۷۱ء میں سندھ یونی ورسٹی کی طرف سے اصل انگریزی نظم کے ساتھ چھپا تھا (۵)"۔

۲ **ابیات سندھی:** حضرت مخدوم محمد زمان لواریؒ (متوفی ۱۱۸۸ھ) کے سندھی ابیات سندھی کلاسیکل ادب میں بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ان ابیات کا پہلی مرتبہ ڈاکٹر نجم الاسلام نے منظوم اردو ترجمہ کیا ہے۔ یہ منظوم اردو ترجمہ پیر سعید حسن نے اپنی کتاب "ابیات سندھی حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ" میں اردو نثری ترجمے اور سندھی میں تشریح کے ساتھ شایع کیا ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام نے ان ابیات کا منظوم اردو ترجمہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے کہنے پر کیا تھا۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں لکھتے ہیں کہ "میری فرمائش پر عزیز گرامی ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب (صدر شعبۂ اردو سندھ یونی ورسٹی) نے اس کا (خواجہ محمد زمانؒ کے سندھی ابیات کا) منظوم اردو ترجمہ تیار کیا ہے" (۶)۔ مترجم خود اس کے اعتراف میں لکھتا ہے کہ "سندھی شاعری کے منظوم اردو ترجمے کی طرف مجھے اولاً مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب، سابق صدر شعبۂ اردو سندھ یونی ورسٹی نے متوجہ کیا تھا، چنانچہ ان کی ایک کوشش میں نے ۱۴۰۰ھ میں کی اور قبلہ ... صاحب کی فرمائش پر نقشبندی سلسلے کے ایک سندھی بزرگ اور ایک بلند پایہ قدیم سندھی ...

Marfat.com

شاعر خواجہ محمد زمان لواروی (متوفی ۱۱۸۸ھ) کے مکمل مجموعۂ کلام موسومہ ابیات سندھی کا منظوم اردو ترجمہ کیا" (۷)۔

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب، راقم کی طرف لکھے ہوئے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "اس ترجے (یعنی مخدوم محمد زمانؒ کے ابیات کے منظوم اردو ترجے کو) الگ سے چھپوانے کا بھی ارادہ ہے" (۸)۔
افسوس کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ ارادہ زندگی میں پورا نہ ہو سکا۔ ادبی اداروں کو چاہیے کہ ڈاکٹر صاحب کی اس خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے اس منظوم اردو ترجے کو علیحدہ کتابی صورت میں شائع کروائیں۔

ابیات شاہ کریم: سندھی کے کلاسیکل ادب میں شاہ کریمؒ کے سندھی ابیات کو قدیمی حیثیت حاصل ہے، یہ ابیات تصوف میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام نے شاہ کریم کے سندھی ابیات کا بھی منظوم اور نثری اردو ترجمہ کیا ہے۔ یہ نثری اور منظوم اردو ترجمہ سندھی متن کے ساتھ "انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی جامشورو" کی طرف "ابیات شاہ کریم" کے نام سے شائع ہوا ہے۔

ابیات قاضی قاضن: ڈاکٹر نجم الاسلام نے سندھی کلاسیکی ادب کے ایک قدیم شاعر قاضی قاضن کے ان سات سندھی ابیات کا بھی نثری اور منظوم اردو ترجمہ کیا ہے جو سب سے پہلے ملے تھے۔ یہ منظوم اور نثری اردو ترجمہ بھی سندھی متن کے ساتھ مذکورہ بالا کتاب، ابیات شاہ کریم کے آخر میں بہ طور ضمیمہ شامل کیا گیا ہے (۹)۔

قاضی قاضن کے مذکورہ بالا سات ابیات کے علاوہ بعد میں بھی ان کے کافی تعداد میں سندھی ابیات ملے تھے، ان تمام ابیات کا بھی ڈاکٹر صاحب نے نثری اور منظوم اردو ترجمہ کیا تھا۔ جس کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ "قاضی قاضن کے نودریافت کلام کا ایک مجموعہ قاذن جو کلام کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آیا ہے۔ اس مجموعے کا منثور اور منظوم ترجمہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔" ایک اور جگہ پر بھی لکھا گیا ہے کہ "(ڈاکٹر صاحب) آج کل ایک اور قدیم سندھی شاعر قاضی قاضن (متوفی ۹۵۸ھ) کے ابیات کا ترجمہ کر رہے ہیں" (۱۰)۔

۵ **سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطات کا کیٹلاگ:** ڈاکٹر نجم الاسلام کو مخطوطات کے ذخائر کو دیکھنے اور ان کے تفصیلی کیٹلاگ تیار کرنے اور ان میں سے خاص مخطوطات کا تفصیلی تعارف پیش کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ اسی شوق کے مدنظر انھوں نے سندھی ادبی

Marfat.com

بورڈ کی لائبریری میں موجود مخطوطات کا ایک تفصیلی کیٹلاگ انگریزی میں تیار کیا۔ اس کیٹلاگ کی تیاری کے متعلق غلام ربانی آگرو لکھتے ہیں کہ "ایک دن اس ملال میں اتفاق خیال ہوا کہ ان تمام (سندھی ادبی بورڈ کی لائبریری میں موجود مخطوطات کا) بے بہا قلمی مخطوطات کا علمی کیٹلاگ تیار ہو، تاکہ خبر ہو کہ یہ کس کے لکھے ہوئے ہیں اور کس فن کے متعلق ہیں ... ایک دن اسی فکر میں سندھ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کے ریٹائرڈ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کے پاس گیا۔ میرا مدعا سنا اور کہا کہ میں آپ کے پاس آؤں گا ... دوسرے دن یونی ورسٹی کے اردو شعبے سے دو پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام اور مرحوم صغیر صاحب بورڈ میں آئے۔ انڈیا آفس لائبریری، برٹش میوزیم، بالڈین لائبریری اور دوسرے خاص بین الاقوامی شہرت رکھنے والے اداروں کے کیٹلاگ ساتھ لے آئے اور کام شروع کیا۔ میں نے ان کا نام ملائک رکھا۔ بلاناغہ روزانہ دوپہر کو آتے تھے۔ گرمی، سردی، ہوا، برسات اور طوفان کی پروا نہیں کرتے تھے۔ خاموشی میں دو تین گھنٹے کام کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ دوپہر کا کھانا بھی گھر سے ساتھ لے آتے تھے۔ مجھ سے کبھی سندھی محاورے کے مطابق چائے کا کپ بھی طلب نہیں کیا۔

(۶) تین سال کی مسلسل محنت کے بعد ان دونوں اشراف نے بوادشاہی علمی کیٹلاگ تیار کر کے میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں دس پندرہ سال اسلام آباد بدلی ہو گیا۔ بعد میں حمید آخوند کے سوا کسی اور نے کیٹلاگ کو دیکھا بھی نہیں۔ میں نے رب پر توکل کر کے ابھی سائیں جو یہ صاحب کے مشورے سے اس کی اشاعت کا کام شروع کر لیا ہے" (۱۱)۔

اس کیٹلاگ کے متعلق خود ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "بورڈ کے اس ذخیرۂ مخطوطات کی ایک توضیحی فہرست بزبان انگریزی (ضخامت فولس کیپ سائیز کے ایک ہزار صفحات) برٹش کیٹلاگنگ کے طرز پر راقم نے فاضل مکرم ڈاکٹر ابوالفتح محمد صغیر الدین کی رفاقت و شراکت میں تیار کر کے ۱۹۸۰ء میں اشاعت کے لیے بورڈ کے سپرد کر دی تھی۔ اس میں کم و بیش ساڑھے تین سو صفحات ڈاکٹر ابوالفتح محمد صغیر الدین کے اور باقی ماندہ کم و بیش ساڑھے چھ سو صفحات راقم کے تالیف کردہ تھے۔ اور ان سب پر نظر ثانی استاذی و مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے کی تھی۔ یکم مئی ۱۹۷۵ء کو اس کام کا آغاز ہوا تھا۔ ۱۹۸۰ء میں مسودہ اشاعت کے لیے تیار تھا۔ طباعت کی نوبت ابھی تک نہیں آپائی" (۱۲)۔

کچھ وقت کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ان مخطوطات کا اردو میں بھی کیٹلاگ تیار کیا۔ جو قسط وار

Marfat.com

تحقیق" کے مختلف شماروں میں شائع ہوا۔اس کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ "چناں چہ سردست یہی اسب ہے کہ ان بیش بہا مخطوطات کی ایک اجمالی فہرست ہی پیش کردی جائے۔اسے راقم نے مشورو کے مخطوطات کی گذشتہ اقساط کے طریقے پر تیار کیا ہے،البتہ زبان کے لحاظ سے ذیلی تقسیم کا ضافہ کیا ہے"(۱۳)۔

سندھی ادبی بورڈ کی لائبریری میں موجود، عربی، فارسی، سندھی اور اردو زبان کے یہ خطوطات تاریخ،ادب،شاعری،حدیث،قرآن،فقہ اور تفسیر وغیرہ کے متعلق ہیں۔بہت ہی بہ تر ہو جائے کہ ان نایاب مخطوطات کا یہ شاہی کیٹلاگ جلد سے جلد شایع کرایا جائے،تاکہ ہر ایک محقق س قیمتی ذخیرے سے مستفیض ہو سکے اور اس کے بعد اس کیٹلاگ کا سندھی اور اردو ترجمہ کرایا جائے ور شایع کیا جائے۔

بیاض دولت راء سندھی: پرونشل میوزیم حیدرآباد کی لائبریری میں فارسی کا ایک مخطوعہ "بیاض دولت رائے سندھی" کے نام سے P-906 نمبر پر موجود ہے۔ڈاکٹر نجم الاسلام نے اس قلمی بیاض کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے ایک تعارفی مقالہ تیار کیا۔جو "تحقیق" ۵/۱۹۹۱ء میں شائع ہوا(۱۴)۔

۷ جامشور کے مخطوطات: (انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی کے مخطوطات کی اجمالی فہرست اور وضاحتیں): سندھی ادبی بورڈ کی لائبریری میں موجود مخطوطات کا کیٹلاگ تیار کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی جامشورو کی لائبریری میں موجود نایاب مخطوطات کا کیٹلاگ تیار کیا۔یہ کیٹلاگ "تحقیق" ۷/۱۹۹۳ء میں شایع ہوا ہے(۱۵)۔

۸ جامشورو کے مخطوطات کے متعلق چند یادداشتیں: اس مقالے میں ڈاکٹر صاحب نے سندھی ادبی بورڈ کی لائبریری میں موجود چند ایسے مخطوطات کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے جو اردو یا اردو آمیز ہیں۔یہ مقالہ بھی "تحقیق" ۱۰۔۱۱/۱۹۹۶ء میں شایع ہوا ہے(۱۶)۔

تازہ ڈاکٹر غلام محمد لاکھو نے راقم الحروف کو ایک ملاقات کے دوران بتایا کہ "ڈاکٹر نجم الاسلام کی وفات سے چند روز پیشتر کسی ادبی کام کے سلسلے میں وہ ڈاکٹر صاحب سے ملنے اس کے گھر

Marfat.com

گئے تو دوران ملاقات ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ "تازہ ہندوستان کے ایک عالم (؟) نے میرزا غازی
بیگ ترخان کا نایاب دیوان مرتب کر کے چھپائی کے لیے اسے بھیج دیا ہے۔ یہ دیوان چھپائی کے لیے
سندھی ادبی بورڈ کے حوالے کر دیں گے۔ اگر سندھی ادبی بورڈ نے چھپائی کی حامی بھر لی تو ٹھیک ورنہ
وہ خود اسے تحقیق کے آئندہ والے شمارے میں شایع کر دیں گے (۱۷)۔

ادبی حلقوں کے لیے یہ ایک بہترین خوش خبری ہے، کیوں کہ چند سال پیش تر پیر حسام
الدین راشدی نے اپنی تصنیف، میرزا غازی بیگ ترخان اور اس کی بزم ادب میں لکھا کہ "شعر و سخن کی
تمام اصناف میں میرزا نے مشق کی اور پانچ ہزار اشعار کا دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔۔۔ افسوس ہے کہ ان
پانچ ہزار اشعار کے دیوان کا ایک نسخہ بھی آج دنیا میں موجود نہیں" (۱۸)۔

اس نایاب دیوان کے متعلق سید اختر مسعود رضوی لکھتے ہیں کہ "بڑی جستجو اور کدو کاوش
کے باوجود میرزا کے دیوان اشعار کا سراغ نہیں مل سکا۔۔۔ میرزا جیسے ذہین و طباع شخص کے مجموعہ
کلام کا اتلاف دراصل ایک ادبی المیہ ہے۔۔۔ ان کا دیوان ان کی وفات کے بعد مرتب ہوا تھا" (۱۹)۔

بہت اچھا ہوا کہ ہندوستان کے ایک عالم کو کسی کتب خانے میں سے میرزا غازی بیگ
ترخان کے اسی نایاب فارسی دیوان کا مخطوطہ ہاتھ آیا اور اس نے ایڈٹ کر کے ڈاکٹر صاحب کو اشاعت
کے لیے بھیج دیا۔ اچھا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو زندگی کی چند سال مہلت اور دیتا تاکہ وہ خود اس
نایاب شہ پارے کی اشاعت کو دیکھ لیتے، لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب اپنی آنکھوں سے اس کی اشاعت
کو نہ دیکھ سکے اور یہ حسرت دل میں لے کر راہ ربانی چلے گئے۔ اس لیے ادبی اداروں، ادبی حلقوں اور
ادبی دوستوں سے گذارش ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے ورثاء سے اس نایاب گوہر کا ایڈٹ شدہ نسخہ
ہاتھ کر کے جلد سے جلد شایع کرائیں تاکہ وہ تلف ہونے سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے اور ہر
ایک محقق اور مؤرخ اس کو دیکھ سکے اور مستفیض ہو سکے۔

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر نجم الاسلام (مترجم) ابیات شاہ کریم، طبع اول ۱۹۸۷ء، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی جامشورو۔ صفحہ پس ورق۔ سہ ماہی انشاء حیدر آباد، ماہ جنوری۔مارچ، ۲۰۰۱ء۔ صفحہ ۲۶۔

(۲) ایضاً، صفحہ ۲۶، ۴۲ اور ۹۳۔

Marfat.com

(۳) "تحقیق" سندھ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو سے سالنامے کی صورت میں شایع ہو تا رہتا ہے۔ یہ جریدہ ڈاکٹر نجم الاسلام کی ایڈیٹری میں سال ۱۹۸۷ء سے شروع ہوا، اور اس وقت تک یعنی سال ۱۹۹۹ء تک ۱۰ پرچے (نمبر ایک سے تیرہ تک) شایع ہو چکے ہیں۔ (نمبر ۸۔۹، ۱۰۔۱۱، اور ۱۲۔۱۳ دو دو مشترکہ پرچے ہیں)۔ اس جریدے تحقیق میں ملک اور بیرون ملک کے نامور محققین کے تحقیقی مقالات سینکڑوں کی تعداد میں چھپ چکے ہیں۔ اس جریدے یعنی تحقیق کے مختلف شماروں میں ان تحقیقی مقالات کے مطالعے کے بعد ڈاکٹر صاحب کے مطالعے اور محنت کا پتا پڑتا ہے اور اسی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو داد دیے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔

(۴) ڈاکٹر نجم الاسلام کے قیمتی مقالات کا یہ مجموعہ "مطالعات" پہلی مرتبہ ۱۹۹۰ء میں "ادارۂ اردو حیدر آباد" کی طرف سے شایع ہو چکا ہے۔ (سہ ماہی انشاء حیدر آباد، ماہ جنوری، مارچ ۲۰۰۱ء، صفحہ نمبر ۴۲)۔

(۵) ڈاکٹر نجم الاسلام، دو آہنگ، طبع اول ۱۹۸۹ء، ادارہ اردو حیدر آباد، صفحہ ۳۔

(۶) پیر سعید حسن، ابیات سندھی حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمانؒ۔ طبع اول ۱۹۸۱ء، کراچی، صفحہ ۴۔

(۷) ابیات شاہ کریم۔ صفحہ ۴، و آہنگ، صفحہ ۳۔

(۸) ڈاکٹر نجم الاسلام کا خط بنام راقم الحروف، بتاریخ ۱۳، اکتوبر ۱۹۹۲ء

(۹) ابیات شاہ کریم، صفحہ ۱۰۵۔۱۱۲

(۱۰) ایضاً، صفحہ ۱۱۲، اور پس ورق

(۱۱) سہ ماہی مہران ۳ / ۲۰۰۰ء، سندھی ادبی بورڈ جامشورو، صفحہ ۴۶۔۴۷

(۱۲) تحقیق ۵ / ۱۹۹۱ء، صفحہ ۴۷

(۱۳) تحقیق ۵ / ۱۹۹۱ء، پہلی قسط، صفحہ ۷۱ سے ۱۳۹، اس قسط میں ۱۶۵ مخطوطات کا تعارف ہے۔ تحقیق ۶ / ۱۹۹۲ء، دوسری قسط، صفحہ ۳۴۷ سے ۴۱۱۔ اس قسط میں ۳۲۸ نمبر تک مخطوطات کا تعارف ہے۔

(۱۴) تحقیق ۵ / ۱۹۹۱ء، صفحہ ۳۰۲ سے ۳۳۱۔

(۱۵) تحقیق ۷ / ۱۹۹۳ء، صفحہ ۴۳۱۔۴۵۰۔ اس قسط میں ۳۲ مخطوطات کا تعارف درج ہے۔

Marfat.com

(۱۶) تحقیق ۱۔۱۱/۱۹۹۶ء۔۱۹۹۷ء، صفحہ ۳۳۰۔۳۴۴

(۱۷) ڈاکٹر غلام محمد لاکھو، چند رفقاء کے ساتھ بتاریخ ۳۰ راپریل ۲۰۰۱ء پر راقم سے ملنے کے لیے گھر تشریف فرما ہوئے۔

(۱۸) پیر حسام الدین راشدی، میرزا غازی بیگ ترخان اور اس کی بزم ادب۔ طبع اول ۱۹۷۰ء انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی۔ صفحہ ۱۵۳۔۱۵۴

(۱۹) سید اختر مسعود رضوی، میرزا غازی بیگ اور اس کا دربار علم و فن۔ طبع اول ۱۹۷۱ء۔ پشاور صفحہ ۸۰۔

Marfat.com

مولانا ضیاء الدین اصلاحی

پروفیسر نجم الاسلام

پروفیسر نجم الاسلام ۱۳ فروری ۲۰۰۱ء کو لطیف آباد حیدر آباد سندھ میں وفات پا گئے۔ اِنا للہ واِنا الیہ راجعون ٥

مرحوم کی پیدائش ۱۹۳۳ء میں بجنور میں ہوئی تھی۔ میرٹھ کالج سے بی۔اے کیا اور یہیں سے حفیظ میرٹھی وغیرہ کے اشتراک سے "معیار" کے نام سے ایک ادبی ماہنامہ نکالا جس نے چند برسوں کے بعد دم توڑ دیا مگر تعمیری ادب کے نقوش چھوڑ گیا۔ انھوں نے اس میں چھپنے والے افسانوں اور ڈراموں کا ایک انتخاب "ابھرتی کرنیں" کے نام سے شائع کیا تھا۔

پاکستان جانے کے بعد انھوں نے سندھ یونی ورسٹی سے ایم۔اے کیا اور "شمالی ہند کی قدیم اردو نثر" کے موضوع پر اردو فارسی کے مشہور فاضل اور ممتاز محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا، ان کے ریٹائر ہونے کے بعد نجم الاسلام صاحب شعبۂ اردو کے سربراہ مقرر ہوئے۔

سندھ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کی جانب سے ۱۹۶۱ء میں انھوں نے "صریر خامہ" کے نام سے ایک ادبی مجلہ جاری کیا، ۱۹۸۷ء میں ان کی ادارت میں اسی شعبے سے ایک معیاری اور بلند پایہ مجلہ "تحقیق" نکلا، جس نے ہندوستان و پاکستان کے بعض ممتاز محققین کے گوشے بھی شائع کیے، اس مجلے میں راقم اپنے بعض پرانے مضامین دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ وہ کہاں کہاں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مضامین شائع کرتے تھے۔

خدا کرے یہ بلند پایہ مجلہ ان کے بعد بھی جاری رہے، مرحوم کی کئی کتابیں بھی چھپی ہیں "مطالعات" ان کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے۔ آمین!

(معارف، اعظم گڑھ، مئی ۲۰۰۱ء)

Marfat.com

پروفیسر فہمیدہ شیخ

ڈاکٹر صاحب کا ترجمۂ "ابیاتِ سندھی"

ڈاکٹر صاحب کو ہم سے رخصت ہوئے ایک سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ان کے بچھڑنے کے بعد ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ یہ تو وہی لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں جو ان کے قریب تھے۔ اس پورے عرصے میں کئی بار ڈاکٹر صاحب کی کمی کا احساس شدت سے ہوا۔ وہ ایک مخلص، سچے اور جرأت مند انسان تھے۔ انھوں نے اصولوں پر کبھی سمجھوتا نہیں کیا، جس کی وجہ سے بعض اوقات کچھ لوگ ان سے ناراض بھی ہو جاتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تمام زندگی خدمتِ علم و ادب اور خاص طور پر "تحقیق" کے فروغ کے لیے وقف کر دی تھی، آخر وقت میں بھی وہ شعبہ اردو کے رسالہ "تحقیق" کے نئے شمارے کے لیے کام کر رہے تھے کہ راہی ملکِ عدم ہوئے۔ ان کی علم و ادب سے وابستگی ہمارے سامنے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی سی گہری علمی لگن کم لوگوں میں ہو گی۔ اس لگن سے کام لے کر انھوں نے بہت سے ایسے کام کیے جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کا سب سے بڑا اور اہم کام رسالہ "تحقیق" ہے جس کے مختلف شماروں میں علمی و تحقیقی مقالات کے علاوہ مشہور شخصیات پر گوشہ تہنیتی گوشے ترتیب دیے گئے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے اردو میں منظوم تراجم بھی کیے۔ منظوم تراجم کا آغاز انھوں نے ایلسیا قاضی کی ایک طویل نعتیہ نظم سے کیا تھا جو انگریزی زبان میں ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۷۱ء میں سندھ یونی ورسٹی کی طرف سے اصل انگریزی نظم کے ساتھ شایع ہوا تھا۔ اس منظوم ترجمہ کی ترغیب محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب نے دلائی تھی۔

ڈاکٹر صاحب ہی کی ترغیب اور اصلاح سے خواجہ محمد زمان (لواری) نقشبندی (م ۱۱۸۸ھ) کے 'ابیات سندھی' کا منظوم اردو ترجمہ کیا، جسے ۱۹۸۱ء میں پیر سعید حسن صاحب نے کراچی سے

Marfat.com

شایع کیا۔اسی طرح سے ابیات شاہ کریم کا منظوم اردو ترجمہ بھی کیا جو انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی جام شورو سے ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔اس کے علاوہ منتخب فارسی اشعار کا منظوم اردو ترجمہ "دو آہنگ" کے نام سے ادارۂ اردو سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔

اس وقت ہم ان کے منظوم اردو ترجمہ "ابیات سندھی" کا جائزہ لیں گے۔لواری شریف کے بزرگان، جن کے سردار حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہ تھے،ان کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملتا ہے ولادت باسعادت ۲۱ رمضان المبارک ۱۷۱۳ء میں قدیم لواری شریف سندھ میں ہوئی۔

خواجہ صاحب کے آباء واجداد کا اصل تعلق عربستان سے تھا لیکن بہ وجوہ خلفائے عباسیہ کے دور میں سندھ کے شہر ٹھٹھہ کے مضافات میں سکونت پذیر ہوئے۔آپ کے تقویٰ، پرہیزگاری اور عبادت وطاعت کی وجہ سے بہت سے قرب وجوار کے لوگ آپ کے مرید بنے۔دنیاوی حرص وطمع سے دور رہ کر انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی۔آپ کے والد شیخ حاجی عبداللطیف نے شیخ فیض اللہ بن مخدوم آدم نقشبندی سے ارادت حاصل کر کے آئندہ کے لیے سلوک نقشبندیہ اختیار کیا۔

ابوالمساکین محمد ٹھٹھوی اس وقت ٹھٹھہ ہی میں موجود تھے جب مخدوم محمد زماں لواری (۱۱۲۵ھ۔۱۱۸۸ء) تعلیم کے لیے تشریف لائے تھے۔حضرت ابوالمساکین آپ کو (محمد زمان لواری) اپنی خانقاہ میں لے گئے اور اپنے فیوض سے جلد از جلد سلوکِ نقشبندیہ طے کرلیا اور خلافت عطا فرمائی۔

۱۱۵۰ء میں آپ اپنے وطن لواری شریف تشریف لے آئے اور آخر وقت ۱۱۸۸ھ تک ہزاروں کو مستفیض فرمایا اور آپ کو جو شہرت حاصل ہوئی، وہ اس دور کے کسی بزرگ کو سندھ میں حاصل نہ ہو سکی۔دور دور سے صلحا اور علماء آپ سے نیاز حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (۱۱۶۵ھ) کو بھی آپ سے بہت عقیدت تھی۔آپ سخت ریاضت کے عادی تھے۔ فجر کے بعد چاشت تک مسلسل مراقبے میں رہتے،استغراق کا یہ عالم تھا کہ سیکڑوں مرشدین جذب اور بے خودی میں گم رہتے تھے۔شب بیداری آپ کی عادت میں تھی دیگر لوگوں کو سوتا ہوا دیکھ کر تعجب فرماتے تھے۔شریعت کے سخت پابند تھے اور ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے۔فرماتے تھے کہ "اگر آج مستحب ترک کرو گے تو کل سنت ترک کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے،اس کے بعد ترک فرض کی نوبت آجائے گی اور ترک فرض، بعض مرتبہ کفر تک پہنچا دیتا ہے"۔شریعت اور حقیقت کے اس قدر دلدادہ ہونے کی وجہ سے کیف وسرور کے عالم میں جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ابیات کی شکل میں محفوظ ہے۔

Marfat.com

فاضل گرامی شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ مرحوم نے آپ کے کلام ابیات سندھی' کو اپنے ترجے اور حواشی کے ساتھ کراچی سے ۱۹۳۹ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے بعد محترم پروفیسر پیر سعید حسن صاحب (لواری) نے ان ابیات کا تفسیر نما اردو ترجمہ مرتب کیا اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی فرمائش پر ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے اس کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔

بقول پیر سعید حسن صاحب "ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے اس کام میں میری بڑی مدد فرمائی ہے، جس کا میں شکر گذار ہوں"۔

ذیل میں مخدوم صاحب کے منتخب سندھی اشعار اور ان کا اردو منظوم ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

جڳ تنين جي جاء جنين ڇڏئو جڳ کي
سڀ تو سهداء جي تو سهد نه سين

اردو:

یہ جگ ان اہل ہمت کی جگہ ہے جنہوں نے آپ اس دنیا کو چھوڑا
بھائیں گے سبھی تم کو، لیکن نہ تم ہرگز کسی سے دل لگانا

سندھی:

جاهل جنڪ سکن جو عارف سور سهاء
سورن سندي ساء راحت رسي روح کي

اردو:

جاہل کو سکھ پسند ہے عارف کو دکھ پسند
اس دکھ کے ذائقے ہی میں راحت ہے روح کی

حضرت خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ "دنیا کی لذت اور تکالیف دو اقسام کی ہیں ایک جسمانی اور دوسری روحانی۔ ہر شے جس سے جسم لذت حاصل کرتا ہے، روح اس سے کرب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ در اصل انسان باطنی سکون سے محروم ہے۔ اطمینان قلب اسے میسر نہیں، کتنا ہی عیش و آرام حاصل ہو انسان بے سکون ہی رہتا ہے۔

لکو واه وصال جنين ساعت، هيڪڙي
تن شا لذي لال جنه ل ء جڳ خلقئو

Marfat.com

اردو:

جن کو پل بھر لگی ہو بادِ وصال　　ان کی خوش بختیوں کا کیا کہنا
وہ جواہر انھوں نے پائے ہیں　　جن کی خاطر بنی ہے یہ دنیا

ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے، روح کی اصل منزلِ مقصود، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنی منزل کے قریب پہنچ گئے اور جنھیں ایک لمحے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گیا انھوں نے لعل و گوہر پا لیے ہیں اور یہ سب خاص بندوں کو ہی میسر آتا ہے۔

جانسي　پسين　پان　تانسي　مهت　مڙهي
جو　لٿو　اي　گمان　ته　مڙهيائي　مهت　ٿي

اردو:

خود بیں شخص کے واسطے　مسجد　مندر　ایک!
مندر بھی مسجد بنے　جذبہ　گر　ہو　نیک

جب تک انسان خود ستائی و خود بینی میں مبتلا رہتا ہے تب تک اس کی ریاضت میں وہ بات پیدا نہیں ہوتی، اس کے لیے مندر و مسجد ایک سی عبادت گاہیں ہوتی ہیں۔ وہ مندر کو بھی مسجد ہی سمجھنے لگتا ہے کیوں کہ دونوں جگہ پر عبادت کی جاتی ہے۔ اول نفس کو پہچانے تب وہ خدا کو پہچانے پائے گا اور یہی جذبہ مندر کو مسجد میں تبدیل کر دیتا ہے۔

سجن　ڏنو　جن　تن　ڏسن　غير　گناھ
جنين　لڌي　راھ　وهن　تنين　وھ　ٿئو

اردو:

آنکھوں میں جس کی جلوۂ محبوب بس گیا　اس کو گناہ جانب اغیار دیکھنا
قسمت کی یاوری سے جسے راہ مل گئی　پھر اس کے حق میں زہر ہے آرام راہ کا

جس نے اپنے محبوب کو پا لیا اور اپنی نگاہوں میں بسا لیا اسے غیر کی طرف دیکھنا گناہ کے برابر ہے اور جنھوں نے محبوب تک یعنی اللہ تک پہنچنے کی راہ پا لی ان کے لیے اب تھک کر بیٹھ جانا موت کے برابر ہے۔

سيت　ڀڄر　ڀسي　جي　سيت　هوت　حضور
ملڪ　سڀ　منصور　ڪمي　ڪهيا　ڪيترا

Marfat.com

اردو:

ہر جا حضورِ دوست ہے ہر سمت ذکرِ دوست
منصور ہر طرف ہیں کہاں تک کرو گے قتل

یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کا ہر ذرہ اس کی گواہی دے رہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، اسی لیے ہر شے منصور کی طرح انا الحق کا نعرہ بلند کر رہی ہے۔ منصور فقط ایک تھا اس لیے اسے قتل کر دیا گیا مگر کائنات کی ہر شے میں سے کس کس کو قتل کرو گے جو پکار پکار کر اس کا ذکر کر رہی ہے۔

ہان کني پري ڏاهه کڏهم پهتي کان
تت گذر نه غير جو جتي سڄڻ جي سنا چاهه
ورتو وحدت واه دوي سب دور تي

اردو:

انا کا بوجھ اٹھا کر کب کوئی محبوب تک پہنچا
گذر ہو غیر کا کیوں کر خیال یار ہو جس کا
دوئی سب دور ہو جاتی ہے، یہ مفہوم ہے اس کا
اسے کافی ہے وحدت کی ہوا کا ایک ہی جھونکا

انا، یعنی غرور و تکبر کے ساتھ اللہ تک رسائی نہیں ہو سکتی، جس قلب میں اللہ تعالیٰ سمایا ہوا ہو وہاں غیر اللہ کا گذرنا بھی ممکن نہیں، جب دل میں فقط اللہ تعالیٰ کی وحدت کی روشنی پھیلاتی ہے تب دوئی کا تصور بھی نا ممکن ہو جاتا ہے۔

مذکورہ تراجم میں ڈاکٹر نجم الاسلام نے بڑی کامیابی سے خواجہ محمد زماں قدس سرہ کے [illegible] اور افکار کا اردو قالب عطا کیا ہے۔ زبان کی تبدیلی کے عمل میں نہ کہیں خیال مجروح ہوتا ہے نہ احسا[illegible] کی شکل بدلتی ہے۔ ترجمے میں لفظوں کی نشست گواہی دیتی ہے کہ ان میں تخلیقی قوت بدرجۂ کمال موجود تھی مگر افسو[illegible] کہ ڈاکٹر [illegible] احب نے ا[illegible] ترجمے تک محدود رکھا یا پھر تحقیق[illegible] مصروفیتوں [illegible] اس طرف [illegible] خواہ توجہ دینے کا موقع [illegible] یا۔ ڈا[illegible] صاحب کی شا[illegible]ی کے ابتدائی نمونے اور بعد [illegible] شعری [illegible] اجم بھی پورے طور پر ا[illegible] سا[illegible] نہیں آئے ہیں۔ ان [illegible] کی اشاعت کے بعد ہی محقق ڈاکٹر نجم الا[illegible] کی شاعرانہ جہت پر حتمی رائے ممکن ہو گی۔

Marfat.com

پروفیسر رونق افروز صدیقی

عزت تھی جن کی چھاؤں...

عزت تھی جن کی چھاؤں محبت تھی جن کا پھل
اس بار آندھیوں میں وہ سارے شجر گئے

سلسلہ کلام کا آغاز کرنے سے قلم قاصر ہے۔ ذہن خموش ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے اور کیوں کر لکھوں۔ ماضی میں جھانکنے سے بھی وہ سرا نہیں ملتا کہ جو گفتگو کا نقطہ آغاز ہو اور جسے تھام کر سلسلۂ کلام آگے بڑھے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کی شخصیت ایسی سحر انگیز تھی کہ ایک بار ملنے والا دوسری بار ملنے کی آرزو لے کر رخصت ہوتا تھا۔ جامعہ سندھ شعبہ اردو کے استاد اور سربراہ کی حیثیت سے آپ نے بے مثال خدمات انجام دیں جس میں نشیب بھی تھے اور فراز بھی۔ مشکلات سے ہارنا آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ موت نے آپ کو کیسے زیر کر لیا۔

میرا آپ سے تعلق استاد اور شاگرد کے علاوہ ہمسائیگی کا بھی تھا۔ گو کہ میں نے جب مادرِ علمی جامعہ سندھ میں قدم رکھا تب آپ اپنے عہدے سے سبک دوش ہو چکے تھے یہ ہماری کم نصیبی رہی کہ ہم نے آپ کے علم سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا۔ اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے آپ نے کچھ دنوں اقبالیات کی کلاسیں لیں۔ ہم لوگ مقالہ لکھ رہے تھے لہٰذا اقبالیات کا پرچہ ہمارے لیے نہیں تھا لیکن پھر بھی ہم لوگ خاموشی سے آپ کو پڑھاتے ہوئے دیکھنے کے لیے اور علم کے سمندر سے اپنے نصیب کا موتی چننے کے لیے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ لیکن وہ طلباء جو اقبالیات پڑھ رہے تھے معترض ہوتے تھے لہٰذا چند دنوں کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہو گیا اور اس دوران ہم نے آپ سے جو فیض حاصل کیا وہ آج بھی ہمارے دل و دماغ کو منور کیے ہوئے ہے۔ آپ ذہن کے بند دریچے وا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے

Marfat.com

تھے۔ سمجھانے والا انداز، خاموشی سے سوال سننا، بولتی اور روشن آنکھیں طالب علم کو کبھی مایوس نہیں کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ سب کے مسئلے خاموشی سے سلجھادیا کرتے تھے۔ یہ تو وہ تاثر تھا جو بہ حیثیت شاگرد میں نے آپ سے قبول کیا۔

استاد اور شاگرد کے رشتے کے علاوہ ایک اور رشتہ جو ذہنی و قلبی تھا وہ اس پر بھاری ہے۔ آپ میرے ہمسائے تھے۔ ایک ہی محلے میں رہتے ہوئے مجھے کبھی اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ میں شجر سایہ دار کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھی ہوں اور وہ گوہر نایاب دامن میں چھپا ہے کہ جن سے ملنے اور ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ شاگردوں کے علاوہ مختلف اہل علم آپ کے پاس تشریف لاتے رہتے تھے۔ مگر حیف صد حیف کہ ہم نے آپ سے کماحقہ فیض حاصل نہیں کیا۔

ڈاکٹر صاحب کے گھر میں میرا آزادانہ آنا جانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا لیکن آپ میں پدرانہ شفقت بدرجہ اتم موجود تھی جو وقتاً فوقتاً آپ ہم پر نچھاور کرتے رہتے تھے۔ ہمارے محلے میں تقریباً ہر گھر دوسرے گھر میں دیمک کی شکایت ہے۔ میں نے جب آپ کو پہلی بار دیکھا تب آپ اپنی کتب کے پاس اداس وافسردہ بیٹھے ہوئے تھے۔ زندگی میں پہلی بار اتنی بہت سی اچھی کتابیں ایک ساتھ دیکھی تھیں اور سچ کہوں تو اسی دن مجھے شوق پیدا ہوا کہ میں بھی اس راستے پر قدم رکھوں۔

ڈاکٹر صاحب گھر میں کتب رکھنے کے لیے الماریاں بنوا رہے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ گھر کا اوپری حصہ دارالمطالعہ کے طور پر ترتیب دیا جائے لیکن چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر یہ منصوبہ دھرا رہ گیا۔ دیمک نے کتابوں کو جگہ جگہ سے نقصان پہنچایا تھا آپ افسردہ وملول بیٹھے ہوئے تھے انھیں یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ نادر ونایاب کتب دیمک کی نذر ہو گئیں جن میں کچھ تو نادر ونایاب قلمی نسخے تھے۔ میں نے اس دن پہلی بار آپ کا بہ غور مطالعہ کیا۔

بیضوی چہرہ، ستواں ناک، غنچہ دہن، روشن اور متجسس نگاہیں، چوڑی پیشانی جن پر علم کی کرنیں ان لکیروں سے ہویدا تھیں جو سوچتے ہوئے ماتھے پر پڑتی تھیں۔ سنہری اور کھلتا ہوا گندمی رنگ، اونچا قد، چھریرا جسم، چہرے پر خوب صورت داڑھی، مخروطی انگلیاں جو اس بات کی غماز تھیں کہ جب بھی قلم تھامیں گی شاہ کار تخلیق ہوگا۔ آپ کی نگاہوں میں بلا کا جادو تھا۔ جیسے آپ ٹیلی پیتھی کر رہے ہوں۔ مقابل سحر زدہ سا آپ کی علمی و تحقیقی گفتگو سنتا رہتا تھا۔ کام میں انتہائی نفاست اور عمدگی چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے لوگ بھی آپ کے سامنے اپنی تحریر پیش کرنے سے پہلے ایک

Marfat.com

ر ور پڑھ لیتے تھے کہ کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ہے۔ آپ کا لہجہ دھیما اور مدلل ہوتا تھا میں نے آپ کو اونچا اور تلخ بولتے ہوئے نہیں سنا۔ آپ کی شخصیت ہی کا تاثر تھا کہ جو مجھے جامعہ سندھ ر اردو میں لے آیا۔ آج میں برملا کہہ سکتی ہوں کہ میرے ایم۔اے کرنے اور اس مقام تک آنے ایک مضبوط اور توانا ہاتھ آپ کا بھی ہے۔

ڈاکٹر صاحب علمی شخصیت تھے طالب علم انھیں بہت پسند تھے آپ ہمیشہ حصولِ علم کے شی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ میں نے جب ایم۔اے اردو میں داخلہ لیا تو آپ بہت خوش ئے اپنے پاس بٹھایا۔ شعبہ اردو تک میری رسائی پر مبارک باد دی اور بہ طور خاص مجھے مٹھائی کھلائی سی وقت پیش گوئی کہ یہ مستقبل کی استاد ہوں گی اس کے علاوہ آپ نے ذخیرۂ کتب کا منہ میرے ، کھول دیا یہ کہہ کر کہ جب بھی ضرورت ہو بلا جھجک لے لینا۔ الماریاں میرے لیے ہمیشہ کھلی رہتی ں۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت سحر انگیز تھی۔ گھنٹوں آپ کی صحبت میں بیٹھ کر بھی تشنگی نہیں تھی۔ آپ علم کا وہ سمندر تھے کہ جس کی تہہ میں ہزاروں قیمتی و نایاب موتی چھپے تھے اب جو غوطہ ن ہو گا وہی موتی پائے گا۔ وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو آپ کی ذات سے منسلک تھے جنھوں نے یب سے آپ کی شخصیت کا مشاہدہ کیا تھا۔

ڈاکٹر نجم نو واردانِ ادب کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور شفقت کا سلوک کرتے تھے یہ میں ں بناء پر کہہ رہی ہوں کہ میں نے ہمیشہ آپ سے درست سمت میں رہ نمائی حاصل کی۔ ایم۔اے میں اخلے کے بعد جب مجھے میر تقی میر کے مطالعے کے عنوان سے مضمون لکھنے کے لیے کہا گیا تو میں لمحے ھر کے لیے کانپ گئی یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی بہر حال ہمت مرداں مددِ خدا لکھنا شروع کیا مضمون مکمل ہو گیا۔ اپنی پہلی کاوش ڈرتے ڈرتے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کی کہ ذرا قطع و مید کر کے اسے درست کر دیں آپ نے پورے مضمون کا عرق ریزی سے مطالعہ کیا۔ آپ بعد نماز عشاء عموماً آرام فرمایا کرتے تھے لیکن آپ کا یہ احسانِ عظیم تھا کہ آپ نے مجھ جیسی کم علم لڑکی کو اتنی اہمیت دیتے ہوئے پورا مضمون پڑھا۔ میں دم سادھے ایک ٹک آپ کو تک رہی تھی۔ کہیں کہیں آپ نے مشورہ دیا لیکن مجھے آپ نے اس دن ایسا سراہا کہ ڈرتے ہوئے آپ کے در دولت پر گئی تھی اور ڈھیروں خوشیاں دامن میں سمیٹ کر لوٹی کہ آپ نے کہہ دیا تھا کہ آنکھ بند کر کے اسے جہاں چاہو شائع کرا دو۔ اس مضمون کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پہلی کاوش ہے۔ مشق جاری رکھو اللہ

Marfat.com

تمھیں لکھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے یہ وہ جملے ہیں جو میرے سفر کے لیے زادِ راہ ثابت ہو
روشنی تھی کہ جس نے قلب و ذہن کو منور کر دیا اس نور میں مجھے اپنی منزل بہت قریب
ہوئی۔ اب یہ دھن سوار ہوئی کہ مزید لکھا جائے۔

میر تقی میر کے مقطعے کے فوری بعد جامعہ سندھ میں شعبہ اردو کے نو واردانِ چمن کو
آمدید کہنے کی پر وقار تقریب ہوئی جس میں، میں نے مضمون پڑھا۔ وہ کشتیاں جلانے والے کیا ہو
یہ مضمون بھی آپ کی نظر سے گزرا۔ آپ نے بہت سراہا اور کہا کہ قلم میں بہت کاٹ ہے اور بیگم
کہ بھئی اس بچی کی قدر کیا کرو یہ مستقبل میں بہت کچھ کرے گی ہم لوگ صرف ہنس کر رہ گئے۔
کے گھر میری آزادانہ آمد و رفت کا سلسلہ رہتا تھا۔ میں عموماً بعد نمازِ مغرب آپ کے گھر جاتی تھی۔
دیکھتے ہی خوش ہو جاتے تھے کہ اب تم آئی ہو تو ہمیں بھی چائے ملے گی بسا اوقات تو کہتے تھے کہ ا
لیے بھی بناؤ اور میرے لیے بھی۔ مجھے بہت خوشی ہوتی تھی جب وہ اپنے لیے کوئی فرمائش کرتے
کبھی مصروفیت میں نہیں جا پاتی تو شکایت کرتے کہ پڑوس میں رہتے ہوئے بھی نہیں آتی ہو۔

دورانِ تعلیم میں نے جب حضور احمد سلیم کی شخصیت کا مقالے کے لیے انتخاب کیا تو
بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ اگر آپ نے یہ کام کر لیا تو آپ میرے کاندھوں سے ان کا قرض ا
دیں گی انھوں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اس سے پہلے بھی دو حضرات اس موضوع کا انتخاب کر کے
ہی ہمت ہار بیٹھے تھے۔ انھوں نے اس سلسلے میں مجھے گراں قدر مشورے دیے۔ آپ کا تحریر کردہ کتا
"رسمیاتِ مقالہ نگاری" مقالہ نگاروں کے لیے مشعل راہ ہے۔ اس مقصد کے لیے اس سے
کتاب میرے خیال میں کوئی نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مقالے کی شخصیت پر میری درست سمت میں رہ نمائی کی۔ جس میں
حوصلہ افزائی کا عنصر نمایاں تھا بعد ازاں کتابی شکل میں شائع کروانے کا مشورہ بھی آپ ہی کا تھا۔ تحر
کے دوران بھی وقتاً فوقتاً آپ رہ نمائی کرتے رہے۔ مشاہیر سے آرا لینے کا خیال جب میں نے آ
کے سامنے رکھا تو بہت خوش ہوئے اور میں نے بلا جھجک سب سے پہلے انھی سے رائے طلب کی
مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بھئی ایک دو دن کی مہلت تو ملے گی۔ وہ ہر لمحے کہا کرتے تھے کہ یہ
لوگ ہیں انھیں بہت آگے جانا ہے۔ ان کے علم کی راہ میں رکاوٹ نہیں آنی چاہیے۔ میرے ساتھ
بھی یہ معاملہ تھا کہ علمی میدان میں ذرا سی بھی کامیابی ملتی تو سب سے پہلے آپ ہی کو بتاتی۔ وہ بھی
شکل دیکھ کر بھانپ جاتے تھے کہ کوئی بات کہنی ہے۔ سوالیہ نظروں سے دیکھتے اور میں اٹکتے اٹکتے بتا

Marfat.com

قلم وکاست سنادیتی۔ یونی ورسٹی میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میں گھبرا گئی لیکن آپ نے بہت حوصلہ دیا کہ راہ کی مشکلات سے ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ ثابت قدم رہو۔ وقت خود سب سے بڑا منصف ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا۔ طبیبوں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔ مجھے دیکھا تو بولے کہ ہاں بھئی تمھارا مقالہ کہاں تک پہنچا۔ میں نے انھیں بتایا کہ پہلا باب مکمل ہو گیا ہے فرمائش کر کے منگوایا اور محدب عدسے کی مدد سے پڑھا۔ چہرے کے تاثرات میں بیان نہیں کر سکتی۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آپ نے لکھنے کے اصول، املا کے قوانین اور الفاظ کی ساخت کے معاملے میں میری عمدہ طریقے سے رہ نمائی کی۔ آپ کی لائبریری میرے لیے ہمہ وقت کھلی رہتی تھی اگر مجھے کوئی کتاب بروقت نہ مل سکے تو خود کھڑے ہو کر نکال کر دیتے۔

میں ڈاکٹر صاحب کے گھر جب بھی گئی میں نے انھیں مصروف ہی پایا۔ کبھی کسی کتاب کے مطالعے میں منہمک، تو کبھی کچھ لکھنے لکھانے میں۔ جب تحقیق کا شمارہ آتا تھا تو آپ کی مصروفیت دوچند ہو جاتی تھی۔ ڈاک سے موصول ہونے والے مضامین کا عمیق مطالعہ، پروف ریڈنگ، تبصرے کے گوشے کے لیے منتخب تحریروں کا مطالعہ غرض شب و روز اسی کام میں بسر ہوتے تھے۔ آپ کے بستر پر، میز پر، ٹی وی کے سامنے ہر جگہ کتابوں کے ڈھیر نظر آتے تھے ہر کام میں ترتیب نظر آتی تھی۔ اکیلے اپنی کتابوں کو سجاتے رہتے تھے۔ کسی بھی کتاب کا مطالبہ کیجیے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے بتا دیتے کہ کس جگہ پر رکھی ہے بلا کا حافظہ کہ جس پر رشک کیا جائے۔

دھیمے لہجے والے ہمارے ڈاکٹر صاحب گو کہ اب ہم میں نہیں رہے مگر اس گھر کے درودیوار سے اب بھی آپ کی یادیں لپٹی ہوئی ہیں۔ ٹی وی ہمیشہ قریب سے دیکھتے تھے۔ کھانے کی میز پر ایک کونے میں ٹیلی ویژن دھرا ہوتا تھا اور قریب ہی آپ کی کرسی جہاں سے آپ ٹی وی دیکھا کرتے۔ میچ کے دل دادہ تھے۔ خبرنامہ ہر حال میں سنتے تھے اس دوران اگر کوئی آپ کو آواز دے دے تو چہرے ہی سے ظاہر ہو جاتا کہ یہ بات آپ کی طبیعت کو گراں گزری ہے۔ ٹیلی ویژن کے سامنے ہی کھانا کھاتے، اور پھر چہل قدمی کے لیے باہر کا رخ کرتے یا پھر اپنے مخصوص کمرے کا رخ کرتے کہ جہاں آپ پڑھنے پڑھانے کا کام کرتے تھے۔ قریب سے ٹی وی دیکھنے پر میں نے کہا بھی کہ آپ کی آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہے تو کہتے دیکھ تھوڑی رہا ہوں سن رہا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کے گھر جب بھی جاتے تو خاطر داری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ لاکھ منع کرنے کے باوجود اتنا اصرار کرتے کہ انسان شرمندہ ہو جائے۔ میں جب بھی ان کے گھر جاتی تو

Marfat.com

خوش ہو جاتے کہ چلو اب مجھے بھی چائے ملے گی اس بات پر آپ کی بیگم مصنوعی ناراضی سے کہتیں کہ ایسے کہہ رہے ہیں کہ جیسے کب سے چائے نہ ملی ہو جب کہ ابھی پیالی رکھ کر آئی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب مسکراتے اور مجھے کہتے کہ بھئی تم اپنے لیے بھی خود ہی چائے بناؤ اور مجھے بھی دو کیوں کہ ان کی تو تقریر ہی ختم نہیں ہوتی۔ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں تمام باتیں اور مناظر آنکھوں کے سامنے سے ریل ہی کی طرح گزر رہے ہیں۔ قدم قدم پر ان کی یادیں بکھری ہوئی ہیں۔ پڑھنے پڑھانے کی باتیں ان کی آنکھوں میں چمک بھر دیتی تھیں۔ میری خواہش تھی کہ میں اپنا ایم۔ فل ان کی نگرانی میں کروں۔ مگر ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور کچھ میری بھی کم نصیبی کہ معاملہ ٹلتا رہا۔

ڈاکٹر صاحب گو کہ ہم میں نہیں رہے مگر آپ کو مرحوم کہتے ہوئے قلم کانپتا ہے لیکن یہ بھی آپ کی ہی سمجھائی ہوئی باتوں میں سے ایک بات ہے کہ ایسا لکھنے سے مرنے والے کے حق میں دعا ہو جاتی ہے۔ آپ نے جو علم کے چراغ روشن کیے۔ تحقیق و تنقید کے جو ابواب کھولے وہ رہتی دنیا تک دنیائے ادب پر سایہ فگن رہیں گے۔ ان شاء اللہ

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو وہ یہ گوہر نہیں

Marfat.com

عتیق محمد میؤ

علم کا خزانہ اور مہربان ہستی

محترم جناب نجم الاسلام صاحب (مرحوم) آج ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی یادیں اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات آج بھی ان کی یاد تازہ کیے ہوئے ہیں۔ میرا ان سے تعلق بحیثیت کمپیوٹر آپریٹر تھا میں نے آٹھ سال تک سندھ یونیورسٹی کا رسالہ تحقیق ان کی نگرانی میں کمپوز کیا جس کی پانچ سالہ سند ڈاکٹر صاحب نے مجھے دی۔ ڈاکٹر صاحب خاموش طبیعت، نرم دل، شفیق انسان تھے میں نے آٹھ سال تک ان کے ساتھ کام کیا، اس عرصے میں ان کے چہرے پر کبھی پریشانی، غصہ یا ناراضگی نہیں دیکھی وہ جب بھی ہمارے آفس تشریف لاتے تو مختصر بات کرتے اور جب ان سے کوئی بات کرتا تو مسکرا کر جواب دیتے ڈاکٹر صاحب کو جتنی محبت تحقیق رسالے سے تھی میں اسے یہاں تحریر نہیں کر سکتا کیوں کہ اس بات کا علم سب کو ہے کہ وہ کتنی جاں فشانی، محنت، لگن اور شوق سے اس رسالے کو پروان چڑھا رہے تھے۔ چاہے جون، جولائی کی گرمیاں ہوں یا نومبر دسمبر کی سردیاں ان کی راہ میں رکاوٹ کا باعث نہ بنتیں۔ میں نے بحیثیت کمپیوٹر آپریٹر ان سے بہت کچھ سیکھا ڈاکٹر صاحب اپنے کام کے علاوہ اگر کسی کا کام اپنے ذمے لیتے تو اس کو اسی محنت و لگن سے پایہ تکمیل تک پہنچاتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کی کتاب بیتی کہانی کے نام سے ڈاکٹر صاحب کی نگرانی میں پرنٹ ہوئی۔ اس سے قبل یہ مضمون تحقیق رسالے میں شائع ہوا اس کے بعد اس کو کتابی شکل دی گئی اس کتاب کے لیے ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت کی۔ اس کے تقریباً پانچ مرتبہ ٹریس نکلے اور جاپان بھیجے گئے اور ہر مرتبہ ٹریس میں نئے اضافے ہوئے۔ ان دنوں معین الدین عقیل صاحب جاپان ٹوکیو یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے اتنی مرتبہ پروف ریڈنگ اپنے رسالے کی بھی نہیں کی جس میں یہ مضمون چھپ چکا تھا ہر مرتبہ معین الدین صاحب اس میں اضافہ فرما دیتے اور ڈاکٹر صاحب میرے پاس بیٹھ کر یہ اضافات درست کرواتے اور جاپان بھجواتے جب وہ ٹریس وہاں سے واپس آتے تو ان میں اور اضافے ہوتے لیکن ڈاکٹر صاحب نے جس

Marfat.com

خوش اسلوبی اور خندہ پیشانی سے اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچایا واقعی قابل تعریف ہے۔ڈاکٹر صاحب کسی کو بھی اپنی جانب سے شکایت کا موقع نہ دیتے ان کی شخصیت کھلی کتاب کی طرح تھی ان پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔وہ خود ایک مجسم تحریر تھے۔ان پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ان کو تحقیق رسالے سے عشق تھا وہ اسے خوب سے خوب تر بنانے اور بہتر سے بہتر انداز میں پیش کرنے کی خواہش رکھتے تھے کمپیوٹر میں اعراب وغیرہ کی کچھ کمی تھی جسے وہ اپنے ہاتھ سے درست کرتے تھے۔میں ایک آرٹسٹ بھی ہوں جو میرا شوق بھی ہے میں فارغ اوقات میں اپنے شوق کی تکمیل کرتا ہوں اور اس آرٹ ورک کی کئی سولو نمائشیں اور ملکی وغیر ملکی اہم شخصیات کو اپنا فن پیش کر چکا ہوں حال ہی میں میں نے سورہ رحمٰن جو کہ چالیس حصوں پر مشتمل ہے مکمل کی عنقریب اس کی نمائش صادقین گیلری باغ جناح فریئر ہال میں منعقد ہوگی اس آرٹ ورک کو دیکھنے کے لیے ڈاکٹر صاحب تین مرتبہ میرے غریب خانے پر تشریف لا چکے تھے میں وقتاً فوقتاً اپنے اس آرٹ ورک سے متعلق ان سے گفتگو کیا کرتا تھا کسی بھی اہم شخصیت کو کوئی خط لکھنا ہوتا تو ڈاکٹر صاحب سے اس سلسلے میں رابطہ کرتا اور وہ میرے اس کام کو اپنی نگرانی میں پایہ تکمیل تک پہنچاتے۔ میں ان کے مفید مشوروں پر عمل کرتا تھا جب میں نے سورہ رحمٰن مکمل کی تو ڈاکٹر صاحب کو میں نے سورہ رحمٰن دیکھنے کی دعوت دی انھوں نے اسے قبول کیا اور میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ میری بدقسمتی کہ میں اس دن آفس میں دیر تک کام میں مشغول رہا اور رات دیر سے گھر پہنچا اور میری ان سے ملاقات نہ ہو سکی میں نے جب ڈاکٹر صاحب سے کہا آپ گھر تشریف نہیں لائے تو انھوں نے بتایا کہ میں آپ کے گھر پر حاضر ہوا تھا لیکن آپ سے ملاقات نہ ہو سکی مجھے اس کا بڑا افسوس رہا۔ڈاکٹر صاحب بڑے کھلے دل کے مالک تھے میرے آرٹ ورک کی انھوں نے بہت پذیرائی کی میرا مڈویک جنگ رسالے میں انٹرویو شائع ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے آفس آکر مجھے مبارک باد دی اور میری صلاحیتوں کو سراہا اور کہا کہ عتیق صاحب اب تو جی چاہتا ہے کہ آپ کے لیے بھی ہم کچھ لکھ دیں جب کہ ڈاکٹر صاحب سند کے طور پر مجھے ایک لیٹر دے چکے تھے۔میں وقتاً فوقتاً ڈاکٹر صاحب کے دولت خانے پر حاضر ہوتا رہتا تھا خاص طور پر اپنے کام کے سلسلے میں یا جب ڈاکٹر صاحب زیادہ دن تک آفس تشریف نہ لاتے تو میں ان سے ملاقات کے لیے اکثر ان کے یہاں جاتا تھا میں اس عرصہ میں جب بھی ان کے گھر گیا ان کو گھر پر موجود پایا وہ نہایت تپاک سے ملتے اور گھر کے اندر اپنے آفس میں بٹھاتے اور جب میں ان کے پاس سے رخصت ہوتا تو وہ دروازے تک آتے اور میرے جانے تک وہ گھر کا دروازہ بند نہیں کرتے تھے ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات میں کبھی نہیں بھول سکوں گا ان سے ہر ملاقات اور ان کی باتیں اور ان کی لکھی ہوئی تحریریں آج بھی میرے پاس

Marfat.com

ہیں مجھے جب بھی خط و کتابت کے سلسلے میں کوئی مسئلہ در پیش ہوتا تو ڈاکٹر صاحب کی رہ نمائی حاصل
تحقیق رسالے میں جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کی روحانی شخصیت سے متعلق کچھ خطوط کمپوز
تو میں نے ڈاکٹر نجم صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب سے ملنا چاہتا ہوں
ان سے میری ملاقات کروا دیجیے انھوں نے کہا کہ کل صبح ۱۱ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک اولڈ کیمپس
مسجد سے ملحقہ باغ میں میں آپ کا انتظار کروں گا آپ آجایئے گا پھر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کر لیں
لیکن دوسرے دن میں بھول گیا کہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے ٹائم لیا ہے اور میں ۱۲ بجے دوپہر آفس
ڈاکٹر نجم صاحب میرا انتظار کر کے گھر چلے گئے عقیل شاد صاحب نے مجھے آفس آکر بتایا کہ آپ نے
ٹر صاحب کے ساتھ کسی سے ملنے جانا تھا تو یہ سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور میں اپنی اس غلطی پر کافی
مندہ ہوا اور میں نے ڈاکٹر صاحب سے اس غلطی کی معافی چاہی لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس کا بالکل بھی برا
مانا یہ ان کی اعلیٰ ظرفی تھی اس کے بعد میں نے پھر کبھی ڈاکٹر صاحب سے اس خواہش کا اظہار نہ کیا۔

ڈاکٹر صاحب اپنے کسی کام کے لیے کسی سے بھی نہ کہتے تھے بلکہ خود ہی اس کو کیا کرتے تھے
ہے وہ تحقیق رسالے سے متعلق ہو یا اپنا کوئی ذاتی کام۔ ایک دو مرتبہ ان کے ذاتی کام کے سلسلے میں ان
کے ساتھ جانا ہوا جس کا وہ ہمیشہ مجھ سے کہتے کہ عتیق صاحب اگر آپ ساتھ نہ جاتے تو میرے لیے وہاں
تک جانا بڑا مشکل ہو جاتا۔ میں جب بھی اپنی کام کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کے گھر پر جاتا تو اگر کام جلدی
کا ہوتا تو وہ اسے فوراً کر دیتے اگر نہ ہوتا تو اس کے لیے ٹائم مقرر کر دیتے کہ کل ہو جائے گا اور اس کام کو
کر کے وہ مجھے آفس پہنچا دیتے تھے جب ڈاکٹر صاحب آفس تشریف لاتے تو اور اتفاق سے لائٹ گئی ہوئی
ہوتی تو میں ڈاکٹر صاحب سے اپنے آرٹ ورک سے متعلق گفتگو کیا کرتا تھا اور ان کے مفید مشوروں پر عمل
کیا کرتا تھا جب میں کسی ملکی یا غیر ملکی اہم شخصیت کو خط لکھتا تو اس خط کو تصحیح کے لیے ڈاکٹر صاحب سے اس
کی پروف ریڈنگ کراتا اگر اس میں کچھ اضافہ کرنا ہوتا تو وہ بھی کرتے تھے اور خط تصحیح کر کے مجھے دیتے اور
اس کے نقصان اور فائدے بھی مجھے سمجھاتے۔ ڈاکٹر صاحب سے اس عرصے میں بے تحاشا ملاقاتیں رہیں
اور ہر ملاقات میں، میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا اور ان پر عمل کر رہا ہوں ڈاکٹر صاحب سے اگر کسی بھی
چیز کے متعلق معلومات کی جاتی تو اس کا فوراً جواب نہ دیتے تھے بلکہ مزید معلومات فراہم کرنے کے لیے
کتابوں سے مدد لیتے تھے اور باقاعدہ حوالے کے ساتھ ان کتابوں کا بھی بتاتے کہ اس کتاب میں اس کا یہ
جواب ہے اور اس کتاب میں اس کے یہ معنی ہیں اور ساتھ میں یہ بھی کہتے کہ کسی اور سے بھی اس بارے میں
معلومات لے لیں۔ ڈاکٹر صاحب اگر کسی سے ملنے جاتے اور کبھی میں ان کے ساتھ جاتا تو میں ان کے

Marfat.com

ساتھ جانے میں بڑا فخر محسوس کرتا۔ ایک دفعہ ایک کام کے سلسلے میں مجھے پروفیسر قوی احمد صاحب
پاس جانا تھا میں ان سے ملنے سے پہلے ڈاکٹر نجم صاحب کے پاس گیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ
ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایک تحقیق رسالہ دیا اور کہا کہ آپ پروفیسر قوی احمد صاحب کے پاس جائیں تو
میرا اسلام کہیں اور ان کو یہ رسالہ دیں اور آپ کا جو بھی مسئلہ ہو ان سے کہیں اگر میرے لیے کوئی کام ہو
میں ان سے فون پر رابطہ کرلوں گا۔ ڈاکٹر صاحب کسی سے بھی ملاقات کے لیے جاتے تو عقیل شاد
ساتھ جاتے وہ عقیل شاد صاحب کے ساتھ میرے غریب خانے پر دو مرتبہ تشریف لائے اور ایک مرتبہ
میں نے ان سے ٹائم لیا تو وہ میری بتائی ہوئی جگہ پر بروقت پہنچ گئے جہاں سے میں ان کو اپنے غریب خانے
پر لے آیا ڈاکٹر صاحب وقت کے بڑے پابند تھے جس سے جس وقت ملاقات کا وقت طے کرتے اس وقت
اس کا انتظار کرتے۔

ڈاکٹر صاحب کی نگرانی میں شائع ہونے والے "تحقیق" کے آخری شمارے میں راشد شیخ
صاحب کی کتاب تذکرہ خطاطین جس کا ذکر اس شمارے میں کیا تھا وہ کتاب مجھے پڑھنے کے لیے دی اور کہا
کہ یہ کتاب آپ کے لیے مفید ثابت ہوگی اور ہدایت دی کہ آپ راشد شیخ صاحب سے ملاقات ضرور
کریں۔ تذکرہ خطاطین جو کہ آرٹ سے متعلق بہت ہی مستند کتاب ہے اس کتاب سے میں نے بہت کچھ
سیکھا اور بہت سی معلومات حاصل کیں۔ راشد شیخ صاحب سے ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں تو رابطہ نہ ہو سکا
لیکن ان کے انتقال کے بعد راشد شیخ صاحب کو خط لکھا جواب میں انھوں نے مجھے بھی خط لکھا میں نے شاد
انجم صاحب سے ان کا ٹیلیفون نمبر لیا اور پھر ان سے رابطہ کیا۔ ٹیلیفون پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب
راشد صاحب کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے۔ اور کتاب کے متعلق ان کی کاوشوں کی بہت تعریف کیا
کرتے تھے۔

ڈاکٹر نجم صاحب عموماً باریک لکھائی کو میگنی فائر سے دیکھ کر پڑھتے تھے انڈیا سے مختار الدین احمد
صاحب یا کسی کے بھی خطوط آتے تھے وہ باریک لکھائی میں ہوتے تھے۔ اس کی فوٹو کاپی کروا کر وہ ہمیں دیتے
تھے جس کا پڑھنا بہت مشکل ہو جاتا تھا تو انھوں نے مجھے ایک عدد میگنی فائر دیا کہ اگر باریک لکھائی ہو تو آپ
اس میگنی فائر کا سہارا لے سکتے ہیں وہ میگنی فائر آج بھی ہمارے آفس میں محفوظ ہے اور اس سے ہم آج بھی
استفادہ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب انڈیا جانے کے لیے ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ ان سے انڈیا سے متعلق باتیں بھی
ہوا کرتی تھیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا تھا کہ ۱۹۹۰ء میں انڈیا گیا تھا علی گڑھ بھی گیا تھا علی گڑھ

Marfat.com

یونیورسٹی میں میرے پھوپھی زاد بھائی کینٹین میں کام کرتے ہیں میں نے علی گڑھ یونیورسٹی دیکھی ہے بہت بڑی ہے تقریباً آدھے علی گڑھ شہر میں تو یونیورسٹی واقع ہے اور میرے ایک چچا علی گڑھ میں ایک مسجد میں پیش امام ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو میں نے بتایا کہ میرے ماموں علی گڑھ جانے والے ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر وہ جائیں تو مجھ سے مل کر جائیں میں ایک دن ماموں کو ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لیے لے گیا ڈاکٹر صاحب نے ماموں سے تفصیلی باتیں کیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مختار الدین احمد صاحب کے نام ایک رقعہ لکھ کر ماموں کو دیا۔ انڈیا سے واپسی پر ماموں کی ملاقات میں نے پھر ڈاکٹر صاحب سے کروائی ماموں نے مختار الدین احمد صاحب سے ملاقات کے بارے میں بتایا ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کا خط بھی میرے پاس آچکا ہے۔ ماموں نے بتایا کہ واپسی پر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب سے ملاقات نہ کر سکا کیوں کہ میرے پاس علی گڑھ شہر کا ویزہ نہیں تھا پہلے حاترس شہر کی کی انٹری علی گڑھ میں ہوتی تھی بعد میں حاترس شہر میں ہی انکوائری آفس بن گیا تھا اور اس کی انٹری وہیں ہوتی تھی تاہم ڈاکٹر صاحب کا خط مختار الدین احمد صاحب کو پہنچانا تھا اور کچھ رشتے دار علی گڑھ میں رہتے تھے ان سے بھی ملنا تھا تو علی گڑھ جانا پڑا لیکن واپسی میں ڈاکٹر صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حال آں کہ ڈاکٹر صاحب نے انھیں اپنا ٹیلی فون نمبر بھی دیا تھا کہ جب آپ دوبارہ تشریف لائیں تو فون کر کے آیئے گا۔ تاکہ آپ کو زحمت نہ ہو اور مل کر ضرور جایئے گا۔ غالباً ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب اور ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کی بالمشافہ ملاقات نہیں تھی صرف خط وکتابت کے ذریعے ہی ملاقات ہوتی تھی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب مختار الدین احمد صاحب کی باتیں اس طرح بتاتے تھے کہ ان کی ملاقات بالمشافہ ہو۔

ڈاکٹر صاحب آج ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی کمی آج بھی محسوس کی جاتی ہے۔ سورہ رحمٰن جو میں نے ستمبر 2001ء میں عرصہ چار سال میں مکمل کی تھی اور اس کی تیاری سے متعلق کئی اہم شخصیات کو ڈاکٹر صاحب کے مشورے سے خطوط روانہ کیے تھے اور ڈاکٹر صاحب کی رہ نمائی حاصل کی تھی اور سورہ رحمٰن کو جن مراحل سے گزر کر میں نے تیار کیا تھا وہ سب ڈاکٹر صاحب کے علم میں تھے اس سورہ کی نمائش ان شاء اللہ مارچ 2002ء میں صادقین آرٹ گیلری فیریئر ہال کراچی میں منعقد ہوگی۔ اگر ڈاکٹر صاحب حیات ہوتے اور اس سورہ کی نمائش ہوتی تو وہ اس میں ضرور تشریف لاتے اب مجھے کسی اہم شخصیت کو خط لکھنا ہوتا ہے تو ڈاکٹر صاحب بہت یاد آتے ہیں۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں اور تصحیح شدہ خطوط آج بھی میرے پاس محفوظ ہیں میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

"نگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز"

"نگہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز" کی آئینہ دار اس شخصیت سے فون پر رابطہ ہوتا کہ بھابھی محترمہ سے بات کرنی ہے جواب ملتا... "توقف فرمایئے"۔

یہ سحر انگیز جواب نہایت متاثر کن ہوتا۔ گھر جانا ہوتا تو ان کی نیچی نگاہوں اور کم سخنی کے باوجود شفقت و محبت کے حصار کا احساس ہوتا۔

بچوں کے حصولِ علم کے سلسلے میں اکثر مضامین وغیرہ کے لیے ان سے رابطہ ہوتا تو بلا توقف کسی بھی عنوان پر یوں قلم رواں ہو جاتا گویا وہ ہمارے ہی منتظر تھے۔

وائے حسرت! انتہائے شوق! کبھی اس سے زیادہ اس سے فیضیاب ہونے کا ہمیں فخر حاصل ہوتا۔

ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ بھی ان کی گھمبیر اور سادہ شخصیت کی مکمل آئینہ دار ہیں۔ پورا گھر سادگی کا مرقع ہے۔ گھر کیا گویا ایک لائبریری ہے جس سمت نظر اٹھایئے کتابوں کا ایک ہجوم، اہلیانِ ذوق کے لیے تو گویا بس بہتی گنگا تھی۔

شوق کی تکمیل اور لگن نے اس قدر احساس سے عاری اور زندگی سے بیگانہ کر دیا تھا کہ بچوں جیسی نعمت کا شکوہ یا اظہار بھی ان کی یا بھابھی محترمہ کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ اس ناچیز کو تھوڑی بہت دلچسپی اردو ادب میں شعر و شاعری سے ہے۔ کبھی کبھی کسی چیز کا کمالِ شوق نہ صرف دیکھنے، ٹھہرنے بلکہ رکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ جسارت شاعری کی معرفت سپردِ قلم ہے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے میرا تعلق ان کے برادرِ عزیز ناصر صدیقی کے حوالے سے ہے۔ اس طرح میری پہنچ ان کے اندرونِ خانہ اہلیہ محترمہ تک بھی رہی ہے۔ یوں ان کی گراں قدر شخصیت سے اکثر فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔

Marfat.com

رفیق احمد خاں

تاثرات

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے خطوط اور سہ ماہی انشاء کے ڈاکٹر نجم الاسلام نمبر کے سلسلے میں ہونے والی خط کتابت کے دوران راقم کو بعض ایسے خطوط بھی موصول ہوئے جن میں، ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بارے میں بلاواسطہ رائے کا اظہار ہوا ہے۔ ان خطوط سے اقتباسات نقل کرتا ہوں۔ باوجود اختصار کے بعض تاثرات مکمل مضمون کا سالطف دیتے ہیں۔ چند فقرے یا جملے ایسے بھی تخلیق ہو گئے ہیں جو حسن ولطف کے اعتبار سے ایک مضمون پر بھاری ہیں۔

چند ایسے دست یاب خطوط سے بھی اقتباسات پیش کرتا ہوں جو اگرچہ راقم کے نام تو نہیں ہیں تاہم موضوع سے مناسب رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد سلیم اختر، اسلام آباد، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۹ر جولائی ۲۰۰۱ء

"تحقیق کے اب تک شمارے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اس پیرانہ سالی میں بھی وہ جوانوں کی طرح کام کر رہے تھے اور کئی لحاظ سے اس دور انحطاط میں اپنی ذات میں ایک انجمن"۔

نورالحسن راشد، کاندھلہ، بھارت، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۱۳/ ۶/ ۱۴۲۲ھ

"میری ڈاکٹر نجم الاسلام سے واقفیت تو کئی برسوں سے تھی مگر موصوف سے براہ راست خط وکتابت کا موقع کم ہوا۔ سب سے پہلے محترمی پروفیسر مختارالدین احمد صاحب نے مجلہ تحقیق کا چوتھا شمارہ عنایت کیا تھا جس کے بعد سے تحقیق کے مطالعے اور اس کے قیمتی مضامین سے استفادے کا ہمیشہ خیال رہا۔ بعد میں ایک ضرورت سے نجم الاسلام صاحب کو خط لکھا۔ موصوف کے اخلاق کریمانہ اور عنایت کا اس وقت تہ دل سے معترف ہونا پڑا جب موصوف نے میرے عریضے کے جواب سے بلا تاخیر نوازا اور اس کے بعد تحقیق کے شمارے بھی ارسال فرماتے رہے۔ آخر میں تحقیق کا

Marfat.com

شمارہ ۱۳۔ ۱۲ ملا تھا، میں ابھی اس کی رسید بھی نہیں لکھ سکا تھا کہ پروفیسر مختار الدین احمد صاحب نے حادثۂ وفات کی اندوہناک خبر سنائی۔ جی دھک سے رہ گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون!

ایسے خلیق و کریم، ایسے فاضل، صاحب نظر اور محنتی اہل قلم اور محققین بہت ہی کم رہ گئے ہیں"۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، لاہور، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۱۵ / مارچ ۲۰۰۱ء

"نجم الاسلام صاحب کا انتقال ایک ایسا حادثۂ فاجعہ ہے، جس کی شدتِ الم اور رنج و کرب کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ ایسی محرومی، جس کی تلافی شاید ہی ممکن ہو۔ ان کا نعم البدل کہاں سے آئے گا؟ بہ طور انسان، بہ طور استاد، بہ طور محقق ____ "

پروفیسر رابعہ اقبال، کراچی، بہ نام رفیق احمد خاں

"ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی وفات بہت بڑا سانحہ ہے۔ میں نے تقریباً ۲۵ سال ان کے ساتھ گزارے ____ صبر آگیا ____ مولا کی مرضی میں کون دخل دے سکتا ہے"۔

ڈاکٹر فدا حسین انصاری، شہداد پور، سندھ، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۱۷ / جولائی ۲۰۰۱ء

"میں اکثر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں خود حاضر ہو جاتا تھا۔ 1985ء تا 1992ء تو میں اپنے تحقیقی کام کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کی بھرپور رہنمائی حاصل کرتا رہا۔ اس کے بعد رسالہ تحقیق کا جب نیا نمبر شائع ہو جاتا تو ڈاکٹر صاحب مجھے اطلاع نامہ ارسال کرتے اور میں اس بہانے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ان کے دولت کدے پر حاضر ہوتا اور ان سے "تحقیق" کی دولت لے کر واپس لوٹتا۔ اس دوران ڈاکٹر صاحب کا دیدار بھی ہو جاتا اور جناب کی علمی و ادبی گفت گو سے فیض یاب بھی ہو جاتا"۔

ڈاکٹر فدا حسین انصاری، شہداد پور، سندھ، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۱۵ / اکتوبر ۲۰۰۱ء

"اتنے عظیم محقق ہونے کے سبب عدیم الفرصت تھے لیکن کسی نہ کسی طرح اپنے تلامذہ سے رابطہ رکھتے تھے اور قدم قدم پر ہر ضمن میں ان کی رہنمائی فرماتے رہتے تھے۔

Marfat.com

تحقیق کے بارے میں، زیادہ سے زیادہ افراد کو باخبر رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے دوستوں اور احباب کو تو بلند القاب و آداب سے نوازتے ہی تھے لیکن اپنے تلامذہ جس مؤدبانہ انداز سے خطوط تحریر کرتے تھے یہ انھی کا حصہ اور کسرِ نفسی کی اعلیٰ مثال و روایت تھی"۔

پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، شیخوپورہ، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۲ر جنوری ۲۰۰۲ء

"یہ خطوط ارسالِ خدمت ہیں۔ ان سے مرحوم کی محبت و شفقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ صرف ایک شکایت رہی ہے (کہ) مرحوم نے حالاتِ زندگی بتانے سے گریز کیا"۔

ڈاکٹر توصیف تبسم صاحب، اسلام آباد، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۲۲ر مئی ۲۰۰۱ء

"ڈاکٹر صاحب مرحوم سے میری مراسلت نہ ہونے کے برابر تھی، البتہ تحقیق کے سلسلے میں جو رہنمائی انھوں نے میری فرمائی تھی وہ احسان مجھے ہمیشہ یاد رہے گا، جب میں نے منیر شکوہ آبادی پر اپنے کام کی ابتدا کی تھی اور فراہمی مواد کے سلسلے میں پریشان تھا، انھوں نے کچھ مخطوطات اور مطبوعات کے بارے میں فرمایا تھا۔ خیر پور ڈویژنل لائبریری میں منیر کے دیوانِ اول "منتخب العالم" کا مخطوطہ اور علی اوسط رشک کا قلمی دیوان موجود ہے، وہ اگر میری اعانت نہ فرماتے تو میں ان نوادرات تک کیسے پہنچتا، یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ اس دیوان کے مطالعے کی بنیاد پر، میں منیر کے سلسلے میں بعض بنیادی غلط فہمیوں کا مدلل ازالہ کرنے میں کامیاب ہو سکا!

وہ تحقیق کے آدمی تھے اور اس سلسلے میں بلا تخصیص سب کی مدد کر کے خوش ہوتے تھے۔

۱۹۵۵ء (۱۹۹۵ء) میں نیشنل لائبریری، اسلام آباد میں موجود بعض مخطوطات کی نقول، ڈاکٹر صاحب کو مطلوب تھیں، اس سلسلے میں انھوں نے مجھ کو لکھا تھا... پھر میرے ایما پر انھوں نے ڈائریکٹر، نیشنل لائبریری کو ایک خط ان مخطوطات کی عکسی نقول کے سلسلے میں لکھا، ساتھ اس خط کی ایک نقل مجھے بھی بھجوا دی تاکہ میں بھاگ دوڑ کر سکوں۔ مجھے یاد ہے میں حفیظ اختر صاحب سے اس سلسلے میں ملا، تو انھوں نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کا خط ان کو مل چکا ہے اور اس سلسلے میں ضروری کارروائی ہو رہی ہے۔ اس کے بعد نجم الاسلام کا کوئی خط میرے پاس نہیں آیا"۔

ڈاکٹر زاہد منیر عامر، لاہور، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ یکم اپریل ۲۰۰۱ء

Marfat.com

"ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کا سانحۂ ارتحال آپ کا، میرا ہی نہیں ساری اردو دنیا کا نقصان ہے، ایسا نقصان جس کی تلافی میں نجانے کتنا عرصہ لگے، ایسا سچا دانش ور، محنتی محقق، باریک نظر ہم اب کہاں ڈھونڈیں گے اور کیسے پائیں گے"۔

پروفیسر محمد یوسف خشک، خیر پور، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۳۱؍ مئی ۲۰۰۱ء

"ڈاکٹر صاحب (نجم الاسلام) کے خطوط اگر بہ غیر کمپوز کروائے عکسی شائع کیے جائیں مزید بہتر ہوگا، کیوں کہ ڈاکٹر صاحب کی تحریر، اردو ہو یا فارسی یا انگریزی، ان کی شخصیت کی طرح بالکل صاف ہے۔ جسے پڑھنے سے آنکھیں نہیں تھکتیں۔ وہ دماغ کو پڑھنے کی دعوت دیتی ہے۔ یوں بھی ڈاکٹر صاحب کی تحریر کسی خطاط، ٹائپ رائٹر، یا کمپیوٹر کی لکھائی سے کم نہیں ہے"۔

حق نواز خاں، پیرزئی، پنجاب، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۴؍ جون ۲۰۰۱ء

"مرحوم (ڈاکٹر نجم الاسلام) بڑے معروف آدمی تھے لیکن پھر بھی خط کا جواب ضرور دیا کرتے تھے ... میرا صرف ایک خط جواب سے محروم رہا جو میں نے ان کی خدمت میں ان کے انتقال والے دن ۱۲؍ فروری ۲۰۰۱ء کو لکھا تھا۔ مرحوم جیسے لوگ کسی بھی ادارے کے لیے سرمایہ ہوتے ہیں۔ ہم مسلمان یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ان کی موت بے وقت ہوئی کہ موت کا دن اور وقت تو مقرر ہوتا ہے لیکن ان کی موت ہم جیسے کتنے ہی لوگوں کے لیے صدمے کا باعث ضرور ہوئی"۔

ابو سعادت جلیلی، کراچی، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۱۵؍ مئی ۲۰۰۱ء

"حالی پر مجوزہ منصوبے کا ضمیمہ نذر نجم الاسلام کرنے کا ارادہ ہے۔ احقر نمونہ بد خطی ہونے کے باعث متامل بھی ہے مگر گزرانے کا بھی۔ ممدوح مغفور بے انتہا طالب علم نواز بلکہ بندہ پرور انداز سے لطف و کرم فرماتے تھے"۔

ڈاکٹر سید معین الرحمن، لاہور، بہ نام رفیق احمد خاں، مرقومہ ۲؍ مئی ۲۰۰۱ء

"نجم الاسلام صاحب کا غم بڑا شدید ہے"۔

ڈاکٹر سید معین الرحمن لاہور، بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، مرقومہ

Marfat.com

۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء

"آپ کے فیضِ تربیت سے متمتع ہونے والوں میں ارشد اور ارفع ترین تھے۔ ہمارے عہد اور اپنے ہم عمروں میں حد درجہ محتاط اور معتبر ___ بے حد صاحبِ نظر، انتھک اور بہت خاموش کارگزار"۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حیدر آباد سندھ، بہ نام ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرقومہ

۲۲ر فروری ۲۰۰۱ء

نجم الاسلام صاحب کے یکا یک فوت ہو جانے سے سب کو قلق ہے۔ بہت بڑا علمی نقصان ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی۔ دعائے درخواست ہے۔

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور، بہ نام ڈاکٹر مختار الدین آرزو، پروفیسر نذیر احمد، علی گڑھ، بھارت (مشترکہ) مرقومہ ۳ر فروری ۲۰۰۱ء

"یہ کس درجہ اذیت دہ اور دل آزار حقیقت ہے کہ آج دس بجے دن ناگہاں، حیدر آباد میں ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کا انتقال ہو گیا، ... آخری بار حیدر آباد میں ان کے گھر پر ملاقات ہوئی تو بتا رہے تھے کہ شوگر کے باعث دوا غذا میں حد درجہ احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ اگرچہ انھی کا کہنا تھا کہ یہ گویا تنے ہوئے رسے، یا تار پر نٹ کا چلنا ہے جو بے حد احتیاط کا متقاضی ہوتا ہے اور یہ برابر ممکن نہیں... نمازِ جنازہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے پڑھائی جو خود اس جاں کاہ صدمے سے بڑے نڈھال اور خستہ ہیں۔ اللہ ان کا سایہ ہم سب پر سلامت رکھے۔ نجم الاسلام صاحب کا اٹھ جانا اردو، فارسی تحقیق کے حوالے سے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ وہ ہمارے عہد اور اپنے ہم عصروں میں محتاط اور معتبر ترین تھے۔

ڈاکٹر مختار الدین احمد، علی گڑھ، بھارت، بہ نام ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرقومہ ۱۹ر مارچ ۲۰۰۱ء

"نجم الاسلام صاحب کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ تحقیقی کام کرنے والوں میں وہ اپنے معاصرین میں بہت نمایاں تھے۔ وہ بڑا مفید کام انجام دے رہے تھے، اور مستقبل سے بڑی توقعات وابستہ

انھوں نے بنا رکھے تھے۔ ان میں سے ایک منصوبہ قوافی پر کچھ غیر مطبوعہ رسالے مرتب کر کے شائع کرنے کا تھا۔ کاہی کے رسالے کا متن وہ پچھلے شمارے میں رسالہ تحقیق کے چھاپ چکے تھے۔ میں نے جوشش عظیم آبادی اور عشقی عظیم آبادی کے رسالہ قافیہ پر مضمون لکھ کر انھیں بھیجا تھا۔ یہ دونوں مضامین وہ " تحقیق " کے موجودہ شمارے میں چھاپ رہے تھے۔ ان کے پروف میرے پاس آئے تھے۔ بدایوں کے ایک صاحب نے اسی قاسم کے ایک موضوع پر کوئی نصف صدی پہلے ملی نزہہ میگزین میں لکھا تھا۔ پچاس ساٹھ صفحوں کے اس مضمون کا عکس انھوں نے مجھ سے منگوایا تھا اور میں نے انھیں بھیج دیا تھا۔ وہ غالباً اپنے حواشی کے ساتھ اسے بھی شائع کرنا چاہتے تھے"۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری، کراچی، بہ نام ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرقومہ ۱۴ر فروری ۲۰۰۱ء

" یہ خبر شاید مل گئی ہو کہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کل صبح دس بجے اللہ کو پیارے ہو گئے حق مغفرت کرے، واقعی خوب آدمی تھے"۔

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، لاہور، بہ نام پروفیسر فہمیدہ شیخ، مرقومہ ۱۳ر مئی ۲۰۰۱ء

" ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سے محروم ہوئے آج تین ماہ ہوئے ہیں۔ آپ کو وہ کس درجہ عزیز رکھتے تھے اس کا اندازہ مجھے ہے۔ میں بھی ان کی مہر و مرحمت کا مورد رہتا تھا اور اس پر فخر و افتخار کا سا احساس ہوتا تھا"۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، حیدر آباد سندھ، بہ نام نفیس احمد شیخ، حیدر آباد سندھ، مرقومہ ۲۱ فروری ۲۰۰۱ء

" ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب واقعی بہت بڑے فاضل تھے۔ اب ان کی قابلیت والا کوئی شخص (شعبہ اردو میں) نہیں ہے"۔

Marfat.com

نین سلیم

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے نام ور شاگرد

"ڈاکٹر نجم الاسلام"

ابتدائی پس منظر :

ڈاکٹر نجم الاسلام کا حقیقی نام نجم الدین صدیقی اور قلمی نام ڈاکٹر نجم الاسلام ہے۔ وہ شیخ زادگانِ جھجور میں سے ہیں جو امیر تیمور کے حملے کے وقت (۸۰۱ھ) سے قاضی محلہ جھجور میں آباد چلے آتے ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے اجداد اس علاقے (روہیل کھنڈ) میں امیر تیمور کے زمانے سے منصبِ قضا پر فائز رہے ہیں۔ جہانگیر کے وقت اس محلے میں شیخ عبدالغفور اعظم پوری کے اخلاف بھی آباد ہوئے۔ جو حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں سے ہیں اور پیرزادے کہلاتے ہیں۔ صدیوں سے ان دو خانوادوں کی آپس میں رشتے داریاں چلی آتی ہیں۔

ڈاکٹر نجم الاسلام یکم جولائی ۱۹۳۳ء کو جھجور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا کا نام مولوی نصیر الدین تھا۔ جنھوں نے سول انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا تھا اور اسی وجہ سے مولوی کہلاتے تھے۔ ۱۹۱۱ء میں دورانِ ملازمت علی گڑھ میں وفات پائی اور بالائے قلعہ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کے والد کا نام شہاب الدین تھا۔ وہ ۱۸۹۶ء کو بجنور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جھجور ہی میں حاصل کی۔ ۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۱ء علی گڑھ کے کالجیٹ اسکول میں تعلیم پائی۔ ان کا انتقال ۱۹۶۶ء میں سکھر میں ہوا۔

تعلیم و تربیت :

ڈاکٹر نجم الاسلام کی تعلیم و تربیت کا آغاز قاضی محلہ کے ایک پرائمری اسکول سے ہوا اور پرائمری کی تعلیم قاضی محلے ہی کے تین میونسپل اسکولوں میں یکے بعد دیگرے پڑھ کر حاصل کی۔

Marfat.com

گورنمنٹ ہائی اسکول جھبور سے ۱۹۴۷ء میں میٹرک کا امتحان بدرجہ اول پاس کیا۔ اسکول کی تعلیم کے بعد کالج کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور انھوں نے انٹرمیڈیٹ میرٹھ کالج۔ میرٹھ (یوپی) ۱۹۴۹ء میں اور اِسی کالج سے ۱۹۵۴ء میں بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۵۶ء میں جولائی کے اگست کے لوائل میں وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ یہاں اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے انھوں نے جامعۂ سندھ سے ۱۹۶۰ء میں ایم۔اے اردو کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۶۹ء ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی زیرِ نگرانی تحقیقی مقالہ بہ عنوانِ "دبستانِ دہلی کی نثر" لکھ کر جامعۂ سندھ سے پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی۔

اساتذہ :

شریف النفس، روشن دماغ اور وسیع العلم و نظر اساتذہ ہی اپنے شاگردوں کے جستجوے علم کا محرک ثابت ہوتے ہیں۔ ہر بڑے عالم، چاہے اُن کا تعلق علم کے کسی شعبے سے ہو عظمت کے پیچھے ایسے ہی چند اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا اثر ضرور کار فرما ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام عظیم محقق اور عالم کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں بھی اُن کے چند اساتذہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ میں چند نام قابلِ ذکر ہیں اِن ناموں میں ایک نام شاہ ضیاء الحق گنگوہی کا ہے، جن کا ذکر ڈاکٹر الاسلام نہایت احترام سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> "میری خفتہ صلاحیتوں کو پہلی بار شاہ ضیاء الحق گنگوہی مرحوم و مغفور نے اس وقت بیدار کیا جب کہ وہ ۱۹۴۹ء میں چند ماہ کے لیے میرٹھ میں آکر ہمارے ساتھ رہے۔ اس زمانے میں، میں میرٹھ کالج میں پڑھتا تھا۔ استفادے کا یہ سلسلہ وقفے وقفے سے، ان کے ۱۹۵۳ء میں ان کے پاکستان چلے آنے تک جاری رہا"۔

مزید لکھتے ہیں :

> "وہ کوئی رسمی استاد نہ تھے مگر نوجوانوں کی ذہنی و فکری تربیت میں مہارت رکھتے تھے۔ شاہ ضیاء الحق نے ۱۹۱۸ء میں علی گڑھ سے گریجویشن کیا تھا اور فلسفے سے دلچسپی کی بناء پر وہ ضیاء الحق فلسفی کہلاتے تھے۔ وہ اپنے سوالوں کے ذریعے مخاطب کی ذہنی تربیت کرتے تھے اور سکھاتے تھے۔ ایک بار فلسفے کی ایک کتاب سبقاً سبقاً بھی

Marfat.com

پڑھائی۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے اور ذہنی صلاحیتوں میں بے
مثل و بے نظیر، علمی مسائل کا تجزیہ عمدہ طور کرتے تھے"۔

شاہ ضیاء الحق صاحب (مرحوم) ۱۹۵۳ء میں پاکستان آگئے تھے اور اپنے خاندان کے تھ ۸۰۔ایف ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے۔ جب کہ ڈاکٹر نجم الاسلام ۱۹۵۶ء میں پاکستان ئے۔ یہاں آکر انھیں اپنے رہنما شاہ ضیاء الحق سے استفادے کا شرف صرف چند بار ہی حاصل سکا۔

پاکستان آنے کے بعد ڈاکٹر نجم الاسلام کو جن اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور جنھوں نے ان کی ذہنی تربیت کرنے اور تحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ان میں سب سے م اور عظیم نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں چوں کہ خود بے مثال تحقیق ملاحیتوں کے مالک ایک بلند پایہ محقق ہیں اور ان کے تحقیقی کارنامے کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں ذا ایک استاد کی حیثیت سے انھوں نے اپنے شاگردوں کو زیور علم سے آراستہ و پیراستہ کرکے میدانِ تحقیق میں قدم جمانے کے گُر سکھائے ہیں اور جو شاگرد اس میدان میں کچھ کرنے کی لگن لے کر اس یدان میں اُترے ڈاکٹر صاحب نے ان کی بھرپور رہ نمائی اور حوصلہ افزائی کی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کا شمار ھی اُن کے چند ایسے ہی شاگردوں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی تمام تر بے مثال تحقیقی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے میدانِ تحقیق میں اپنی نصرت و کامرانی کے جھنڈے گاڑے۔ وہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تحقیقی موضوعات اور طریقوں سے میری دلچسپی اور میرا تعلق بہت کچھ انھی کا فیضان ہے۔ وہ علم و تحقیق کے ایک روشن مینار ہیں جن سے تلامذہ کے ایک وسیع حلقے نے فیض پایا۔ میں آج بھی کہ عمر ۶۵ سال سے تجاوز کر چکی ہے، اپنی تحریریں اشاعت سے پہلے ڈاکٹر صاحب محترم کو مشورۃً دکھا دیتا ہوں اور وہ ازراہِ کرم التفات فرماتے ہیں"۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کے اساتذہ میں درج بالا دو بڑے ناموں کے علاوہ بھی چند اور نام شامل ہیں۔ جن کا تعلق ڈاکٹر صاحب کے اسکول کے اساتذہ سے ہے۔ ان میں شمس الحق نظامی (بھر ایونی) جو قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آگئے تھے اور ریڈیو کے لیے فیچر بھی لکھا کرتے تھے۔ ہائی اسکول کی

Marfat.com

جماعتوں میں دو بھائی اساتذہ وقار احمد اور افتخار احمد تھے۔ ایک شبیر حسن چاند پوری تھے، جو کبھی روزہ اخبار "مدینہ" بجنور کے ایڈیٹر رہے تھے۔ اُن کے بارے میں ڈاکٹر نجم الاسلام لکھتے ہیں :

> "وہ تشریح کے لیے کسی نصابی کتاب کا اقتباس نہیں دیتے تھے۔
> بلکہ کسی موضوع پر خود برجستہ لکھوا دیتے تھے اور وہ نہایت بلند
> پایہ اور معنی خیز عبارت ہوتی تھی"۔

ایک استاد رفعت علی خاں جبوری تھے جو پاکستان آنے کے بعد کراچی میں نظامت تعلیمات میں افسر ہوئے۔ انھوں نے خان ایم۔ اے کے قلمی نام سے کراچی سے ایک رسالہ "مستقبل" نکالا تھا۔ یہ وہ اساتذہ تھے جنھوں نے ڈاکٹر نجم الاسلام کے دل و ذہن میں علم کی جستجو کا ننھا سا پودا لگایا۔ شاہ ضیاء الحق نے اس کی آبیاری کی اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی شفقتِ خاص نے اسے ایک تناور درخت بنا دیا۔

ملازمت :

ڈاکٹر نجم الاسلام ۱۹۵۱ء میں جب کہ وہ طالب علم تھے۔ میرٹھ سے شائع ہونے والے ادبی رسالے "معیار" سے وابستہ ہو گئے تھے۔ یہاں وہ مدیر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے تھے۔ ۱۹۵۶ء تک اسی عہدے پر خدمات انجام دیں اور ۱۹۵۶ء میں ہجرت کے باعث یہ عہدہ چھوڑ کر پاکستان آگئے۔

پاکستان آنے کے بعد غزالی کالج حیدر آباد میں لیکچرر رہے اور اسی کالج میں ایک مختصر عرصے کے لیے پرنسپل کے عہدے پر بھی فائز ہوئے۔ ۲۸ر جنوری ۱۹۷۰ء کو سندھ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں لیکچرر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ ۱۹۶۹ء میں انھوں نے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرلی تھی، لہٰذا اسی بنا پر اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر ان کی ترقی ہو گئی اور پھر ۱۹۷۷ء میں شعبۂ اردو کے صدر مقرر کردیے گئے۔ ۱۹۹۲ء تک اسی عہدے پر فرائض کی انجام دہی میں مشغول رہے۔ ۳۰ر جون ۱۹۹۲ء کو سبک دوشی عمل میں آئی۔ اس کے بعد سے سندھ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں (دو مختصر وقفوں کے ساتھ) وزیٹنگ پروفیسر اور یونی ورسٹی کے تحقیقی جرنل "تحقیق" کے مدیر کی حیثیت سے یونی ورسٹی سے ان کی وابستگی قائم ہے۔

بہ حیثیت مدیر :

ڈاکٹر نجم الاسلام نے "معیار" کی ادارت نوعمری ہی میں سنبھال لی تھی۔ اس رسالے کو

Marfat.com

بی تحریک کے بہ طور منظم کر کے ایک تحریک ہی کی خطوط پر استوار کرنا اور چلانا ان کا مقصد تھا تا کہ
اس ادبی رسالے سے بھی وہی مقاصد حاصل کیے جا سکیں جس کے لیے کوئی فعال ادبی تنظیم وجود میں
آتی ہے۔ لہٰذا جب ڈاکٹر نجم الاسلام نے "معیار" کی ادارت سنبھالی تو انھوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں
کے ساتھ اپنی پوری وابستگی اسی کے ساتھ قائم کر لی اور اس رسالے کے ذریعے اردو ادب کی ترویج و
ترقی کے حصول کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ جن ادبی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس
رسالے کا اجراء کیا گیا تھا ان اغراض و مقاصد کو رسالہ معیار کے تنقیدی نمبر ۱۹۵۴ء میں نمایاں کیا
لیا۔

اس رسالے سے وابستگی کے دوران ہی ۱۹۵۴ء میں "آل انڈیا ادبی سمپوزیم" مسلم یونی
ورسٹی علی گڑھ میں منعقد ہوا جہاں ڈاکٹر نجم الاسلام نے بہ حیثیت مدیر اپنا پہلا کانفرنس پیپر پڑھا جو
اس رسالے کے ادبی مقاصد اور نظریات سے متعلق تھا۔ اس پیپر کے بارے میں وہ کچھ اس طرح رقم
طراز ہیں:

> "میرا پہلا کانفرنس پیپر جو 'آل انڈیا ادبی سمپوزیم'، مسلم یونی ورسٹی
> علی گڑھ میں (۱۹۵۴ء) پیش کیا گیا تھا۔ وہ انھی ادبی مقاصد اور
> نظریات کی وضاحت میں تھا، پھر یہ 'معیار' کے 'تنقید نمبر' میں
> شامل ہو کر چھپا اور 'اردو ادب کا ارتقاء' کے عنوان سے اس کے جو
> مقالات کتابی شکل میں ۱۹۵۴ء میں علی گڑھ سے چھپے ان میں
> بھی شامل تھا"۔

اس سمپوزیم کے دیگر شرکاء میں خواجہ غلام السیدین، آل احمد سرور، احتشام حسین، ڈاکٹر
محمد حسن اور سید اصغر علی عابدی شامل تھے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام ۱۹۵۱ء میں "معیار" کے مدیر کی حیثیت سے "معیار" سے وابستہ ہوئے
اور اپنے فرائض اس خوبی اور ذمے داری سے انجام دیے کہ اس رسالے کے اجراء کے مقاصد حاصل
کرنے میں کام یاب بھی ہوئے۔ اس سمپوزیم میں ان کی شرکت در حقیقت ان کی مدیرانہ صلاحیتوں کا
اعتراف تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> "بہار کے منتظمین کو قاضی عبدالغفار کی رہ نمائی حاصل تھی،
> انھوں نے رسالہ معیار کی کارکردگی کی بنیاد پر مقالے کے لیے

Marfat.com

میرا بھی انتخاب کیا اور مشاہیر کی صف میں لا بٹھایا، حالاں کہ عمر تو اس وقت بیس اکیس برس تھی"۔

۱۹۵۶ء میں پاکستان آمد کے باعث انھیں "معیار" کی ادارت سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ یہاں آکر وہ درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ لیکن ۱۹۸۶ء میں انھیں ایک بار پھر اپنی مدیرانہ صلاحیتیں کام میں لانے کا موقع میسر آیا یعنی ۱۹۸۶ء میں یونی ورسٹی آف سندھ (شعبۂ اردو) کے تحقیقی جرنل "تحقیق" کی ادارت انھیں سونپ دی گئی اس وقت سے اب تک تسلسل کے ساتھ وہ اپنے فرائض احسن طریقے سے انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ ان کی ان صلاحیتوں اور بہترین کارکردگی کے اعتراف کے طور پر ڈاکٹر آر۔ اے شاہ (وائس چانسلر جامعہ سندھ) رسالہ "تحقیق" کے چھٹے شمارے (۱۹۹۲ء) میں اپنے "پیش گفتار" میں لکھتے ہیں کہ:

"میرا خیال ہے کہ ادارتی اور مالی امور میں اس رسالے کی کارکردگی قابلِ ذکر اور قابلِ اطمینان ہے۔ جہاں تک علمی پیش رفت کا تعلق ہے برصغیر کے محترم فضلاء کی رائے "تحقیق" کے حق میں ہے۔ ہم بھی صاد کرتے ہیں۔ مدیر "تحقیق" (ڈاکٹر نجم الاسلام) کی خدمات برائے مجلہ اور بہ طور استاد اور محقق قابلِ تعریف ہیں۔ ایک خاموش خادمِ علم اور مادرِ علمی جامعہ سندھ کے ایک مثبت اور فرض شناس استاذ ہونے کے ناطے ہم ان کو سلام کرتے ہیں"۔

یہ بیان ڈاکٹر نجم الاسلام کی سنجیدگی، علم دوستی، خلوص اور صلاحیتوں کا بھرپور عکاس اور اعتراف ہے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کے بارے میں ڈاکٹر وفا راشدی اپنے خود نوشت سوانح حیات "داستان وفا" (مطبوعہ، مکتبہ اشاعت اردو، ۱۹۹۷ء) ص ۱۵۹ پر ان کی محققانہ اور مدیرانہ صلاحیتوں اور رسالہ "تحقیق" کی اہمیت وافادیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ممتاز محقق و نقاد ڈاکٹر نجم الاسلام جامعۂ سندھ کے شعبہ جاتی مجلہ "تحقیق" کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ تحقیق کا ہر شمارہ پاکستان اور ہندوستان میں جدید تحقیق اور فنِ تحقیق کے موضوع پر نہایت کار آمد صحیفہ

Marfat.com

ہوتا ہے۔ ملک وبیرونِ ملک کے مقتدر و معتبر محققین کے علمی و تحقیقی مقالات کی شمولیت بالعموم اور اساتذہ جامعۂ سندھ کی نگارشات کی اشاعت بالخصوص رسالہ تحقیق کی غیر معمولی اہمیت اور اس کے معیار و مقدار کی ضمانت ہے قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ نجم الاسلام نہایت خاموشی سے، لگن اور انہماک کے ساتھ علمی، ادبی، تعلیمی اور تحقیقی کاموں میں مصروف عمل رہتے ہیں"۔

...ائی ادبی سرگرمیاں :

ڈاکٹر نجم الاسلام نے میرٹھ سے تعلیم وتربیت حاصل کی یہاں انھیں ایسا ادبی ماحول میسر ...جو ان کی ادبی سرگرمیوں میں شمولیت کا محرک ثابت ہوا۔ یہ اسی ماحول کا اثر تھا کہ انہوں نے اپنی ...احیتوں کے زور پر ۱۹۵۱ء ہی میں "معیار" کی ادارت سنبھال لی اور ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵٦ء تک اسی ...سالے سے وابستگی قائم رکھتے ہوئے اس دوران "معیار تنقید نمبر" اور اپنی دو کتابیں "ابھرتی کرنیں" ...۱۹۵۴ء) اور "عالمی امن" (۱۹۵۵ء) بھی شائع کیں۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵٦ء تک ان کی تمام ...ِلیقات اور تحقیقات "معیار" کی زینت بنتی رہیں۔ اس عرصے میں انہوں نے جو کام کیا اس کے ...حث ادبی حلقوں میں جانے پہچانے جانے لگے۔ اپنی ابتدائی ادبی کاوش کے بارے میں ڈاکٹر نجم ...الاسلام لکھتے ہیں :

> "الٰہ آباد کے ایک ہفت روزہ اور لاہور کے ایک ماہنامے میں اول اول چھپنا یاد آتا ہے۔ ایک مضمون اصطلاح سازی پر تھا، یہ افادات سلیم کے اثر سے تھا، اور غزل کے رجحانات پر تھا جو لاہور کے ایک رسالے میں شائع ہوا تھا"۔

ادبی خدمات :

یوں تو ڈاکٹر نجم الاسلام نے تنقیدی مضامین بھی لکھے، منظوم و منثور تراجم بھی کیے لیکن جو خدمات اور جو کارہائے نمایاں انہوں نے شعبۂ تحقیق میں انجام دیے پورے برصغیر کے علماء وادباء اور اہل دانش اس کے معترف ہیں۔ ان کا ایک ایک تحقیقی مضمون ان کی عمیق نظری، وسیع مطالعے اور ...تو ے علم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کا انداز تحقیق دیگر کئی محققین سے مختلف اور یکسر جدا

Marfat.com

ہے۔ وہ بات کی تہہ تک پہنچنے اور حقائق پر پڑے ہوئے پردے ہٹانے کے ماہر ہیں۔ ان کا شوق اور سنجیدگی ہی اس میدان میں ان کی کامیابی کی دلیل ہے۔

اب تک ڈاکٹر نجم الاسلام کے کئی تحقیقی و تنقیدی مضامین و مقالات ملکی و غیر ملکی تحقیقی رسائل میں جگہ پا چکے ہیں اور کئی کتب اور تراجم کے مجموعے وغیرہ منظر عام پر آچکے ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحب کے انہی کارناموں کا ذکر مختصراً کیا گیا ہے۔

مطبوعہ کام :

۱ "ابھرتی کرنیں" ۱۹۵۳ء

۲ "معیار" (تنقید نمبر) ۱۹۵۴ء

۳ "عالمی امن" ۱۹۵۵ء

"ابھرتی کرنیں" اور "عالمی امن" ڈاکٹر صاحب کی تصانیف اور "معیار" کا تنقید نمبر کے "معیار" سے وابستگی کے دور کے کارنامے ہیں۔

۴ "نقش و نغمہ" ۱۹۶۰ء

۵ "دین و ادب"

یہ کتاب ڈاکٹر نجم الاسلام نے ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کی رہ نمائی میں ۱۹۶۰ء میں مکمل کی لیکن اس کی اشاعت ۱۹۸۹ء میں "ادارۂ اردو" حیدر آباد کی جانب سے عمل میں آئی۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کتاب کے دیباچے میں رقم طراز ہیں :

> "اس کتاب کا موضوع پہلی بار ۱۹۵۴ء کے آغاز میں ذہن میں آیا جب کہ راقم الحروف ماہنامہ "معیار" میرٹھ کی ادارت سے وابستہ تھا اس کی تحریک علی گڑھ میں سید اصغر علی عابدی صاحب کے ایک مقالے کو سن کر ہوئی تھی۔ جس میں برِ صغیر کی چند مشہور دینی شخصیتوں اور تحریکوں کا ضمناً ذکر آیا تھا"۔

کتاب میں نو ابواب ترتیب دیئے گئے ہیں۔ پہلے باب میں دین اور ادب کے تعلق کو واضح کرتے ہوئے بڑی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس باب میں ڈاکٹر نجم الاسلام نے قرآن و احادیث اور اقوالِ اصحابہ کے ذریعے اس بات کی توضیح کی ہے کہ اسلام نے کن شعراء اور کس قسم کے کلام کو

Marfat.com

اسلامی معاشرے کے لیے فتنہ قرار دیا ہے اور کون سے شعراء اور کس قسم کا ادب معاشرے کے لیے مفید اور افرادِ معاشرہ کے اخلاق کو سنوارنے کا باعث ہو سکتا ہے۔

اگلے آٹھ ابواب میں ہر باب ایک الگ مذہبی تحریک کے دور میں وقوع پذیر ہونے والے اردو ادب کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ وہ مذہبی تحریکیں تھیں جو برصغیر میں مختلف ادوار میں اسلام کی سربلندی و سرفرازی کا عزم لے کر اٹھیں اور ان تحریکوں میں شامل بزرگوں میں سے کچھ نے شاعری کے ذریعے اسلام کی روح اور اسلام کے اصولوں کو عوام الناس پر واضح کیا تو کچھ نے قرآن واحادیث کے تراجم و تفاسیر سے مقامی لوگوں ہی کی زبان میں پیغامِ حق ان تک پہنچایا۔ کچھ نے فنِ خطابت سے اسلام کی تبلیغ کی تو کچھ نے مضامین و مقالات کے ذریعے اسلام کا پیغام لوگوں کے دل وذہن میں اتارا۔ غرض کسی طریقے سے انھوں نے اسلام کا پرچار کیا لیکن انھوں نے اس مقصد کے لیے جو زبان استعمال کی وہ اردو تھی۔ چاہے وہ "مہدوی تحریک" ہو یا شیخ مجدد کی "نقشبندیہ تحریک" یعنی ان بزرگانِ دین نے اردو کو نشر واشاعت کا ذریعہ بنایا کیوں کہ اردو اس خطے کی ایک ایسی زبان تھی جو کئی علاقائی رنگ لیے ہوئے تھی مثلاً دکنی، دہلوی، گوجری اور سندھی وغیرہ۔ لہٰذا یہی وہ واحد زبان تھی جو اس خطے میں بولی جانے والی مختلف زبانوں کے بولنے والوں میں یکساں بولی اور سمجھی جاسکتی تھی۔ سید احمد شہید کی "تحریک جہاد" ہو یا شاہ ولی اللہ کی تحریک "تحریک ردعیسائیت" ہو یا "تحریک دیوبند" ہر تحریک میں شامل بزرگان نے اپنے پیروکاروں کو فیض پہنچانے کے لیے اسی اردو زبان میں تصانیف، تراجم ترتیب دیے۔ بعد میں ان بزرگان کی یہ تعلیمات جو تصانیف، تراجم، تفاسیر اور اشعار کی صورت میں تھیں اردو ادب میں ایک سرمائے کی حیثیت حاصل کر گئیں۔ اس کے علاوہ جب یہ تحریکیں مختلف علاقوں میں پھلی پھولیں تو علاقائی زبانوں کی آمیزش سے اردو املا اور اردو زبان میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

مختصر یہ کہ برصغیر کی ہر مذہبی تحریک کے دور میں بہت سی نئی دینی اور مذہبی تصانیف اردو ادب کے سرمائے کے طور پر اردو ادب میں داخل ہوتی چلی گئیں۔ اور آج یہ اردو ادب کا ایک عظیم سرمایہ ہیں جسے کسی صورت اردو ادب سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

۶ مطالعات: ۱۹۹۰ء

یہ ڈاکٹر نجم الاسلام کے بارہ تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے جو کتابی صورت میں ۱۹۹۰ء میں "ادارہ اردو" حیدر آباد کی جانب سے شائع ہوا جب کہ اس مجموعے میں شامل مقالات ۱۹۶۲ء سے ۱۹۸۹ء تک درمیانی مدت میں "نقوش"، "صحیفہ"، "اورینٹل کالج میگزین"، اور رسالہ "تحقیق"

Marfat.com

میں شائع ہو چکے ہیں۔ مجموعے میں شامل مقالات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) تین نثری نوادر

اس مقالے میں ڈاکٹر صاحب نے شمالی ہند کی ابتدائی اردو کے تین ایسے نادر نمونوں کا تعارف پیش کیا ہے جو اب تک اردو ادب کی کسی نثری تاریخ میں جگہ نہیں پا سکے حالاں کہ بقول ڈاکٹر نجم الاسلام "تینوں ہی کسی نہ کسی لحاظ سے تقدم کی فضیلت کی حامل ہیں"۔

(۲) فورٹ ولیم کالج

یہ اس مجموعے میں شامل طویل ترین مضمون ہے۔ اس تحقیقی مضمون میں فورٹ ولیم کالج کی تاریخ، اس میں رائج نظامِ تعلیم، اصول و ضوابط اور طریقۂ امتحانات وغیرہ پر مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

(۳) فضلی کی کربل کتھا

اس مقالے میں ڈاکٹر صاحب نے "کربل کتھا" کے اس مخطوطے کا تعارف پیش کیا ہے جسے ڈاکٹر مختار الدین احمد نے ۱۹۵۵ء میں جرمنی کی ایک یونی ورسٹی کے کتب خانے سے دریافت کیا اور اس مخطوطے کی عکسی نقل اپنے ساتھ ہندوستان لا کر مالک رام کے ساتھ مرتب کی اور یہ کتاب ان دونوں صاحبان کے مقدمے اور حواشی کے ساتھ شائع ہوئی۔

(۴) گربہ نامہ اور اس کا مصنف

تحسین کی "نوطرز مرصع" کی تحریک پر کئی قصے لکھے گئے۔ انھی قصوں میں ایک قصہ "گربہ نامہ" بھی ہے لیکن یہ قصہ گذشتہ صدی اور اس صدی میں بھی کئی بار شائع ہونے کے باوجود اردو ادب کی نثری تواریخ میں جگہ نہیں پا سکا۔ جب کہ اس کے دستیاب نسخوں میں اس کے مصنف کا نام تضادات کا شکار ہے۔ اس مضمون میں اس کے مصنف سے متعلق ہی تحقیق کی گئی ہے۔

(۵) بیاض مرزا جان طپش

مرزا جان طپش جو کہ فورٹ ولیم کالج کے ارباب قلم میں سے ہیں ان کی ایک بیاض کا مخطوطہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی ذاتی لائبریری میں موجود تھا اس مضمون میں اسی بیاض کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۶) بیاضِ مقیم

اس بیاض کا مخطوطہ جامعۂ سندھ کے مخطوطات کے مشرقی سیکشن میں موجود ہے۔ ا ا تحقیقی مقالے میں اسی بیاض کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

(۷) غالب کی لسانی تصریحات

(۸) مختصاتِ نثرِ غالب :

درج بالا دونوں مضامین میں بالترتیب غالب کی لسانی تصریحات اور مختصاتِ غالب کی مثالوں سے وضاحت کی گئی ہے۔

(۹) دو آہنگ

اس مقالے میں غالب کے ایک شاگرد منشی محمد حسن محمود نہٹوری کے مجموعہ کلام "دو آہنگ" کا تعارف پیش کیا ہے جس میں محمود نہٹوری نے غالب کی پیروی میں جو غزلیں کہیں انھیں مرتب کیا ہے۔

(۱۰) یا صاحب الجمال ویا سید البشر

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس نعتیہ قطعے کو مختلف ادوار میں مختلف شعراء سے منسوب کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن یہ معاملہ اب تک تحقیق طلب ہے کہ اس کا تخلیق کار کون ہے۔ اس مقالے میں یہی اشعار اور ان کا ناظم ڈاکٹر صاحب کا موضوع ہے۔

(۱۱) غرۃ الکمال کے دو قلمی نسخے

اس عنوان کے تحت امیر خسرو کے تیسرے دیوان کے دو خطی نسخوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے جن میں سے ایک نسخہ نیشنل میوزیم کراچی اور دوسرا سندھی ادبی بورڈ کا ہے۔

Marfat.com

(۱۲) کلیات شایق

انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود میر غلام حسین شایق ابن فتح علی الرضوی الجایسی کے ایک سو تیرہ اوراق پر مشتمل فارسی دیوان موسومہ کلیات شایق کا تعارف اس مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔

تراجم:

کسی زبان کے ادب کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا ایک نہایت مشکل اور پیچیدہ عمل ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مترجم دونوں زبانوں کے مزاج گہرائی اور گیرائی سے اچھی طرح واقف ہو اور متبادل الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ اس کے پاس موجود ہو۔ اس صورت میں ہی ایک زبان کا ادب دوسری زبان میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ لفظوں کے انتخاب میں معمولی سی کوتاہی بھی عبارت کے مفہوم کو بدل دیتی ہے۔ بات جہاں منظوم ترجمے کی ہو وہاں یہ کام اور بھی زیادہ مشکل ہو جاتا ہے، کیوں کہ کسی بھی شاعر کے شعر کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اس کے خیال اور احساس کا ترجمان ہوتا ہے۔ اگر ترجمہ کرتے وقت اس خیال اور اس احساس کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو شعر اپنی معنوی سطح سے گر سکتا ہے۔ لہٰذا ترجمہ کرتے وقت شعر کی اصل روح تک پہنچنے والا مترجم ہی کسی شعر کے ترجمے کا حق ادا کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام بنیادی طور پر ایک محقق ہونے کے ناطے شعر کی معنویت اور اصل روح تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اپنی اسی صلاحیت کی بنا پر انھوں نے کئی نامور سندھی شعرا کا کلام اردو میں منظوم و منثور ترجمہ کیا ہے۔ جس طرح وہ سندھی زبان کے مزاج اور گہرائی سے بہ خوبی واقف ہیں بالکل اسی طرح انھیں فارسی اور انگریزی زبان سے مکمل واقفیت اور پوری دسترس حاصل ہے۔ اس کا ثبوت ان کے وہ تراجم ہیں جو انھوں نے انگریزی اور فارسی سے کیے۔ ذیل میں ان کے سندھی، فارسی اور انگریزی سے کیے گئے تراجم کا ذکر ہے۔

(۱) محسنِ انسانیت

یہ لیڈی ایلسا قاضی کی طویل انگریزی نعتیہ نظم کا ترجمہ ہے جو ۱۹۷۱ء میں سندھ یونی ورسٹی کی جانب سے شائع ہوا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر نجم الاسلام "دو آہنگ" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

> "اس منظوم ترجمے کی ترغیب استاذی و مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے دلائی تھی"۔

Marfat.com

(۲) ابیاتِ سندھی خواجہ محمد زماں

"محسنِ انسانیت" کی طرح "ابیات سندھی" بھی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی ترغیب کا نتیجہ ہے۔ یہ خواجہ محمد زمان کی ابیاتِ سندھی کا منظوم اردو ترجمہ ہے جو ۱۹۸۰ء میں پروفیسر پیر سعید حسن نے کراچی سے شایع کیا۔

(۳) ابیاتِ شاہ کریم

ابیاتِ شاہ کریم سندھ کے قدیم سندھی شاعر شاہ کریم بلوی والے اور ان کے پیر قاضی قاضن کے کلام کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ جو اکتوبر ۱۹۸۷ء کو انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی جام شورو کی جانب سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کی سندھی سے واقفیت کے بارے میں مہتاب اکبر راشدی "ابیاتِ شاہ کریم" کے "حرفِ ناشر" میں لکھتی ہیں:

> "اس کتاب کے مترجم اور مرتب محترم ڈاکٹر نجم الاسلام نہ صرف اردو کے بڑے نقاد ہیں بلکہ سندھ یونی ورسٹی میں سالہا سال پڑھانے کے ساتھ ساتھ ان کو سندھ کی ثقافت کا گہرا فکری تجربہ ہے وہ اس فکری صورتِ حال کی اصل روح یعنی صوفیائے کرام کے متعلق گہری شناسائی رکھتے ہیں اور سندھی زبان کے تخلیقی مزاج کو اردو میں منتقل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں"۔

(۴) فکرِ لطیف

جناب اے۔ کے بروہی کے صدارتی خطاب کا اردو ترجمہ جو انھوں نے ۱۹۷۹ء میں اسلام آباد میں منعقد ہونے والی "پاکستان فلاسفیکل کانگریس" کے شاہ لطیف سیشن میں انگریزی میں کیا۔ یہ ترجمہ "انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی" جام شورو کی جانب سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔

(۵) دو آہنگ

منتخب فارسی اشعار کا یہ منظوم اردو ترجمہ ۱۹۸۹ء میں "ادارہ اردو" حیدر آباد کی جانب سے شائع ہوا۔ اس کا حصہ دوم زیرِ طبع ہے۔ اس مجموعے کا یہ نام "غالب" کے ایک شاگرد محمد حسین محمود کے مجموعہ کلام "دو آہنگ" سے مستعار ہے۔

Marfat.com

فارسی مقالات کے تراجم :

(۱) "سر العالمین کا غزالی سے انتساب" از علی رضا ذکاوتی قراگزلو ("تحقیق" ۹۷۔۱۹۹۶ء)

(۲) "رسالہ نوریہ کس کی تصنیف ہے" از جمال الیاس ("تحقیق" ۹۷۔۱۹۹۶ء)

(۳) "کتاب السعادۃ والاسعاد" از نصر اللہ حکمت ("تحقیق" ۹۷۔۱۹۹۶ء)

(۴) "خیام کی اصیل رباعیاں" از سید علی میر افضلی ("تحقیق" ۹۷۔۱۹۹۶ء)

درج بالا چار فارسی مقالات کے تراجم کے علاوہ تمام متذکرہ کام کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اب ذیل میں ڈاکٹر نجم الاسلام کے اس کام کا ذکر ہے جو ابھی کتابی صورت میں شائع ہونا باقی ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام جن مخطوطات کی تحقیق و تدوین کے بعد کتابی صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں ان میں سے اکثر مخطوطات کا تعارف اپنے تحقیقی مقالات میں پیش کر چکے ہیں۔

(۱) "روضۃ الانوار" (تحقیق و تدوین)

(۲) "قصۂ احوال روہیلۃ" (تحقیق و تدوین)

(۳) "کلیات مرزا جان طپش" (تحقیق و تدوین)

(۴) "تفسیر مرادیہ" (تحقیق و تدوین)

(۵) "انتخاب خریطۂ جواہر یا ترجمۂ منظوم"

(۶) "مزید مطالعات"

(۷) " Descriptive Catalogue of the Manurcripts of Sindhi Adabi Board"

سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطے کی یہ وضاحتی فہرست ڈاکٹر نجم الاسلام نے ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی زیر نگرانی تین سال کی محنت اور کاوش کے بعد تیار کی۔

جام شورو کے مخطوطات :

جام شورو کے مخطوطات کا تعارف ڈاکٹر نجم الاسلام نے رسالہ "تحقیق" میں قسط وار پیش کرنا شروع کیا اور اب تک اس سلسلے کی پانچ اقساط شائع ہوئیں جن میں جام شورو کی لائبریریوں اور سندھی ادبی بورڈ میں موجود مخطوطات کا تعارف پیش کر دیا گیا ہے۔ اب یہ کام کتابی صورت میں شائع ہونا ہے۔

Marfat.com

مطبوعہ تحقیقی مقالات

ڈاکٹر نجم الاسلام کے تحقیقی مقالات مختلف اوقات میں مختلف ادبی و تحقیقی رسائل وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں ذیل میں ڈاکٹر صاحب کے مطبوعہ تحقیقی مقالات کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ تین نثری نوادر	نقوش، لاہور،	۱۹۶۶ء، ش ۱۰۵
۲۔ دو آہنگ	نقوش، لاہور،	۱۹۶۶ء ش ۱۰۵
۳۔ بیاض مرزا جان طپش	نقوش، لاہور،	۱۹۶۷ء؛ ش ۱۰۸
۴۔ غالب کی لسانی تصریحات	نقوش، لاہور،	۱۹۶۹ء ش ۱۱۱
۵۔ فضلی کی کربل کتھا	نقوش، لاہور،	۱۹۷۳ء ش ۱۱۸
۶۔ رسالہ معارف اور اقبال	نقوش، لاہور،	۱۹۷۷ء ش ۱۲۱
۷۔ رسالہ معارف اور اقبال (۲)	نقوش، لاہور،	۱۹۷۷ء ش ۱۲۳
۸۔ اقبال کا ایک مکتوب اور اس کا ماخذ	نقوش، لاہور، (زیر طبع اقبال نمبر)	
۹۔ گربہ نامہ	صحیفہ، لاہور،	۱۹۶۸ء ش ۴۳
۱۰۔ مختصات نثر غالب	صحیفہ، لاہور،	۱۹۶۹ء ش ۴۶
۱۱۔ گربہ نامے کا مصنف	صحیفہ، لاہور،	۱۹۷۱ء ش ۵۵
۱۲۔ یا صاحب الجمال	اورینٹل کالج میگزین، لاہور	۱۹۸۲ء
۱۳۔ غرۃ الکمال کے دو قلمی نسخے	"مجلہ تحقیق"، پنجاب یونی ورسٹی لاہور،	۱۹۸۱ء
۱۴۔ اردو ادب پر بزرگانِ دین کے اثرات	صریر خامہ، سندھ یونی ورسٹی،	۱۹۶۱ء
۱۵۔ دکنی میں مدحیہ شاعری	صریر خامہ، سندھ یونی ورسٹی	قصیدہ نمبر، ۱۹۶۹ء
۱۶۔ بھوپال کے قصیدہ گو شاعر	صریر خامہ، سندھ یونی ورسٹی	قصیدہ نمبر، ۱۹۶۹ء
۱۷۔ اردو نعت کے مطالعے	صریر خامہ، سندھ یونی ورسٹی	نعت نمبر، ۱۹۷۸ء
۱۸۔ اقبال مستشرقین کی نظر میں	صریر خامہ، سندھ یونی ورسٹی	قصیدہ نمبر، ۱۹۷۷ء
۱۹۔ اقبالیات اور سندھ یونی ورسٹی	صریر خامہ، سندھ یونی ورسٹی (پرکھ)	۱۹۷۷ء
۲۰۔ قومی تشخص اور قائد اعظم	مجلہ، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی	۱۹۷۶ء
۲۱۔ معارف اور اقبال	مجلہ، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی	۱۹۷۷ء
۲۲۔ مذہب اور ادب	پشاور یونی ورسٹی جنرل "خیابان"	۱۹۸۳ء

Marfat.com

نواب شمس الدین خاں اور ولیم فریزر	نئی قدریں، حیدر آباد، سندھ	۱۹۷۹ء
اردو شاعری میں ایک آزاد	چراغِ راہ، (خصوصی نمبر)	۱۹۶۱ء
اسلامی ریاست کا تصور		
اردو ادب پر اسلامی تحریکات کے اثرات	چراغِ راہ، (خصوصی نمبر)	۱۹۶۳ء
قومی ذخیرہ: خلافتی نظموں کا ایک مجموعہ، برگِ گل، اردو کالج کراچی		۱۹۸۱ء
ہمارا ورثہ تحقیق	نئی قدریں، حیدر آباد	۱۹۸۳ء
اردو زبان اور روز مرہ	نئی قدریں، حیدر آباد	۱۹۸۳ء
پاکستانی ادب کے تقاضے	نئی قدریں، حیدر آباد	۱۹۸۳ء
آربری اور اقبال	نئی قدریں، حیدر آباد	۱۹۸۳ء
ادب میں اسلامی اقدار	نئی قدریں، حیدر آباد	۱۹۸۴ء
ہمارا قدیم طرزِ تحقیق	مجلہ تحقیق، شعبۂ اردو، جامعہ سندھ	۱۹۸۷ء ش ۱
رسمیات مقالہ نگاری	مجلہ تحقیق، شعبۂ اردو، جامعہ سندھ	۱۹۸۷ء ش ۱
فورٹ ولیم کالج	نقوش لاہور	۱۹۸۶ء
اقبال ایک شاعر: ایک مطالعہ	رسالہ، حیدر آباد	ش ۱
سید حسن غزنوی پر مقالے کا جائزہ	تحقیق	
بیاض مقیم	تحقیق	۱۹۸۸ء
قدیم اردو کے چند نوادر	تحقیق	۱۹۸۹ء
کلیات شائق	تحقیق	۱۹۸۹ء
ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی چند اہم تصانیف	تحقیق	۱۹۹۰ء
مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی	تحقیق	۱۹۹۰ء
بیاض دولت رائے سندھی	تحقیق	۱۹۹۱ء
مکتوباتِ بہرائچ	تحقیق	۱۹۹۲ء
شاہ عالم ثانی کی نثر	تحقیق	۱۹۹۳ء
دیوانِ غمگین	تحقیق	۱۹۹۴ـ۹۵ء
دو موضح قرآن	تحقیق	۱۹۹۶ـ۹۷ء

Marfat.com

...کا ایک مکتوب اور اس کا مآخذ	تحقیق	۹۷_۱۹۹۶ء
...ں غمگین کے تعاقب میں	تحقیق	۹۷_۱۹۹۶ء
...شورو کے مخطوطات سے متعلق یادداشتیں	تحقیق	۹۷_۱۹۹۶ء
...منسوبات کچھ تحقیق منسوبات بارے میں	تحقیق	۹۷_۱۹۹۶ء

...) کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت

ڈاکٹر نجم الاسلام نے کئی قومی، بین الاقوامی اور شعبہ جاتی کانفرنسوں اور سیمیناروں وغیرہ ...شرکت کی اور انھیں وہاں اپنے کانفرنس پیپر پڑھنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا مثلاً :

آل انڈیا ادبی سمپوزیم، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، ۱۹۵۴ء میں شرکت کی اور اپنا کانفرنس "ادب و تنقید کا تعمیری نظریہ" پڑھا۔

۱۹۷۵ء میں کراچی میں Sindh through centuries پر ہونے والے بین الاقوامی سیمینار میں اپنا کانفرنس پیپر پڑھا جو ۱۹۷۸ء میں ایک مقامی ادبی رسالے میں شائع ہوا۔ اس ...کا عنوان تھا "صورت بہار کی راگ مالا"۔

پانچویں آل پاکستان رائٹرز کانفرنس ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ اس میں اپنا ...ہ "پاکستانی ادب کا ماضی حال اور مستقبل" پڑھا یہ مقالہ ۱۹۸۶ء میں "پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز ...سلام آباد نے شائع کیا۔

لسانیات پر شعبہ جاتی سیمینار میں مقالہ "اردو لسانیات کا سرمایہ" پڑھا۔ (سندھ یونی ورسٹی)

پشاور یونی ورسٹی کے شعبہ جاتی سیمینار کے لیے ۱۹۸۳ء میں اپنا مقالہ بہ عنوان "شیرانی ...اور قصہ چہار درویش" لکھا، شرکت کی نوبت نہ آئی۔

۱۹۸۲ء میں ظفر علی خاں پر ایک مقامی سمنار میں مقالہ "ظفر علی خاں کی وضع کردہ اصطلاحات" پڑھا۔

Iqbal Colloquium Karachi میں "اقبال اور خوشحال" پڑھا۔

Marfat.com

میرپورخاص میں منعقدہ سیمینار میں "اقبال ابتدائی سرگرمیاں" پڑھا۔

Felicition Conference انجمن کراچی میں "آہ کہ من دانم" پڑھا۔ ۱۹۸۹

انجمن کراچی میں "بابائے اردو" ۱۹۹۰ء میں پڑھا۔

سیمینار "پاکستان نیشنل اکیڈمی" منعقدہ کراچی ۱۹۹۵ء میں "خیر کثیر" کے عنوان سے پیپر پڑھا، اس میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب کے اوصاف جمیلہ پر اظہار خیال ہے۔

طویل مقالات اور کانفرنس پیپرز کے علاوہ ڈاکٹر نجم الاسلام نے شعبۂ اردو جامعہ سندھ "مجلس تحقیق و مذاکرہ" کے زیر اہتمام ہونے والے مباحثوں میں بھی مختصر پیپرز پڑھے۔ جن تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) "اردو زبان و ادب کی تاریخیں"۔

(۲) "سحر البیان کا ایک نادر قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۱۹۹ھ"

(۳) "مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی"۔

(۴) "بیاض دولت رائے سندھی"۔

(۵) "ارشاد نامہ مولوی مخصوص اللہ نبیرہ شاہ ولی اللہ"۔

(۶) "بیاض عاجز"

(۷) "لب التواریخ دکاستا"۔

(۸) "کریم الدین پانی پتی کی شرح و انتخاب کلام سودا"۔

(۹) "رسالہ تنقید کلام شہید"۔

اعزازات:

ڈاکٹر نجم الاسلام نے اردو ادب کی ترویج و ترقی میں جو کردار ادا کیا ہے اور تحقیق و تنقید کے میدان میں جو خدمات اور کارنامے انجام دیے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کی انھی تحقیقی خدمات کے صلے میں انھیں "نقوش ایوارڈ ۱۹۸۶ء" دیا گیا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کے لیے ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ ان کے استاد محترم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے ۱۹۹۲ء میں گلاب سٹر کراچی کی جانب سے شائع ہونے والے اپنے تحقیقی مقالات کے مجموعے "سراج البیان" کا انتساب ان کے نام کیا۔

Marfat.com

خدمات :

۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۳ء تک جنرل لائبریری سکھر کے جنرل سیکریٹری رہے۔ اس دوران ادارے کو نئے سرے سے منظم کیا۔

۱۹۸۱ء میں وفاقی وزارتِ تعلیم اسلام آباد کی جانب سے "نیشنل اقبال ایوارڈ کمیٹی کے ممبر ب ہوئے۔ اور تاحال اس کمیٹی کے ممبر ہیں۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کی زیرِ نگرانی سات اسکالرز نے پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے تحقیقی مقالات لکھ ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی اور تین صاحبان نے ایم۔ فل کی سند کے حصول کے لیے ڈاکٹر نجم اسلام کی زیرِ نگرانی تحقیقی مقالات لکھے۔

Marfat.com

Marfat.com

مکتوبات

Marfat.com

رفیق احمد خاں

ڈاکٹر نجم الاسلام کے خطوط ــــــ کچھ معروضات

ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (یکم جولائی ۱۹۴۳ء ـ ۱۳/ فروری ۲۰۰۱ء) کے، اب تک دو سو سے زائد خطوط بازیافت کر چکا ہوں۔ اس سلسلے میں خطوط بھی لکھے، ٹیلی فون اور ای میل کا ذریعہ بھی استعمال کیا اور بعض فضلائے کرام سے ملاقاتیں بھی کیں۔ موقع بہ موقع یاددہانی کے خطوط بھی لکھے تاہم سوائے چند ایک کے تمام حضرات نے بھرپور تعاون فرمایا۔ مکتوبات کی تلاش و ترسیل کے لیے محترم مکتوب الیہم اور بعض ورثاء کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ ان شاء اللہ مناسب حواشی، ضروری تصریحات اور مکتوب نگاران کے مختصر سوانحی کوائف کے ساتھ، یہ خطوط مناسب موقع پر کتابی شکل میں شائع کیے جائیں گے۔

مکتوبات کے اس وقیع ذخیرے سے چند خطوط بہ طور انتخاب پیش کیے جاتے ہیں۔ قبلاً، سہ ماہی انشاء (شمارہ ۲۹، جنوری تا مارچ ۲۰۰۱ء، مشتمل بر "گوشہ ڈاکٹر نجم الاسلام") کی خصوصی اشاعت میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے پانچ عدد خطوط بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں پیش کیے جا چکے ہیں۔ یہ چند خطوط ۱۹۸۵ء تا ۲۰۰۰ء کی زمانی مدت پر محیط ہیں ان کی نوعیت ذاتی کم، علمی و ادبی زیادہ ہے۔ رسالہ تحقیق کے اجراء (۱۹۸۷ء) کے بعد ادارتی رنگ غالب نظر آتا ہے۔

خطوط ذات کی پردہ کشائی کا اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔ شخص کے ظاہر و باطن کے موازنے میں ان کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں انسان بہ نسبت دیگر تحریروں کے قدرے بے تکلف، آزاد اور شوخ نظر آتا ہے، تاہم خطوط میں رویے اور رجحان کا انحصار موقع و محل، مراتب اور مکتوب نگار کے اپنے مزاج پر ہوتا ہے۔

جب سے خطوط کی اشاعت عمل میں آنے لگی ہے تب سے بعض بڑی شخصیات نے اس ذیل میں خاص احتیاط اختیار کر لی ہے چناں چہ اس جبری احتیاط کے نتیجے میں خطوط کا حسن ماند پڑ گیا۔

Marfat.com

ں فطری جذبات واحساسات اور ذاتی نوعیت کی باتوں کا آزادانہ اظہار خطوط میں کیا جاتا تھا، ان پر
لقات کے پردے پڑ گئے اور یوں خطوط کے ذریعے شخصیات کی نفسیات اور ان کے مزاج کا کھوج لگانا
تنا مشکل ہو گیا۔ یوں کہیے کہ ظاہر باطن سے جدا ہو گیا۔ آمد کا لطف جاتا رہا۔

ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے خطوط میں اس نوع کی بے تکلفی، آزادی اور شوخی قطعی
یں پائی جاتی جس کی عام طور پر توقع کی جاتی ہے۔ وہ ایک سنجیدہ، متین اور پر تکلف شخص تھے۔ ان
کے جن لوگوں سے مراسم و تعلقات تھے وہ بھی انھی کے ہم مزاج تھے۔ انھوں نے کسی سطح پر بھی
ندگی کے ذاتی پہلو کو کبھی نمایاں نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ نام پر کام کو فوقیت دی یہی وجہ ہے کہ ان کے
طوط میں بھی یہ پہلو اتنا واضح اور نمایاں نہیں ہے تاہم وہ "زاہد خشک" بھی نہیں تھے۔ اپنی زندگی
صولوں کے مطابق گزارنے کے عادی تھے۔ موقع کی مناسبت سے اپنے رویے کا اظہار کرتے تھے۔

ان کی زندگی کا بڑا حصہ بہ طور محقق اور مدیر گزرا ہے۔ یہ دونوں حیثیتیں ان کے مزاج کے
ین مطابق تھیں۔ خطوط میں پائی جانے والی عالمانہ سنجیدگی اور سادگی کچھ ان کے مزاج اور کچھ ادارتی
ے داریوں کا تقاضا تھی۔ ان میں بناوٹ کا نہیں احتیاط کا عنصر غالب ہے۔ جب ہم خطوط کو مجموعی
طور پر دیکھتے ہیں تو وہ ان کی شخصیت کا پرتو نظر آتے ہیں۔

پاکیزہ تحریر، فقرے و جملے ساخت و معنی کے اعتبار سے کسے اور جڑے ہوئے، سلام و
آداب سے ابتداء، دعائیہ کلمات پر اختتام، مختصر اور جامع کلام۔ غیر ضروری بات، طوالت اور مبالغے
سے قطعی پاک۔ مناسب القاب و آداب سے مزین۔ کم عمر و کم مرتبہ شخص سے بھی نہایت ادب سے
مخاطب ہوتے ہیں۔ معمولی کوتاہی پر بھی بہت زیادہ عذر کا اظہار کرتے ہیں۔ مناسب موقع اور مقام پر
برجستہ اور چست اور معنی خیز فقرہ لکھے بنا بھی نہیں رہتے۔ تضحیک و دل آزاری ان کے خلافِ مزاج
تھی۔ کذب و افتراء اور جھوٹی تسلیوں اور تشفیوں سے بھی ان کے خطوط پاک ہیں۔

زبان و ادب کے مسائل بالخصوص تحقیق ان کا موضوع رہا ہے۔ رسالہ تحقیق کے اجراء کے بعد
بیش تر خطوط میں اس کا ذکر کثرت سے آتا ہے۔ اس سے ان کے شوق و انہماک، غیر معمولی دلچسپی اور
احساسِ ذمہ داری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ خلوص اور جرأت اظہار بھی ان کے خطوط کی نمایاں خوبیاں ہیں۔

"گوشہ مکتوبات" میں دوسرے حصے کے طور پر، ڈاکٹر صاحب مرحوم کے نام فضلائے
کرام کے دستیاب خطوط میں سے چند بہ طور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

Marfat.com

بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C, Unit No. 6
Latifabad, Hyderabad Sindh, Pakistan.
Ph: 863102

Dated 4.10.1998

جناب ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب

۱- تازہ کتاب "لنا اعمالنا" کا ایک نسخہ تحفۃً ملا، شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کتاب نہایت پرکشش تحریروں سے مزین ہے اور نہایت پیش کش کے ساتھ ہے۔

۲- دیوان رودکی کی تلاش میں کل جامشورو گیا تھا، ذخیرے دیکھے، نہیں ملا۔ تیسرا ذخیرہ حسام الدین راشدی کا سندھالوجی میں ہے، وہ دیکھنا باقی ہے۔ کسی دن پھر جامشورو جاؤں گا۔

۳- قبلاً (سال سوا سال پہلے) مجھے بھی اس کی ضرورت تھی[1]، نہیں ملا۔

۴- اس دیوان کے دو ایڈیشن (معلوم) فہرستوں میں مذکور ہیں۔ ایک مجعول ہے، اس میں قطران تبریزی کا کلام/دیوان بھی شامل ہو گیا۔ دوسرا سعید نفیسی کی تصحیح کے ساتھ چھپا ہے، یہی معتبر ہے۔ اور مطلوب ہے۔

نیاز مند:
نجم الاسلام

---

[1] رسالہ "تحقیق" میں منسوبات کی تحقیق کے تحت، ڈی بی ایس (؟) کا انگریزی مقالہ "Rudaki & Pseudo-Rudaki" اور سعید نفیسی کا مقالہ فارسی "دیوان مجعول رودکی" اردو میں منتقل کر کے شامل کرنا چاہتا تھا۔ اور اس مقصد کے لیے دیوان رودکی دیکھنا چاہتا تھا۔

Marfat.com

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C, Unit No. 6
Latifabad, Hyderabad Sindh, Pakistan.
Ph: 863102

Dated 3/3/2000

جناب ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب

کل 2/3/2000 کی ڈاک سے ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کا رجسٹری لفافہ ملا، اس میں دو مکتوبات (۲۳ فروری، اور ۲۷ فروری کے) آپ کے نام کے ہیں، بھیجے جاتے ہیں۔

دو مکتوبات (۱۸ فروری، اور ۲۳ فروری کے) میرے نام کے بھی ہیں۔ بغرض اطلاع ان کی عکسی نقل بھی ملفوف ہے۔

نیاز مند:

نجم الاسلام

بخدمت گرامی:

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب، اولڈ کیمپس، حیدرآباد۔

Marfat.com

بہ نام ڈاکٹر نذیر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Allama I. I. Kazi Campus,
Jamshoro (76080) 'Sindh' Pakistan.
Tel. Add: "UNISINDH"

Editor
Prof. Najmul Islam

مراسلت کے لیے:-
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدرآباد سندھ (۷۱۸۰۰) پاکستان

Ref. No. ________
Dated 16.3. 1997

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب

پرسوں آپ کے سات مقالات (۵ غیر مطبوعہ، ۲ مطبوعہ) کے پروف رجسٹری ڈاک سے روانہ کر چکا ہوں، اور اسی روز جداگانہ ایک خط بھی، ہوائی ڈاک سے۔

پھر آپ کا مکتوب گرامی مورخہ ۴ مارچ مع مطبوعہ مقالے "مینا بازار" کے عکس کے رجسٹری ڈاک سے موصول ہوا۔ ممنون ہوں۔ آپ اپنے علمی کاموں میں کس قدر مشغول ہیں، رشک آتا ہے، اور دل سے بے ساختہ درازیِ عمر اور صحت و عافیت کے لیے دعا نکلتی ہے۔ "مینا بازار" بہت اچھا مقالہ ہے، خیال ہے کہ اس کی تلخیص بھی شامل کی جائے۔

خدا کرے کہ امسال سیمینار کے لیے ویزا مل جائے!

قاضی عبدالودود یادگار نامے کے لیے کوئی مضمون پیش کروں گا، ان شاء اللہ۔

مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کو آپ کا تازہ مکتوب دکھایا تھا اور آپ کی طرف سے دعاؤں کی درخواست کی تھی۔ ان کا ارشاد آیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

خط لکھیں تو محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو میرا مؤدبانہ سلام مسنون عرض کر دیں اور یہ بھی کہ بعد نماز تہجد کے وقت آپ کے لیے اور ڈاکٹر مختار الدین صاحب کے لیے دعا کرتا ہوں۔ میرے لیے سعادت ہے۔

محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب اپنے وطن سے واپس تشریف لا چکے ہوں گے، [illegible] میرا سلام پہنچا کر مجھے ممنون فرمائیں۔

نیازمند:
نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب، علی گڑھ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of U

Allama I. I. Kaz
Jamshoro (76080) 'S
Tel. Add: "UNI

Editor

Prof. Najmul Islam

Ref. No. ________

Dated 26. 5.

سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶، لطیف آباد، حیدر آباد، سندھ (۷۱۸۰۰)

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب

آپ کی طرف سے دو کتابوں، تین مطبوعہ مقالوں کا پیکٹ کل ۲۵ تاریخ کو ملا۔ شکریہ۔ گو کہ کسی قدر تاخیر سے ملا، اور اب ان مقالات کی تلخیص کرنی پڑے گی یا تعارفی یادداشتوں سے کام چلانا ہوگا۔ رسالہ طباعت کے لیے دیا جا چکا ہے اور نصف کے بقدر چھپ بھی گیا ہے، تاہم آخری حصے میں اب بھی گنجائش نکال لی جائے گی۔ کمال احمد صدیقی کی کتاب "غالب کی شناخت" میں بھی ایک مقالہ ایسا نکلا جس کی ضرورت تھی۔ کتاب فرہنگِ زبان گویا جلد دوم شائع ہونے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ لسان الشعراء کس مرحلے میں ہے؟

ایک آف پرنٹ برادرِ محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کی اعانتی یادداشت ملی جس میں جمالی دہلوی اور جمالی اردستانی سے متعلق آپ کے دو مقالوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ شکریہ ادا کرتا ہوں اور سلام پیش کرتا ہوں، پہنچا کر ممنون کیجیے۔ مصباح الارواح کا انتساب پر آپ کا مقالہ "کیا مصباح الارواح کا مصنف جمالی دہلوی تھا؟" کے عنوان سے ہم پہلے ہی شامل کر چکے ہیں۔

نیاز مند:

نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب، علی گڑھ۔

Marfat.com

بہ نام ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ

جناب ڈاکٹر صاحب! سلام و آداب

"تحقیق" شمارہ ۴ (تہنیتی شمارہ) کا ایک نسخہ شعبے کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ملتمس ہوں کہ از راہ کرم اظہارِ رائے سے سرفراز فرمائیں اور مشوروں سے نوازیں۔

اس کے ساتھ، اپنی دو کتابیں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ قبول فرما کر عزت افزائی فرمائیں۔ شکریہ۔

نیازمند:

نجم الاسلام

24.6.1991

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ
اولڈ کیمپس، حیدر آباد۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Allama I.I. Kazi C...
Jamshoro (76080) Sind...
Tel. Add: "UNISI...

Editor

Prof. Najmul Islam

Ref. No. ________

Dated 9.12

جناب ڈاکٹر صاحب محترم!

سلام و آداب

رسالہ تحقیق (شمارہ ۱۲-۱۳) میں شائع شدہ آپ کے دو مقالات کے آف پرنٹ پیش کرتا ہوں۔

مزید یہ کہ "مخطوطات ذخیرۂ ڈاکٹر بلوچ" مرتبہ ڈاکٹر خضر نوشاہی کے بھی پانچ آف پرنٹ بھیجے جاتے ہیں (بقیہ مرتب کو بھجوائے جائیں گے)۔

آئندہ شمارے میں اشاعت کے لیے کوئی مقالہ عنایت فرمانے کی مؤدبانہ درخواست ہے۔

نیاز مند:

نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ صاحب

اولڈ کیمپس حیدر آباد۔

Marfat.com

۱

بہ نام ڈاکٹر فرمان فتح پوری

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C Unit No. 6,
Latifabad, Hyderabad, Sin
Ph: 863102

Dated 18.9.1996

محترم ڈاکٹر فرمان صاحب ! سلام و آداب

آپکی طرف سے اظہارِ رضامندی کے بعد، ڈاکٹر عطا خورشید کا مقالہ بعنوان "اردو میں فنی تدوین" ماہرانہ رائے کے اظہار کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ مختصر رائے بھی کفایت کرے گی، لیکن ہم مزید ممنون ہوں گے اگر کوئی اضافی یادداشت آپ اس پر لکھ کر بھیج سکیں۔ یہ مستقل عنوان "اضافات" کے تحت جداگانہ طور سے شاملِ اشاعت ہو سکتا ہے۔

اس خط کے ساتھ، ایک خصوصی نمبر کا خاکہ بھی منسلک ہے۔ یہ شمارہ نمبر برائے ۱۹۹۵ء ہوگا۔ تحقیقی منصوبات کے موضوع پر لکھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ شمارہ ہشتم برائے ۱۹۹۶ء زیرِ ترتیب ہے۔ اس کے لیے کچھ عنایت کیجیے، اگر تیار ہو۔

نیازمند :

نجم الاسلام
(مدیر تحقیق)

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر فرمان صاحب فتحپوری، کراچی

پس نوشت • مرسلہ مضمون میں تسامحات کی نشاندہی سرخ روشنائی سے فرمادیں، اگر کچھ ہوں۔

• مضمون واپس کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک لفافہ منسلک ہے۔

• از راہ کرم اظہار رائے سے جلد سرفراز فرمائیے۔ شکریہ

Marfat.com

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C Unit No. 6,
Latifabad, Hyderabad, Sindh, P...
Ph: ~~82102~~ 863102

Dated ١٧ / ستمبر ١٩٩٥ء

محترم ڈاکٹر صاحب

سلام و آداب

ممنون ہوں کہ آپ نے ڈاکٹر فدا حسین انصاری کے مقالے (مثنوی ابرار محبت از حشمت خاں محبت) کو نہایت دقت نظر سے دیکھا۔ آپ کی ماہرانہ رائے میرے پاس محفوظ ہے۔ اور اسکے مطالب سے مقالہ نگار کو مطلع کر کے نظر ثانی کے لیے کہا گیا ہے۔ اس مقالے کی نقل اگر آپ کے پاس رہ گئی ہو، از راہ کرم حامل ہذا محمد عقیل خاں کو دے دیں۔ میرے پاس نہیں ہے (مل نہیں رہی ہے)۔ شکریہ۔

نیاز مند

نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر فرمان فتحپوری صاحب
سیکرٹری اردو لغت بورڈ گلشن ۵، کراچی

Marfat.com

بہ نام جناب خلیل الرحمان داؤدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Allama I. I. Kazi Campus,
Jamshoro (76080) 'Sindh' Pakistan.
Tel. Add: "UNISINDH"

Editor
Prof. Najmul Islam

مراسلت کے لیے:
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدرآباد سندھ
(۷۱۸۰۰)

Ref. No. ________
Dated ۴ ستمبر ۱۹۹۸ء

محترم داؤدی صاحب!
سلام و آداب و نیاز

گرامی نامہ مورخہ ۲۰ اگست شرف صدور لایا، جس سے معلوم ہوا کہ رسالہ "تحقیق" کا رسالہ شمارہ (۱۰-۱۱) آپ کو مل گیا اور آپ نے پسند کیا۔ کلمات خیر کے لیے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، اور متوقع ہوں کہ تفصیلی تبصرے سے بھی نوازیں گے۔

مطلوبہ سابقہ شمارے، جو بھی دستیاب ہیں، رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجے جائیں گے۔ موصول ہونے پر مطلوبہ قیمت منی آرڈر سے بھیجی جا سکتی ہے۔ شکریہ۔

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

نیاز مند:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
جناب خلیل الرحمٰن صاحب داؤدی
۷۳-بی، مقدس پارک، گلشن راوی، لاہور۔

شمارے بھیجے گئے رقم موصول ہو گئی بذریعہ [illegible]

Marfat.com

بہ نام ڈاکٹر وفا راشدی

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

Dept. of Urdu,
University of Sindh, Jamshoro 76080.

Dated 14.9.94.

عزیزی ڈاکٹر وفا راشدی صاحب! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۱۲ ستمبر موصول ہوا۔ شکریہ۔ یہ معلوم کرکے اطمینان ہوا کہ آپ اپنے علمی کاموں میں برابر منہمک ہیں۔ داستان ڈرنا کی نو قسطیں، "تیرے بزرگ، تیرے ہم علم" کا زیر اشاعت ہونا، دائرہ علم و ادب قیام، ریسرچ لائبریری، دار المطالعہ —— یہ سب آپ کے انہماک اور شوق و شغف کی آئینہ داری کر رہے ہیں۔ خدا آپ کو تندرست اور توانا اور بسلامت باکرامت رکھے۔

مہران نقش کو چھپے زیادہ وقت ہوگیا۔ اب تو آپ پر ایک مضمون شائع کرانے کا خیال ہمارے رفیقوں کے ذہن میں ہے جو یہاں سے رسالہ "الشناد" نکال رہے ہیں (اس کے تین شمارے نکل چکے ہیں)۔ سید مظہر اقبال صاحب کل ملے تھے، ان کو آپ کا مکتوب میں نے دکھایا۔ اس موقع پر انھوں نے بتایا کہ ایک مضمون آپ کی علمی خدمات پر رسالہ الشناد میں چھپوانے کا خیال ہے۔ اس میں مہران نقش پر اظہار رائے بھی شامل کریں گے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کا ایک مختصر سا کتابچہ "پرانا گرامی" یہاں سے شائع ہوا ہے، اس میں العلم میں چھپے ہوئے مضمون پر کچھ اضافے ہیں مثلاً ملاقات اور بیمار حاصل ہونے پر ڈاکٹر صاحب کی خدمت گرامی میں، اور غفور احمد سلیم صاحب کی خدمت میں آپ کا سلام پہنچایا جائے گا۔

رسالہ تحقیق کا شمارہ ۵، بلکہ شمارے انجمن کو برابر بھیجے جاتے ہیں۔ تازہ شمارہ، مدیر قومی زبان کے نام بھیجا جاچکا ہے۔ اگر آپ تفصیلی تبصرہ بصورت مضمون (ریویو آرٹیکل) لکھ کر چھپوائیں گے تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ مدیر قومی زبان کو شمارہ ہفتم نہ پہنچ پایا ہو تو مطلع فرمادیں۔ پھر بھیجا جائے گا۔

آپ کی صحت و سلامتی اور ہمتوں کی بلندی کی مخلصانہ دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ، میں اور سب رفقائے شعبہ سلام پیش کرتے ہیں۔ اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کی قائم کردہ ریسرچ لائبریری میں آپ کے جمع کردہ اور کون کون سے ہیں۔

نیاز مند

نجم الاسلام

اسی لفافے میں تحقیق کے مشمولات شمارہ ہفتم شامل کر رہا ہوں۔

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر وفا راشدی صاحب
بی ۸۹/۲، شاہ فیصل ٹاؤن، ملیر ہالٹ، کراچی ۲۵، پوسٹ کوڈ ۷۵۱۰۰۔

پس نوشت: تحقیق کے مطلوبہ شمارے، شمارہ پنجم اور شمارہ ششم، بذریعہ ڈاک ارسال کیے جارہے ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Editor

. Najmul Islam

مراسلت کے لیے:
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

Allama I. I. Kazi Campus,
Jamshoro (76080) Sind, Pakistan.
Tel. Add: "UNISINDH"

Ref. No.

Dated 29. 3. 1997

محترم وفا صاحب!

السلام و آداب

داستانِ وفا کے چار نسخوں کا پیکٹ موصول ہوا، اور مکتوبِ گرامی مورخہ ۵
یہاں ۲۸ مارچ کو آپ کا پیکٹ بھیج گیا تھا۔ اپنے نام کا نسخہ رکھ کے، باقی نامزد
دیگر حضرات کو بھجوا دیے گئے۔

کتاب نہایت دلچسپ اور جاذبِ توجہ ہے کہ اول تا آخر پڑھنے
اور جلد تر مکمل کرنے پر قاری کو مجبور کرتی ہے۔ آپ کی داستانِ حیات کے کئی [پہلو]
پُر تاثیر اور سبق آموز ہیں۔ اللہ کا کرم بھی بخشش شاملِ حال رہا ہے
کہ فلمی دنیا کی دلدل سے دامن بچا کر صاف نکل آئے اور پھر محنت، لگن اور
علمی شغف کی بدولت ایک ممتاز اور بلند و بالا مقام پر پہنچے ہیں

جینے کو یوں تو سب ہی جیے جاتے ہیں مگر
یہ زندگی اُسی کی ہے جو اس سے کام لے (جگر)

صحت و عافیت کی دلی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ:

نیاز مند:
نجم الاسلام

پس نوشت: دوبارہ عرض کیا جاتا ہے کہ رسالہ "تحقیق" میں تبصرے کے لیے جو کتابیں منتخب کی جاتی ہیں
سنجیدہ نوعیت کی ہوتی ہیں تاکہ تبصروں میں علمی ہی رنگ برقرار رہے۔ اس پالیسی کے تحت
"رسالہ تحقیق" میں ... پر تبصرہ آ چکا ہے ... بزرگ ... اور داستانِ وفا پر تبصرہ کسی اور
[رسالے میں] دیا جائے گا۔ آپ بھی خیال نہ فرمائیں کہ یہ معاملہ رسالہ تحقیق کی پالیسی کا ہے

لیکن ذرا کتابانہ نوعیت کی ہیں۔ وفقکم

بہ نام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

DEPARTMENT OF URDU

Dated 15.3.198

محبی ڈاکٹر ہاشمی صاحب! سلام و آداب

آپ کے ۹ فروری کے خط کی تعمیل میں "ترجمانِ بیخودی" کی عکسی نقل بھیجی جا چکی ہے، مل گئی ہوگی۔ کچھ دن تو ناشر سے مطبوعہ نسخہ ملنے کی امید میں انتظار کیا، پھر فوٹو کاپی کرا لی۔ اس نسخے پر پریس کا نام درج نہیں۔ ناشر نے درج کرایا ہی نہیں۔ آر۔ اے۔ احمد یہاں کا ایک بڑا پبلشر ہے لیکن نصابی کتابوں کا، اردو میں ابتدائی دور میں کچھ کتابیں چھاپی تھیں۔ اب اس کے پاس ترجمانِ بیخودی کا کوئی نسخہ باقی نہیں۔

آپ نے کرم فرمایا تھا، جعفر نقی صاحب کا مکتوب مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۸۹ء (جو آپ کے نام تھا) تاریخ ادب اردو سے متعلق معلومات کے سلسلے میں عنایت کیا تھا۔ اس مہربانی کے لیے دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ ہمارے رفیق شعبہ مرزا اسلم بیگ صاحب نے لیے تھے۔ وہ جب کبھی لاہور آئیں، اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے آپ کی مدد چاہیں گے۔

آپ کا مخلص:

نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
جناب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو،
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

University of Sind

Jamshoro (Sind), Paki[stan]
Tel. Add. "UNISIND"
Phone Off: 71292

[C]HAIRMAN
[DEPA]RTMENT OF URDU

Ref. No. 1991
Dated ۲۵ر اپریل

برادرم! السلام و آداب

مرسلہ مضمون (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی اقبال شناسی) مع مکتو[ب] مورخہ ۱۸ر اپریل موصول ہوا۔ شکریہ۔

آپ نے مضمون بھیج کر ڈاکٹر افتخار صاحب سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے مگر تاخیر کی وجہ سے تحقیق شمارہ ۷ میں شامل نہ ہو[سکا] رسالہ پورا ہو چکا، چند روز میں پوسٹ کر دیا جائے گا۔

مضمون اگلے شمارے میں شامل ہو سکتا ہے۔

ایک کتاب راقم کی (مطالعات) چھپکر آئی ہے، وہ رجسٹر[ڈ] ڈاک سے ارسال ہے۔ ملنے پر مطلع فرمائیں اور اپنی رائے سے بھی نوازیں۔ شکریہ۔

نیازمند:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
جناب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب، لاہور۔

Marfat.com

نمبر ______ تاریخ ۸ جون ۱۹۹۲ء

۲۸/۷/۹۲

محبی ڈاکٹر ہاشمی صاحب! سلام و آداب

ممنون ہوں کہ آپ نے یاد فرمایا۔ آپ کا ۲۴ مئی کا خط موصول ہوا،
جو خاصا کثیر المطالب ہے۔ فاران سے متعلق تفصیلی معلومات آئندہ خط میں پیش
کی جائیں گی۔ مختصر یہ کہ اشاریہ نگار نے سب شماروں کا احاطہ کیا ہے، سوائے
۲۸ شماروں کے جو دستیاب نہ ہو سکے۔ اس کا کچھ حصہ ایک ثقافتی رسالے
(ان شاء اللہ) میں پہلی قسط کے طور پر چھپا ہے) بھیجا جائے گا۔
آپکی "اقبالیات کے تین سال" کے دو نسخے موصول ہو گئے اور ان کے ساتھ ساتھ
"علامہ اقبال: منتخب کتابیات" کے دو نسخے بھی۔ ایک ایک نسخہ ان کا شعبے کی
لائبریری میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ اقبالیات پر آپ کی ماہرانہ دسترس میں
تیز رفتار اضافہ قابل رشک ہے؛ ماشاء اللہ۔ دو سال پیشتر آپ نے اپنی کتاب
"اقبالیاتی جائزے" عنایت فرمائی تھی۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے یاد پڑتا ہے
اس کی رسید دی تھی۔ خیر پھر سہی۔
"اردو ناولوں کا موضوعاتی جائزہ" جیسے موضوع پر مقالے سے متعلق معلومات
آئندہ مہیا کی جائیں گی۔ "تحقیق" شمارہ ۶ کا ایک نسخہ فاضل گرامی نعیم صدیقی
صاحب کی خدمت میں بھی بھیجا گیا تھا۔ مطلع فرمائیے کہ کیا موصول ہو گیا۔ شکریہ۔ اور
عند الملاقات میرا سلام بھی پہنچائیے۔ مزید شکریہ۔
آپ کی کتاب "ابوالکلام آزاد" (ڈاکٹر [illegible] کی لکھی ہوئی) میرے پاس ہے۔ [illegible] آپ سے [illegible] کر رہا ہوں۔ نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب
استاد شعبۂ اردو
اورینٹل کالج، لاہور

جون کی تعطیلات میں [illegible] کے لیے خط و کتابت کے لیے گھر کا پتا درج کرتا ہوں:
C-27, Block-C, Unit No.6, Latifabad, Hyderabad Sind

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Allama I.I. Kazi Ca...
Jamshoro (76080) Sindh...
Tel. Add: "UNISIN...

Editor
Prof. Najmul Islam

مراسلت کے لیے:
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

Ref. No. ________

Dated 3.2..

محبی ڈاکٹر ہاشمی صاحب!

سلام و آداب

آپ کی تازہ مطبوعہ کتاب "تفہیم و تجزیہ" (بزبان علامت گل و غنچہ، خار و (و برگ سبز) کے دو نسخے ڈاک سے موصول ہوئے۔ ایک میرے لیے، دوسرا شعبۂ اردو کے کتاب خانے کے لیے نام زد تھا۔ اپنا نسخہ جلد تر پڑھ لیا، دوسرا شعبے کو بھجواتا ہوں۔

کتاب کے مشمولات نہایت پُرکشش اور میرے ذوق و رجحان کے عین مطابق ہیں، آپ کی تحریریں پسند آئیں اور مستفید ہوا۔

آپ کی فیکلٹی جاگ رہی ہے، پہلے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے مقالات کا مجموعہ شائع کیا تھا، اب آپ کے مقالات کا مجموعہ شائع کیا ہے۔ مبارک باد پیش کرتا ہوں، آپ کو اور فیکلٹی کی موجودہ سربراہ کو۔

نیاز مند:

نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب،
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

۳ پس نوشت: تفہیم و تجزیہ کا ایک نسخہ رفیق احمد خاں صاحب (لکچرر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی) کے حوالے کر دیا ہے اور رسالہ تحقیق میں تبصرے کے لیے مارک کر دیا ہے۔ اگر تبصرے کی مد میں ایک نسخہ آپ انھیں بھی بھجوا دیں تو اچھا ہے۔

Marfat.com

بہ نام ڈاکٹر سید معین الرحمان

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C Unit No
Latifabad, Hyderabad,
Ph: 863102

Dated ۱۹.۹.۵ فروری

محترم ڈاکٹر معین صاحب! سلام و آداب
گرامی نامہ مورخہ ۳۱ جنوری موصول ہوا جس میں تازہ مطبوعہ کتاب "فورٹ ولیم کالج" (طبع نو) بھیجنے کی اطلاع تھی، پھر آج وہ کتاب بھی ملی۔ شکریہ۔
الوقار پبلی کیشنز کا قیام مبارک ہو۔ ممنون ہوں کہ کتاب مذکور کے اس نئے ایڈیشن میں راقم کی ایک تحریر کو بھی اقتباس کے لیے طباعت سے پہلے، اپنی مرتبہ کتاب کو آپ ڈیٹ کرنے کا کس قدر اہتمام آپ نے کیا ہے۔ قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید ہے آپ کا یہ طریقہ۔

نیاز مند:
نجم الاسلام

خدمتِ گرامی:
ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صاحب
پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج، لاہور۔

پس نوشت:
اپنی سمجھ کے مطابق، چند گزارشات دوستانہ طور پر پیش کرتا ہوں:
(۱) ص ۱۳ : مولانا حامد حسن قادری (معروف نام بغیر مولانا ہی بہتر ہے)۔
(۲) ص ۱۶ : وجاہت (کتاب کے لیے؟)۔
(۳) ص ۱۸ : شعبہ ہائے اردو (دوہری اضافت؟ ہمزہ کی ضرورت نہیں)۔
(۴) ص ۱۹ : فورٹ ولیم (اسی طرح ص ۲۳۷ پر، نوشتن والے مضمون میں کتابت کی غلطی سے لفظ کالج چھوٹ گیا تھا۔ فورٹ ولیم کالج چاہیے)۔ یعنی ص ۲۳۹ / سطر آخر سے پہلی؛ معروف کو بھی غلطی سے معروف چاہیے
(۵) ص ۳۲ : اسی طرح ص ۱۶۹ پر : میر عبداللہ مسکین کو فورٹ ولیم کالج سے کچھ تعلق نہیں۔ کرنل کرک پیٹرک ۱۱۹۵ھ میں اس کا مرثیہ شائع ہے۔ وہ ۱۱۵۵ھ میں مشہور تھا۔ پھر ۱۲۱۷ھ میں ۶۲ برس بعد کمپنی کی ملازمت میں کیونکر آ سکتا تھا؟ ضعیفی کی بنا پر ہی تو میر کا تقرر فورٹ ولیم کالج میں نہیں ہوا تھا اور میر امن کو کالج کی ملازمت چھوڑنی پڑی تھی۔ ص ۱۶۹ پر مسکین کے ذیل میں تصریحات کا اضافہ چاہیے۔ اردو مرثیوں پر علی جواد زیدی کی کتاب میں آیا ہے کہ مسعود حسن رضوی ادیب کے پاس مسکین کے ۵۷ غیر مطبوعہ مرثیے تھے۔ اب وہ ان کے ذخیرۂ مخطوطات میں علی گڑھ پہنچ گئے ہیں جہاں یہ ذخیرہ پہنچا ہے۔ مسکین کا ایک غیر مطبوعہ مرثیہ یہاں سندھی ادبی بورڈ جامشورو کے ذخیرۂ مخطوطات میں بھی ہے۔
(۶) ص ۸۹ : ترجمۂ قرآن شاہ عبدالقادر۔ اولاً کلکتے سے چھپا تھا (ہندوستانی پریس کلکتہ ۱۸۲۹ء، ص ۵) پھر مطبع احمدی سیرام پور (من مضافاتِ کلکتہ) قائم کردہ سید عبداللہ ابن میر بہادر علی حسینی۔ دونوں مطبوعہ نسخے

Marfat.com

برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ دیکھیے فہرست مطبوعات)

(۷) ص ۹۰ : "قیاسات کی بنا پر یہ بات یقینی ہے" وقار عظیم مرحوم روانی میں لکھ گئے۔ قیاسات کی بنا پر کوئی بات یقینی کیونکر ہو گی؟

(۸) ص ۱۴۵ : طپش کا سنہ وفات (۱۲۳۱ھ) دور ہو چکا ہے۔ سنہ وفات ۱۲۳۰ھ ہے۔ شائق کا قطعہ تاریخ وفات بصورت عکس اولاً راقم کے ایک مضمون "کلیات شائق" مشمولہ تحقیق شمارہ دسوم میں اور پھر راقم کی کتاب مطالعات میں شامل ہو کر چھپ چکا ہے)

طپش کا فورٹ ولیم کالج سے ملازمت کا تعلق بھی مشکوک ہے۔ وہ کمپنی کا سزا یافتہ باغی مجرم تھا، قید میں رہا تھا، کمپنی کا ملازم کیونکر بن سکتا تھا؟

کلیات طپش کا چھپنا بھی مشکوک ہے، مگر اس قدر ہے کہ کلیات کا ایک خطی نسخہ فورٹ ولیم کالج کے ذخیرۂ کتب میں تھا۔ پھر وہ حکیم حبیب الرحمٰن، عندلیب شادانی، طاہر فاروقی سے ہوتا ہوا میرے پاس پہنچا ہے۔ اس پر فورٹ ولیم کالج کی مہر موجود ہے۔

(۹) ص ۱۵۱ : چشمۂ فیض : (کتاب چھپی ہے)۔ اس کو تلاش کر کے حاشیہ لکھنا چاہیے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ، لکھنؤ یا کانپور کا مطبوعہ، میرے پاس رہا ہے۔ قدیم زمانے میں مطبع العلوم دہلی ۱۸۴۹ء، ۱۸۵۰ء کی مطبوعات میں نام آتا ہے۔ (دیکھیے محمد عتیق صدیقی کی کتاب : "صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات")۔

(۱۰) ص ۱۵۲ : سید حمید الدین بہاری "(اس مصنف پر مختار الدین احمد صاحب کا ایک مضمون ۱۹۴۰ء۔ ۴۱ء (؟) میں رسالہ ندیم گیا میں چھپا تھا۔ رسالہ بیدل لائبریری کراچی میں دستیاب ہے۔ اس مضمون کا عکس حاصل کر کے میں نے مختار الدین احمد صاحب کو علی گڑھ کے ان کے پتے پر بھیجا تھا، رسالے کا درست سنہ اور ماہ اسی وقت یاد نہیں۔ عکس میرے پاس بھی ہے۔ بہ آسانی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ مضمون اچھا ہے اور مفید معلومات فراہم کرتا ہے۔

فقط

ایک خبر :

ڈاکٹر سید سمیع احمد ہاشمی سبکدوشی کے بعد کراچی میں مقیم تھے۔ سال گزشتہ کی طرح اس سال بھی عمرہ کرنے کے لیے گئے ہوئے تھے، دوسرے روز جب کی تیاری کے وقت مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ایک بیت میں تاریخ وفات نظم کی ہے جس کے پہلے مصرعے سے ہجری سنہ اور دوسرے مصرعے سے عیسوی سنہ برآمد ہوتا ہے :

سمیع احمد علی گہر ہاشمی (۱۴۱۵ھ)

بہشت آشیاں جنتی جنتی (۱۹۹۵ء)

Marfat.com

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Allama I.I. Kazi Campus,
Jamshoro (76080) 'Sindh' Pakistan
Tel. Add: "UNISINDH"

Editor

Prof. Najmul Islam

مراسلت کے لیے پتا:
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶
لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

Ref. No. ____________

Dated 19.1. °

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب

والا نامہ، جو ۲۷ دسمبر کو شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی جام شورو کے پتے پر پوسٹ کیا گیا تھا، مجھے آج ملا۔ جام شورو سے جمع شدہ ڈاک مجھ تک پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد (۱۹۹۳ء) میں رسالے کا سارا کام گھر پر ہی کرتا ہوں اور کم کم شعبے میں جانا ہوتا ہے، اسی لیے گھر کا پتا اوپر لکھ دیا ہے، اس پتے پر مراسلت فرمائیں تو بہتر ہے۔

آپ کا مقالہ بعنوان "استاد علامہ دکتر سید جعفر شہیدی" زیر طبع شمارے (۱۲) میں شامل ہے۔

ارادہ ہے کہ شمارہ ۱۲ میں شمارہ ۱۳ کی ضخامت یکجا کر کے اسے دو جلد کر دیا جائے، جیسا کہ سابقہ شمارۂ مشترکہ دہم و یازدہم تھا۔ اس لیے ایک اور مقالہ بھیجنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ ہم اسے بھی شامل کر لیں گے۔

رسالۂ تحقیق کے جو سابقہ شمارے آپ کے پاس نہ ہوں، یہاں سے تحفۃً بھیجے جا سکتے ہیں، بے تکلف تحریر فرما دیں۔

مخلص
نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر محمد سلیم اختر صاحب

Marfat.com

بہ نام سید انیس شاہ جیلانی

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C Unit No. 6,
Latifabad, Hyderabad, Sindh,
Ph: 82102

Dated ۱۰ جون ۱۹۹ء

محترم شاہ صاحب! سلام و آداب

مرسلہ کتاب "آدمی غنیمت ہے" موصول ہوئی، جلد ہی پڑھ ڈالی۔ ایک بات ہے، آپ اردو اچھی لکھ رہے ہیں، مگر نثر میں تعقید بہت ہے۔ آپ کے قلم حقیقت رقم نے اپنے آپ کو بخشا نہ معززین کو۔ نثر بہت کم لکھیے، اگر ممکن ہو۔ بطور خواہش لکھتا ہوں۔ ہمارے مکرم شیخ محمد فاضل کو سلام پہنچا کر ممنون کیجیے۔ شکریہ

مخلص:

نجم الاسلام

بخدمت گرامی: سید انیس شاہ صاحب جیلانی،
محمد آباد (صادق آباد)۔

Marfat.com

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C Unit No. 6,
Latifabad, Hyderabad, Sindh, Pakistan
Ph: ~~82102~~ 863102

Dated 16.7.1995.

محترم شاہ صاحب! سلام و آداب

والا نامہ مورخہ ۷ جولائی ملا۔ خط کے کاغذ پر آپ کے نام کا چھپا ہوا طغریٰ کس قدر دل فریب اور نظر افروز ہے۔ کس خطاط کی یادگار ہے؟

کتاب "مراعلی گڑھ" مختصر سی ہے، اس خط کے ساتھ ملفوف کی جاتی ہے۔ ابیات شاہ کریم میں تسامحات کی نشان دہی کر کے ممنون فرمائیے۔ انتظار رہے گا۔

ابیات سندھی خواجہ محمد زماں لواروی م ۱۱۸۸ھ کا منظوم اردو ترجمہ بھی کیا تھا، وہ ۱۹۸۳ء میں پیر سعید حسن صاحب کی کتاب میں شامل ہو کر چھپا۔ جداگانہ حیثیت میں اس کی اشاعت ہونی باقی ہے۔ کتابت ہو چکی ہے۔ آپ نے ابیات شاہ کریم کے منظوم ترجمے پر اپنے خیالات سے نوازا تو ابیات سندھی کا منظوم ترجمہ بھی چھپنے سے پہلے پیش کروں گا اور تسامحات کی نشان دہی کی درخواست کروں گا تاکہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔

مخلص:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی سید انیس شاہ صاحب جیلانی
ڈاک خانہ محمد آباد
تحصیل صادق آباد، پاکستان۔

منسلک: مختصر کتاب "مراعلی گڑھ"

پس نوشت: رسالہ تحقیق کا شمارہ ہشتم زیر طبع ہے۔ اس میں ایک گوشہ "گوشۂ اختر" کے نام سے قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کے لیے مختص کیا ہے۔

قاضی مرحوم کے نام حسرت سنبھلوی مرحوم کا ایک خط موڑک (راجستھان) سے لکھا ہوا (۱۹۴۹ء کا) دستیاب ہوا۔ شاید آپ کے ذخیرے میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کا خط بنام حسرت بھی مل جائے۔ از راہ کرم تلاش کیجیے اور عکسی نقل عنایت کیجیے تاکہ شامل اشاعت کیا جائے۔ شکریہ۔ نجم الاسلام

Marfat.com

بہ نام پروفیسر شفقت رضوی

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C, Unit No. 6
Latifabad, Hyderabad Sindh, Pakistan.
Ph: 863102

Dated 27.12.99

محترم پروفیسر رضوی صاحب!

سلام و آداب

مکتوب گرامی مورخہ ۲۰ دسمبر موصول ہوا، شکریہ۔ قبلاً، آپ کی تازہ تالیف "تذکرۃ الشعراء از حسرت موہانی" کا ایک نسخہ برائے تبصرہ، ڈاک کے ذریعے مل گیا تھا۔ اس کتاب پر عتیق احمد جیلانی صاحب تبصرہ لکھ رہے ہیں۔

آپ ماشاء اللہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنے علمی کاموں کو پورا کر رہے ہیں اور بفضلہ وہ چھپ کر سامنے بھی آ رہا ہے۔ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

یہ معلوم کر کے تشویش ہوئی کہ پچھلے دو ماہ میں آپ کو دو آپریشنوں سے گزرنا پڑا۔ شافیٔ مطلق صحت کلی عطا فرمائے اور مزید بہت سا علمی کام انجام دینے کے لیے سلامت باکرامت رکھے۔

شاہ انجم صاحب، عتیق احمد جیلانی صاحب اور سید جاوید اقبال صاحب سے آپ کا ذکر خیر رہتا ہے۔ ہم سب آپ کے علمی کاموں کی دل سے قدر کرتے ہیں اور آپ کے لیے دست بہ دعا ہیں کہ صحت کاملہ و عاجلہ و مستمرہ عطا ہو۔

مکتوب میں آپ کا یہ فقرہ پڑھا کہ "طویل العمری کا خمیازہ بھگت رہا ہوں"۔ اس پر مولانا افسر امروہوی یاد آئے۔ وہ مضطر کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

مصیبت اور لمبی زندگانی
بزرگوں کی دعا نے مار ڈالا

لیکن یہ محض ایک شاعرانہ بات ہے۔ بہتر بات یہ ہے کہ زندگی کو ایک نعمت اور امانت سمجھ کر بسر کیا جائے۔ اور اچھے کاموں کو، جن میں علمی کام بھی شامل ہے، بیش از بیش انجام دینے کے لیے مالک حقیقی سے، زیادہ سے زیادہ مہلت کی تمنا کی اور امنگ رکھی جائے۔

نیاز مند:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
جناب پروفیسر شفقت رضوی صاحب
۷۲۳، النور سوسائٹی، فیڈرل بی ایریا، بلاک ۱۹،
کراچی۔

Marfat.com

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C Unit No.
Latifabad, Hyderabad, S
Ph 86310

Dated 15.9.1994

محترم پروفیسر صاحب! سلام و آداب

والا نامہ مورخہ ۳۰ اگست (بابت رسید تحقیق شمارہ ہفتم) موصول ہوا۔ اظہار پسندیدگی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ شمارہ ہفتم میں آپ کی کتاب پر تبصرہ لکھنے کا شکریہ صدر شعبہ مسز رابعہ اقبال کو پہنچا دیا گیا، بلکہ آپ کا خط پڑھوا دیا گیا۔ خط میں مذکور آپ کی دونوں مرسلہ کتابیں (مکاتیب اقبال بنام سید سلیمان ندوی، اور مطالعہ حسرت موہانی) نہیں ملیں۔ ان کا دیکھنا بالکل یاد نہیں۔ حمایت صاحب سے اب رابطہ نہیں رہا۔ وہ کب کے ریٹائرڈ ہو کر کراچی میں مقیم ہیں۔ مکاتیب اقبال، ہو سکتا ہے کہ شعبے میں جمع ہوئی ہو۔ معلوم کیا جائے گا۔

آپ کی مرتبہ کتاب "مخدوم محی الدین" شعبے کی لائبریری کے لیے موزوں ہو سکتی ہے۔ عنایت کیجیے، اگر کسی معتبر ذریعے سے۔ ریاست حیدر آباد سے مالی اعانت حاصل کرنے والے اہل قلم حضرات پر آپ کی کتاب یقیناً دل چسپ اور معلومات افزا ہوگی۔ اس کے شائع ہونے کا انتظار رہے گا۔ آپ کی کتابوں کی رفتارِ اشاعت حیران کن ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے آپ پر۔ حیدر آباد تشریف لانا ہو تو از راہ کرم شرف نیاز حاصل کرنے کا موقع دیجیے۔ پہلے سے اطلاع ہو جائے گی تو رفقائے شعبہ کو بھی شرف ملاقات حاصل کرنے موقع مل جائے گا۔ جملہ رفقائے شعبہ کی طرف سے سلام و آداب اور شوق نیاز۔

مخلص:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
پروفیسر شفقت رضوی صاحب، کراچی۔

Marfat.com

بہ نام پروفیسر سید محمد سلیم

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C Unit No. 6,
Latifabad, Hyderabad, Sindh, Pakistan.
Ph: ~~80102~~ 863102

Dated ۷ اکتوبر ۱۹۹۴ء

مکرمی پروفیسر سلیم صاحب! سلام و آداب

لاہور سے واپسی پر گرامی نامہ مورخہ ۲۰ ستمبر مع اضافی یاد داشت بابت شیخ احمد یمنی شروانی ملا۔ شکریہ۔ شیخ احمد بہت مشہور شخص ہے[1] اور اس کے اخلاف میں محمد عباس رفعت شروانی غالب کا شاگرد ہے، اس کا ذکر بھی تفصیلاً آتا ہے۔ اس پر تو ایک مفصل مضمون کی گنجائش ہے۔ آپ لکھیں تو کیا ہی اچھا ہو۔

نیاز مند:
نجم الاسلام

---

1. نزہۃ الخواطر، تذکرۂ علمائے ہند وغیرہ میں شیخ احمد کا ذکر آتا ہے۔ "تلامذۂ غالب" مؤلفہ مالک رام میں محمد عباس رفعت شروانی کے ذیل میں عمدہ طور سے شیخ احمد کا ذکر بھی آیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کی زیر طبع پنجاب یونیورسٹی والا (؟) شاید اس میں بھی مذکور ہو۔

Marfat.com

بہ نام پروفیسر ممتاز احمد خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sind

Departmental Research Journal "TAHQIQ"

CHAIRMAN
DEPARTMENT OF URDU

Jamshoro (Sind), Pakistan
Tel. Add. "UNISIND"
Phone Off: 71292/

Ref. No. Urdu/183/88

Dated 11.6.1988.

عزیز گرامی پروفیسر ممتاز صاحب! سلام و رحمت

گرامی نامہ مورخہ ۱۰ اپریل آج ملا۔ نہیں معلوم اس تاخیر کا کیا سبب ہے۔ بہرکیف، آپ کے مخلصانہ جذبات اور اشتیاق کا خیال کر کے فی الفور جواب لکھتا ہوں۔

خدا آپ کو سلامت رکھے اور علمی کاموں کے مواقع بیش از بیش عطا فرمائے۔

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ اردو تحقیق کی طرف متوجہ ہیں، اور یہ کہ آپ کو اپنے تحقیقی کام میں محترم ڈاکٹر لیث صاحب جیسے فاضل عصر، استاذ الاساتذہ اور بہترین تجربہ کار رہنما کی رہنمائی حاصل ہے۔ یہ ایک بڑی نعمت ہے۔ اسے ایک بڑی نعمت سمجھ کر آپ کو پورا فائدہ اٹھانا چاہیے، اور خوب محنت اپنے اس کام میں کرنی چاہیے۔

میں کبھی کبھی کراچی آتا ہوں۔ آپ کا پتا، اب میرے پاس ہے، رابطے کی کوشش کروں گا۔ تحقیق کا دوسرا شمارہ زیر طبع ہے۔

خیر اندیش:

نجم الاسلام

Marfat.com

[illegible]

University of Sind

Jamshoro (Sind), Pakistan
Tel. Add. "UNISIND"
Phone Off: 71292

CHAIRMAN
DEPARTMENT OF URDU

Ref. No. ________

Dated ۳۰ دسمبر ۱۹۹۰ء 19

عزیز مکرم پروفیسر ممتاز احمد خاں صاحب

آپ کا مکتوب مورخہ ۲۳ دسمبر ملا۔ ممنون ہوں [redacted] مجھے یاد کیا۔ آج کل حالات بہتر ہیں۔ دعا کیجیے کہ بہتری قائم رہنے والی ثابت ہو۔ یونیورسٹی روز جانا ہوتا ہے، صبح کو نیو کیمپس جام شورو، شام کو (کبھی کبھی) اولڈ کیمپس حیدرآباد۔ خدا خوش رکھے اور آپ کو علمی مقاصد میں بیش از بیش کامیاب فرمائے۔

خیر اندیش:

نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
جناب ممتاز احمد خاں صاحب

Marfat.com

بہ نام ڈاکٹر سفیر اختر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Ur[du]

Editor

Prof. Najmul Islam

مراسلت کے لیے:
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

Allama I.I. K[azi Campus]
Jamshoro (76080)
Tel. Add: "U[niversity]"

Ref. No. ______

Dated ___2.___

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب

گرامی نامہ مؤرخہ ۱۶؍ اکتوبر موصول ہوا۔ شکریہ۔

قبلاً ایک اور مکتوبِ گرامی بھی آپ کی طرف سے ملا تھا، جس میں شاہ محمد عبدالحی چاٹگامی کی سیرت پر تبصرہ لکھنے کے لیے کہا گیا تھا۔ متامّل رہا، اور ہوں۔ اس شرمندگی میں کہ منفی جواب کیا لکھوں، بروقت جواب نہ دے پایا۔ امید ہے کہ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں گے۔ بہتر ہے کہ یہ کتاب مذکورہ ارسال نہ فرمائیں تو بہتر ہے۔

مطلوبہ کتاب "لوائحِ خانقاہِ مظہریہ" کا ایک نسخہ تحفۃً آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ رسالۂ "تحقیق" کا تازہ شمارہ (۱۳-۱۲) شائع ہوا ہے، اس کا ایک نسخہ بھی تحفۃً ارسال کیا جاتا ہے۔

مخلص:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
جناب ڈاکٹر سفیر اختر صاحب،

پس نوشت:

مراسلت کے لیے گھر کا پتا لکھیں تو بہتر ہے۔ [illegible] یونیورسٹی کے پتے پر آئی ہوئی ڈاک تاخیر سے ملتی ہے۔ [illegible] ریٹائرمنٹ [illegible] [illegible] جامشورو جانے کی پابندی نہیں رہی۔ [illegible] رسالے [illegible] کیا کرتا ہوں۔ اس کی ترتیب کی تمام تر ذمے داری اب [illegible]

Marfat.com

بہ نام مظہر محمود شیرانی

شعبہ جاتی
تحقیقی مجلہ
تحقیق
جام شورو

ناشر: شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔ ۷۶۰۸۰ (پاکستان)

نمبر ______

تاریخ ۱۰ جون ۱۹۹۳ء

محترم ڈاکٹر شیرانی صاحب! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۱۹ مئی موصول ہوا جس میں تحقیق شمارہ ۶ ملنے کی اطلاع ہے۔ اس شمارہ کے ساتھ ایک خط بھی آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا جس میں ایک مضمون کی نقل آپ کے توسط سے چاہی تھی۔ شاید وہ خط آپ تک نہیں پہنچا۔ اس لیے پھر عرض مدعا کرتا ہوں۔

مخزن لاہور بابت مارچ ۱۹۲۹ء میں چھپنے والے ایک مضمون کا حوالہ نظر سے گزرا ہے جس میں حافظ محمود شیرانی مرحوم کا ایک قول آیا ہے کہ سنا سنایا کے دہانے کے لیے فرہنگ ~~تو اس تصنیف سے مفید ہے~~ ازراہ کرم اس مضمون کی عکسی نقل عنایت فرمائیں۔ مضمون شیرانی مرحوم کا ہو تو عکسی نقل ضرور فراہم فرمائیں۔ آپ کے مرتبہ مقالات میں ایسا کوئی مضمون نہیں ملا جس میں یہ حوالہ ہو۔ اگر کسی اور کے مضمون میں یہ قول آیا ہو تو اس صورت میں بھی کرم فرمائیں اور عکسی نقل بھیجیں۔ ممنون ہوں گا۔ شیرانی مرحوم نے اپنی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ تحریروں میں کسی فرہنگ کا اس کا ذکر فرمایا ہو تو اس کی نشان دہی کر دیں۔ اور یہ ازراہ کرم یہ بھی صراحت فرما دیں کہ فرہنگ قواس کا کون سا خطی نسخہ امکاناً ان کے دیکھنے میں آیا ہوگا۔ کیا کوئی نسخہ خود ان کے پاس بھی تھا؟ بہت سے سوالات کر لیے۔ معذرت خواہ ہوں، مگر یہ معلومات آپ ہی سے مل سکتی ہیں۔ آف پرنٹ آپ کے مضمون کے، بھیجے جائیں گے، آج کل تعطیلات گرما ہیں۔ اس لیے جواب گھر کے پتے پر عنایت فرمائیے۔ شکریہ۔

مخلص: نجم الاسلام
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدر آباد سندھ
(فون = ۸۲۱۰۲)

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی صاحب
گورنمنٹ کالج، شیخوپورہ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of U

Editor
Prof. Najmul Islam

Allama I. I. Ka
Jamshoro (76080) S
Tel. Add: "UNI

Ref. No.
Dated 24-11-

[illegible]

سی-۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶، لطیف آباد، حیدر آباد سندھ۔

مکرم ڈاکٹر شیرانی صاحب! سلام مسنون و آداب

بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اپنی فاضلانہ کتاب "حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات" کی دوسری جلد بھی ارسال فرمائی، جو یہاں مجھے تیسرے دن ۲۰ نومبر کو مل گئی تھی۔ تب سے مسلسل مطالعے میں ہے۔ آپ کی محنت و بصیرت قابل داد ہے۔ مبارک باد پیش کرتا ہوں، آپ کو بھی اور آپ کے نگران، ہمارے مکرم ڈاکٹر [illegible] صاحب کو بھی، جن کی نگرانی میں یہ کام حسن و خوبی تکمیل کو پہنچا۔ [illegible] غلط انتسابات کی تحقیق سے متعلق شیرانی مرحوم کے اصولوں اور طریقوں کو آپ نے کس عمدگی سے واضح کیا ہے۔

رسالہ "تحقیق" کا ایک خصوصی نمبر "تحقیق منسوبات" کے موضوع پر نکالنے کا ارادہ ہے جس کا خاکہ اس خط کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے اور درخواست کی جاتی ہے کہ اس کے لیے کوئی مقالہ عنایت کریں۔ ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ تحقیق منسوبات سے متعلق فضلاء کے اصولوں اور طریقوں کی وضاحت اور اس موضوع پر دستیاب تحریروں کے تعارف کے ساتھ یکجا سامنے آ جائے۔ از راہ کرم اس سلسلے میں مشورہ بھی دیجیے اور ایک مقالہ بھی جس کی اوپر آپ سے درخواست کی گئی ہے۔

خدا آپ کو صحت و عافیت سے رکھے اور خدمت علم کے مواقع بیش از بیش ارزانی فرمائے۔

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت فاضل گرامی ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی صاحب، شیخوپورہ۔

نوٹ: مجلہ "مرغزار" بابت مارچ ۱۹۹۵ء کا ایک نسخہ کتاب کے ساتھ ملفوف ملا۔ شکریہ۔ نہایت شوق اور دل چسپی کے ساتھ آپ کا انٹرویو پڑھا اور تصویر دیکھی۔ اس طرح اس نادیدہ نیاز مند کو آدھی زیارت ہو گئی، اور ×

Marfat.com

بہ نام سید عارف نوشاہی

University of Sind

Jamshoro (Sind), Pak
Tel. Add. "UNISIND"
Phone Off: 712921

CHAIRMAN
[DEP]ARTMENT OF URDU

Ref. No.

Dated ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء

محترمی سید عارف نوشاہی صاحب! سلام و آداب

بیش قیمت کتاب نزہۃ المجالس[1]، اس پر ایک مضمون کی عکسی نقل[2] اور گرامی نامہ[3] مورخہ ۷ دسمبر موصول ہونے پر تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ضرورت واقعی شدید تھی اور وہ آپ کی عنایت سے پوری ہو گئی۔ ممنون ہوں۔

میں سمجھ رہا تھا کہ میرا خط آپ کو اسلام آباد میں ملے گا اور آپ یہ کتاب وہیں اپنے یا کسی اور ذخیرے سے مستعار مہیا کر دیں گے، لیکن آپ نے ایران سے یہ کتاب (خرید کر) بھیجی ہے۔ اس کا بوجھ آپ پر نہیں پڑنا چاہیے۔ از راہ کرم مطلع فرمائیں کہ مجھے کتنی قیمت پیش کرنی ہے۔ مزید ممنون ہوں گا۔

دو آہنگ کا ایک نسخہ چیرمین ڈیپارٹمنٹ آف اردو، تہران یونیورسٹی تہران کے نام رجسٹرڈ پوسٹ سے بھیجا جاتا ہے۔

تحقیق کا تازہ شمارہ (۱۹۹۰) جنوری میں تیار ہو جائے گا اور آپ کے اسلام آباد کے پتے پر بھیجا جائے گا۔ تہران سے نشر دانش اور معارف کے شمارے تبادلے میں موصول ہوئے ہیں، انھیں بھی تحقیق بھیجا جائے گا۔ "ایران میں اردو مخطوطات" کا مسودہ کس ضخامت کا ہے؟ ہم اسے چھاپ سکتے ہیں، ۱۹۹۱ء کے شمارے میں۔

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
سید عارف نوشاہی صاحب
صندوق پستی ۱۱۳۶۵/۳۸۸۵، تہران، ایران۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Allama I. I. Kazi Ca[mpus]
Jamshoro (76080) 'Sindh'
Tel. Add: "UNISIN[D]"

Editor
Prof. Najmul Islam

مراسلت کے لیے:
سی - ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶، لطیف آباد
حیدر آباد سندھ -

Ref. No.

Dated 18.6.

محترم ڈاکٹر عارف صاحب!

سلام و آداب

بیشتر، آپ کا ایک مکتوب گرامی موصول ہوا تھا، اس کے بعد تحقیق کے شمارہ ۸-۹ کا
ایک نسخہ رجسٹری ڈاک سے ۵ جون کو بھجوا دیا گیا تھا - توقع ہے کہ مل چکا ہوگا -
پھر مکتوب گرامی مورخہ ۱۴ جون بھی موصول ہوا جس پر آپ نے تحقیق کے بارے میں
اپنے خیالات سے نوازا ہے اور مشمولات کے بارے میں مفید اضافی معلومات درج کی ہیں -
...ی تلافی اور مکتوبات میر ابوالعلاء سے متعلق معلومات ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو پہنچائی جائیں گی -
...ی تلافی سے محمد بن ابو سعید (سعد) حسینی کے انساب پر وہ بہتر روشنی ڈال سکتے ہیں،
ابوالعلاء کے مکتوبات کے جس قلمی نسخے کی نشان دہی کی ہے، کیا وہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے
لیے مل سکتی ہے؟
محترم ڈاکٹر محمد اقبال مجددی صاحب سے راقم کو بھی شرف ملاقات حاصل رہا ہے،
...چند برس سے ملاقات نہیں ہوئی - بہرحال میں ان کے لیے تحقیق کا تازہ شمارہ ان کی
خدمت میں، مقامات مظہری میں درج شدہ پتے پر بھیجتا ہوں -
موسم کچھ بہتر ہو جانے پر میرا ارادہ اسلام آباد آنے کا ہے، وہاں کام کے
وقت میں آپ کہاں مل سکتے ہیں؟ میرا ارادہ زیادہ تر نیشنل لائبریری کے مخطوطات
ذخیرہ شادانی) دیکھنے کا ہے - تحقیق کے آئندہ شمارے میں ایک گوشہ تحقیق نوادرات کا
ہوگا - اس سلسلے میں آپ کیا تعاون کر سکتے ہیں،
براہ کرم لکھیے - کیا اس سلسلے میں ۴

نیاز مند:
نجم الاسلام

خدمت گرامی:
جناب ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب،
۶۹، ماڈل ٹاؤن، ہمک،
اسلام آباد -

۴ ایرانی فضلاء کے کاموں کی نشان دہی کر سکیں گے - گوشہ تحقیق نوادرات کا
خاکہ منسلک ہے ۵

۵ میرا ارادہ ہے کہ غلط انتسابات
کی تحقیق کے طریقوں کی وضاحت
ہو جائے -

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

University of Sind

Jamshoro (Sind), Pakistan
Tel. Add. "UNISIND"
Phone Off: 71292/

CHAIRMAN
DEPARTMENT OF URDU

Ref. No. (اردو)/178/16-5-89

Dated 15-5-89

محترم عارف نوشاہی صاحب! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۱۰ مئی کل موصول ہوا۔ شکریہ۔ از راہ کرم اپنے دستیاب مآخذ میں بھی کہ دوسری ہم جنس شکلیں تھیں یا تھی بھی دیکھیے، اسی طرح یہ بھی کہ آیا مہر سے قریب تر کوئی اور ہم جنس نام ہو سکتا ہے۔ عنایت ہوگی، دونوں کا حرف اول مشکوک ہے۔ بلند پرواز دلشاد پسروری میرے پاس ہے۔ اس میں وہ مثنوی نہیں ہے جو بیاض مقیم میں آئی اور یہی جواز ہے مضمون آپ کے نقل کرنے کا، ورنہ ضرورت نہ بھی تھی۔ کتاب شناسی نمبر ۳ کے لیے مقالہ ضرور پیش کیا جائے گا۔ کیوں نہیں، آپ نے کیا خوب لکھا ہے کہ اس رسالے اور تحقیق کے دونوں گروپ آ رہے ہیں۔

از راہ کرم تحقیق شمارہ ۳ کے لیے اپنا مقالہ "پاکستان میں مخطوطات" بھیجیے۔ تیسرے شمارے میں گنجائش نکل سکتی ہے۔ اور اس شمارے میں کتاب شناسی کے دونوں پرچوں پر یکجا تبصرہ بھی پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

آپ کا مخلص:

نجم الاسلام

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

University of Sind

CHAIRMAN
RTMENT OF URDU

Jamshoro (Sind), P
Tel. Add. "UNISD"
Phone Off: ?129

Ref. No.

Dated: ۲ جولائی ۱۹۹۰ء

C-27, Block-C, Unit No.
Latifabad, Hyd

محب محترم سید صاحب! سلام و آداب' مزاج گرامی

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ مجھے آپ کی یونیورسٹی کے ذخیرہ' آذر
ایک شدید ضرورت سے یہ خط لکھتا ہوں۔
کے ایک اردو مخطوطے (نمبر شمار ۶۲ موسوم "دوازدہ مجلس از کریم الدین" کے
چند صفحات کے نمونوں (اول اور آخر اور درمیانی) کی نقل ایک دوسرے مخطوطے
سے مقابلے کے واسطے درکار ہے۔ عکسی نقل اور محصول ڈاک کے خرچ کے لیے
چند روپے منی آرڈر سے
ارسال ہیں۔ از راہ کرم علمی تعاون فرما کر گھر کے پتے پر بھیج دیجیے جو اوپر درج ہے
تہ دل سے ممنون ہوں گا۔

نیازمند:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
... صاحب

Marfat.com

بہ نام ڈاکٹر زاہد منیر عامر

Prof. Najmul Islam (لطیف آباد، حیدرآباد سندھ ۷۱۸۰۰)

Ref. No. ______
Dated ______ 21.9.1999

محترمی! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۱۶ ستمبر موصول ہوا۔ شکریہ۔ (۴)

آپ کے ڈین الحسن سے دو بنڈل مطبوعات کے ملے تھے، وہ تحفۃً سندھ یونیورسٹی کے لیے تھے جیسا کہ ڈین کے خط میں درج تھا۔ وہ سب مطبوعات لائبریرین سندھ یونیورسٹی کو بھجوا دی گئی تھیں، میرے علم میں نہ تھا کہ اس کے محرک آپ تھے۔ بہرکیف، اظہار تشکر کے لیے اب یہ چند سطریں لکھتا ہوں۔ ڈین کو پہنچنے کی اطلاع کا خط پہلے ہی لکھ دیا تھا۔

۹

مبارک ہو، پی ایچ ڈی کے جملہ مراحل بخوبی طے کر لینے پر، یہ ایک اچھی خبر ہے جو آپ کے خط سے ملی۔ (۵)

قومی ڈائجسٹ لاہور میں شائع شدہ، آپ کے مقالے کی اقساط، جن کے بھیجے جانے کی اطلاع آپ نے دی ہے، تاحال موصول نہیں ہوئیں۔ ملنے پر ہی معلوم ہوگا کہ ابھی اس کام سے آپ کو کیا دلچسپی ہے۔ (۶)

یہاں اسلامیات کی فیکلٹی میں اب اپنا کوئی قریبی روابط رکھنے والا نہیں رہا، کچھ تھے جو ریٹائر ہوگئے اور باہر چلے گئے یا انتقال کر گئے۔ اس لیے جو صاحب پی ایچ ڈی یہاں سے کرنے کے خواہش مند ہیں، وہ براہ راست خط و کتابت کا سلسلہ قائم کریں۔ (۷)

رسالہ تحقیق کا شمارہ ۱۲ زیر ترتیب ہے۔ کچھ مضامین اگر تیار ہوں، کوشش کی جائے گی کہ ماہرانہ رائے کے لیے پروسیسنگ جلد عمل میں آجائے۔ (۸)

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
ڈاکٹر زاہد منیر صاحب عامر، لاہور

Marfat.com

بہ نام پروفیسر رابعہ اقبال

Dr. Najmul Islam
Professor of Urdu

C-27, Block-C, Unit No. 6
Latifabad, Hyderabad Sindh, Pa[kistan]
Ph: 863102

Dated 22.12.96

محترمہ رابعہ بہن صاحبہ!

سلام مسنون و آداب

جیسا کہ ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی، آپ کا ڈاک کا نیا پتہ مل جانے کے بعد مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی (ناظم مفتی الٰہی بخش نشاط اکیڈمی، محلہ مولویان، کاندھلہ ضلع مظفر نگر، یوپی) کا خط آپ کے نام آیا ہوا بھیجتا ہوں۔ اس میں الٰہی بخش نشاط کی بکٹ کہانی پر آپ کے مقالے (رسالۂ تحقیق شمارہ ۶) کی تحسین ہے۔ اس کے ساتھ اپنے نام خط کی عکسی نقل بھی منسلک ہے۔ اس میں بھی بکٹ کہانی کا حوالہ موجود ہے اور رسالۂ تحقیق کی تحسین ہے۔

رسالۂ تحقیق کے زیر طبع شمارے میں مولانا نورالحسن راشد کے ایک طویل مقالے سے اخذ کرکے، ہم نے الٰہی بخش نشاط مصنف کے احوال و آثار سے متعلق کچھ اضافی معلومات دی ہیں۔ مولانا راشد اپنی اکیڈمی کے تحت "احوال و آثار" کے نام ایک رسالہ نکالتے ہیں۔ اسی رسالے سے یہ اضافی معلومات لی گئی ہیں۔ ×

اہلیہ آپ کو یاد کیا کرتی ہیں، اور شعبے کے رفقا بھی۔

محترم ڈاکٹر احمد اقبال صاحب کی خدمت گرامی میں سلام عرض ہے۔ وہ انجینئر اشفاق حسین صاحب کو جب بھی خط لکھیں میرا سلام لکھیں ممنون ہوں گا۔

والسلام

نجم الاسلام

× اگر آپ چاہیں، احوال و آثار کے کچھ شمارے مطالعے کے لیے مستعار بھیجے جا سکتے ہیں۔

بخدمت گرامی:
محترمہ پروفیسر رابعہ اقبال صاحبہ
سفاری بلیوارڈ، فیز ۲، بلاک ۱۵، فلیٹ نمبر E/6،
گلستان جوہر، کراچی

منسلکات: حسب بالا۔

Marfat.com

بہ نام اللہ ودھایو بلوچ

ا
حوالہ نمبر /اردو /۲۲۱/ ۹۱ء
مورخہ ۱۹ اگست ۹۱ء

محبی ڈاکٹر بلوچ صاحب!

سلام و آداب

بڑی خوشی ہوئی ہم سب اساتذہ کو آپ کا خط پاکر۔ جہاں تک ممکن ہوا آپ کا سلام بنام بنام پہنچایا۔ سب سلام لکھواتے ہیں۔ اور آپ کو یاد کرتے ہیں۔

تحقیق (۴) ارسال ہے۔

اس کے ساتھ دو تعارف نامے بھی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے توسط سے اسلام آباد کے کسی ایک یا دو بک اسٹالوں سے ہمارا رابطہ خرید و فروخت کا ہوجائے، تاکہ اسلام آباد میں ہماری مطبوعات علاوہ Sale پر آجائیں۔ ازراہ کرم اس سلسلے میں کچھ تحریک کیجیے۔ شعبہ آپ کا ممنون ہوگا۔ اس طرح ، رسالے کے فروغ میں ہمیں آپ کا قیمتی عملی تعاون مل جائے گا۔ شکریہ۔

نیاز مند

19/8/91

(ڈاکٹر نجم الاسلام)
صدر شعبہ

بخدمت گرامی ،
جناب ڈاکٹر اللہ ودھایو بلوچ

Marfat.com

بہ نام جناب محمد پنھل ڈہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

University of Sind

76086
Jamshoro (Sind), Pakistan
Tel. Add. "UNISIND"
Phone Off: 71292/ 90

CHAIRMAN
DEPARTMENT OF URDU

Ref. No. ________

Dated 31.10.92. 19

محترم ڈہر صاحب! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۱۸ اکتوبر شرفِ صدور لایا۔ محب علی سندھی کے بارے میں تاثرات رسمی سے اقتباس پیش کرنے میں بہت تاخیر ہو گئی۔ معذرت خواہ ہوں[1]۔ آج کل میں [illegible] طویل طبی رخصت پر ہوں۔ صحت بحال ہو رہی ہے۔ دوبارہ جلد [illegible] کر سکوں گا۔ خواجہ محمد زماں لواری کے سندھی ابیات کا منظوم اردو ترجمہ [illegible] کے نام سے پروفیسر [illegible] کی کتاب میں شامل ہو کر چھپا تھا۔ اس کا ایک نسخہ خدمتِ گرامی میں ارسال ہے۔ اس ترجمے کو الگ سے چھپوانے کا بھی ارادہ ہے۔

ابیاتِ شاہ کریم کا منظوم ترجمہ بھی راقم نے کیا تھا جسے انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی نے چھاپا تھا۔ کسی موقع پر وہ بھی پیش کروں گا۔

جامشورو کے مخطوطات[2] کے عنوان سے ایک فہرست شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی کے رسالے "تحقیق" میں چھپ رہی ہے۔ یہ آپ کے کام کی ہو سکتی ہے۔ اس رسالے کے شمارے قیمتاً حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص:
نجم الاسلام

بخدمت فاضلِ گرامی محمد پنھل صاحب ڈہر،
شاہ عبداللطیف بھٹائی ریسرچ لائبریری
گوٹھ غلام محمد ڈہر، پوسٹ آفس ڈہرکی، تعلقہ اوباوڑو، ضلع سکھر، سندھ۔

[1] آپ سے بھی اور محترمی ڈاکٹر احمد رضا(؟) صاحب سے بھی۔ خرابیٔ صحت کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔

[2] مشتمل بر ذخائرِ مخطوطات سندھ یونیورسٹی لائبریری[1]، سندھی ادبی بورڈ لائبریری[2]، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی لائبریری[3]۔

Marfat.com

بہ نام صاحب زادہ سید محمد زین العابدین راشدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

University of Sindh

Research Journal "TAHQIQ", Department of Urdu

Allama I. I. Kazi Campus,
Jamshoro (76080) 'Sindh' Pakistan.
Tel. Add: "UNISINDH"

Editor
Prof. Najmul Islam

مراسلت کے لیے پتا:—
سی – ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدرآباد سندھ (۷۱۸۰۰)

Ref. No. ______

Dated 5.7. 1999

محترمی!

سلام مسنون و آداب

آپ کی مختصر کتاب "شہبازِ ولایت" موصول ہوئی
اور گرامی نامہ مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ بھی شرف صدور لایا۔
ممنون ہوں۔

آپ کا مقالہ "شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علمائے سندھ"
جس کے زیر تحریر ہونے کی خبر آپ کے گرامی نامے میں تھی، آج شب
اس کے پڑھنے کا موقع ملا، جب کہ المصداق کا تازہ شمارہ
شاہ انجم صاحب بخاری نے عنایت فرمایا۔ آپ کی دونوں علمی کوششوں
سے مستفید ہوا۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے
حوالے سے آپ کے استفسار کا تشفی بخش جواب، تلاش اور
تحقیق کے بعد شاید شاہ انجم صاحب دے سکیں، میرے پاس اس
سلسلے میں کوئی قابل ذکر معلومات ہمدست نہیں۔ یہ خط لکھنے سے
پہلے شیخ عبدالحق محدث کی سوانح عمری "مرآۃ الحقائق" دیکھنا
چاہتا تھا، میرے پاس تھی، لیکن تلاش نہیں کر پایا۔

مخلص:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی،
مسجد غوث اعظم، مولانا بلبل سندھ روڈ، لاڑکانہ

Marfat.com

بہ نام جناب محمد احسن خاں

DEPARTMENT OF URDU

Ref. No. ______

Dated ۱۰ جنوری ۱۹۹۱ء

مکرمی خانصاحب! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۰ء موصول ہوا۔ شکریہ۔ گھر اور دفتر کے پتے سے آگاہی ہوئی۔ "مطالعات" (مجموعہ مقالات) اس وقت جلد بندی میں ہے۔ تحقیق شمارہ ۱۲ زیر طبع ہے۔ جنوری کے آخر تک تیار ہو گا۔ تیار ہونے پر دونوں مطبوعات پیش کی جائیں گی۔ مشفق صاحب اور حسن منظر صاحب کو آپ کا سلام پہنچایا۔ ڈاکٹر ہاشمی صاحب سے ملاقات مشکل ہو گئی ہے، کراچی منتقل ہو گئے ہیں۔ اس لیے آپ کا سلام نہیں پہنچایا جا سکا۔

آپ کا ۱۰ ستمبر کا خط ابھی تک جواب طلب ہے، کاغذات میں مل نہیں پا رہا تھا۔ آج اس کو بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔ امید ہے کہ لغت بورڈ کی ڈاک اب آپ کو برابر موصول ہو رہی ہو گی۔ ہم نے بورڈ والوں کو بتا دیا تھا کہ آپ لاہور جا چکے ہیں۔ اخبار اردو، اسلام آباد سے بھولا بھٹکا اب بھی آتا ہے۔ اب آپ کا نیا پتا (م ۳۷۔ راوی بلاک ۔۔) مل جانے پر اخبار اردو وہیں ری ڈائریکٹ کیا جائے گا۔ بہتر ہو گا کہ آپ پتے کی تبدیلی کے لیے اخبار اردو والوں کو لکھ دیں۔

خریطۂ جواہر مع دیوان مظہر مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں پر قیمت درج نہیں۔ اس کے ناشر کا پتا یہ ہے: "جناب شعور احمد فاروقی، المصطفیٰ اکیڈمی، ڈی ۵ لم - بلاک سی ۲ - یونٹ ۸ - لطیف آباد حیدر آباد سندھ"

اگر آپ کو ضرورت ہو تو مجھے لکھیں، کتاب مہیا کی جائے گی۔ خریطۂ جواہر کے اشعار کا منظوم اردو ترجمہ میں نے کیا ہے۔ چھپنے کی نوبت آئی تو پیش کیا جائے گا۔

فسانۂ عجائب کے جس مطبوعہ محشیٰ نسخے کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا وہ مطبع انوار احمدی الہ آباد کا "فسانۂ عجائب مع حاشیہ خزانۂ عجائب" ہے جس کے بارے میں خیال ہے کہ مولانا احسن مارہروی کا مرتب کردہ ہے۔ زیر گردہ مشکوک مقامات کو یوں پڑھا جائے: (۱) مٹھولے پر گھٹا رہی وہ بھی (منکا او بھی) گنگورے۔ [[illegible] کھٹا آری، چھا رہی = آگئی، چھا گئی] - (۲) ڈونڈے کے داؤ پر اڈھی نہ نکالی، ایک روپیہ خواہ مخواہ سو اکہ دیا پو، سیکڑوں کا داؤ [illegible] نہ بیچے گئے [پینچ گئے = ہار میں رہے! منھ سے نہ پینچے گئے = منھ بند رکھا] دلکی کا بجا = دلکی کا سدھا ہوا [illegible]! اصل تو ایک ہی ہے مجا اور منجھا گئے۔ کوئی اور بات کھٹکتی میں آئے تو مجھے بھی مطلع فرمائیں۔

نیاز مند:
نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
محترم محمد احسن خاں صاحب
م ۳۷، راوی بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

Marfat.com

بہ نام پروفیسر محمد عابد ضیائی

Dated 21.6.1989.

عزیز مکرم عابد صاحب! سلام و رحمت

آپ کا دس جون کا خط ملا۔ کلماتِ خیر کے لیے تہ دل سے ممنون ہوں اور آپ کے مخلصانہ جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے اور اپنے والد صاحب سے بھی دعاؤں کے لیے کہیے۔

آپ نے تحقیق کو میرپور والوں سے متعارف کرانے کے لیے جو دل چسپی لی، اس کا بھی شکریہ۔

تیسرا شمارہ زیر طبع ہے۔

خیر اندیش:

نجم الاسلام

Marfat.com

مکتوبات بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام

ڈاکٹر وحید قریشی

IQBAL
A Quarterly Journal of Bazm-i-Iqbal
2 CLUB ROAD LAHORE (PAKISTAN)
H. EDITOR Dr. Waheed Quraishi

بزم اقبال کا سہ ماہی مجلہ
اقبال
کلب روڈ، لاہور فون ۶۳۶۳۰۵۲
مدیر اعزازی: ڈاکٹر وحید قریشی

حوالہ : ۶۶۵

مورخہ : ۹۲ - ۳ - ۲

برادرم نجم الاسلام صاحب

تسلیم :

آپ کا ایک اور گرامی نامہ مل گیا ادھر کچھ اور کتابیں بھیجی ...
وہ بھی انشاءاللہ ارسال خدمت ہونگی -
رسالہ تحقیق کے سلسلے میں آپ نے جو عنوانات ...
نہایت مناسب ہیں - تحقیق کے اصولوں کے سلسلے میں ...
ادب کا تحقیقی مطالعہ" کے شروع میں ایک مضمون لکھا تھا آپ کی ...
گا - والسلام

آپ کا
مخلص

(ڈاکٹر وحید قریشی)
سیکرٹری

Marfat.com

ڈاکٹر مختار الدین احمد

علی گڑھ
۱۴/۶/۲۰۰۰ء

مکرمی پروفیسر نجم الاسلام صاحب — السلام علیکم

ڈاکٹر صاحب کے مرسلہ کاغذ مورخہ ۲ جون پر آپ کی تحریر نظر سے گزری۔ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ وارادات والا ایک کتاب کا زیادہ حصہ یاد آتا ہے اب علم نہیں وہ نقل [illegible] کی یا کوئی اور۔ [illegible] تلاش کروں گا۔

صفحہ ۱۶ رسید [illegible] ۱۰ جون کو پہنچا۔ خوشی ہوئی کہ رسالے کی طباعت اب شروع ہو گئی۔ یہ [illegible] کھلا کہ یہ حصہ تقریباً [illegible] صفحات پر مشتمل ہوگا (اس لیے کہ اب تو صفحات پر نمبر [illegible]) اور دوسرے حصے کے لیے کچھ صفحات رکھے ہیں۔ ۲۲۳ کا عدد کچھ ٹھیک نہیں۔ [illegible] خدا بخش کے نام کے [illegible] ہوں۔ مولانا عبدالسلام [illegible] کو ان کے نام چالیس خط [illegible] علمی [illegible] ہیں۔ مجھے خیال تھا کہ [illegible] اتنے خط [illegible] ہوں گے۔ [illegible] جواب دیں گے۔

معاصرین دیکھ کر [illegible] کا خاص خیال رکھیے گا۔

[illegible] تکلیف [illegible] ہو گئی ہوگی [illegible] تکلیف کی طرف توجہ [illegible] اب [illegible] بیٹھے بیٹھے تکلیف دور ہو جانی چاہیے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔

[illegible] کا انتظار [illegible] امریکہ سے واپس آ گیا ہوں [illegible] ۲۰ [illegible] سے پہلے [illegible] واپسی کی توقع [illegible]۔

[illegible] (باد [illegible] خط [illegible]) [illegible] خاص [illegible] آپ کی صحت [illegible] باقی [illegible]

مختار الدین احمد

Marfat.com

ڈاکٹر مختار الدین احمد
سابق استاذ شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

علی گڑھ
۱۸/۹/۲۰۰۰ء

محب گرامی السلام علیکم

۲۳ اگست کا لکھا ہوا مکتوب گرامی جو ڈاکٹر صاحب کی تحریر سے بھی مزین ہے ۷ ستمبر کو موصول ہوا۔ میں خرابیٔ مزاج کی کیفیت کے سبب بستر علالت پر ہوں۔ فوراً خط نہ لکھ سکا۔

[illegible]

[illegible]

والسلام
مختار الدین احمد

[illegible]

Marfat.com

باسمہ

علی گڑھ
۱۰/۲/۲۰۰۱ء

مکرم انوار الاسلام صاحب، محترم السلام علیکم۔

مورخہ ۱۵/جنوری آج اور ابھی ملا۔ آپ کے گرامی نامہ مورخہ ۱۰/جنوری کا جواب جو ۱۵/جنوری کو دیا گیا وہ ظاہر ہے اس وقت تک آپ کو نہیں ملا ہوگا۔ آپ ذکر فرما رہے ہیں۔

رسالہ تحقیق کے جو پرچے آپ نے [illegible] کو روانہ کیے وہ ابھی نہیں ملے۔

خط ۱۵/جنوری کے ضروری مندرجات دوبارہ پیش کرتا ہوں [illegible] کوئی اشتباہ نہ ہو۔

[illegible]

آپ کا [illegible] شکریہ۔ [illegible]

[illegible]

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ [illegible] دعا گو رہتا ہوں۔ والسلام

مخلص
مختار الدین احمد

ڈاکٹر جمیل جالبی

ڈاکٹر جمیل جالبی
۱۹۳۷ - ز

ـدر نشین

۔ فروری ۱۹۹۲ء

محترمی ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب، السلام علیکم

"تحقیق" کا پانچواں شمارہ موصول ہوا جس کے لیے شکر گزار ہوں ۔ آپ نے چند سال کے عرصے میں اس مجلے کو معتبر بنا دیا ہے ۔ آج کل آپ کے اس شمارے سے لطف اندوز ہو رہا ہوں ۔

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے ۔

آپ کا مخلص

جمیل جالبی

(ڈاکٹر جمیل جالبی)

Marfat.com

فون دفتر: ۴۱۳۹۲۸
گھر: ۸۵۱۳۳۴

ڈاکٹر جمیل جالبی
ذ - ۱۹

صدرنشین

تاریخ: ۲- ستمبر ۱۹۹۲ء

محترمی ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب، السلام علیکم

"تحقیق" کا ساتواں شمارہ موصول ہوا جس کے لیے تہ دل سے شکر گزار ہوں - پچھلے شمارے کی طرح یہ شمارہ بھی معیاری، تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے اور آپ یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اس دور میں بھی علم کی شمع آپ کے ہاتھوں روشن ہے -

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے -

آپ کا مخلص

جمیل جالبی

(ڈاکٹر جمیل جالبی)

Marfat.com

پروفیسر نظیر صدیقی

Sector G-10/2
Islamabad-44800 ۱ نومبر ۱۹۹۸

کرم فرمائے بندہ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب سلام و نیاز

رسالہ تحقیق کے شمارہ خاص کا اشتہار [illegible] یاد آوری [illegible] سے ممنون ہوں۔ رسالے اور کتابیں خرید کر پڑھنا تو [illegible] لیکن میری قوت خرید نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا میں [illegible] چاہوں گا کہ خدا آپ جیسے محقق اور صاحب علم کو صحت کے ساتھ [illegible] تاکہ آپ علم و دانش کے خزانے میں بیش بہا اضافہ کرتے رہیں [illegible] بے مقدور ان اضافوں سے مستفید ہو سکیں یا نہ ہو سکیں۔ [illegible] مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیاز مند
نظیر صدیقی

Marfat.com

ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی

مظہر محمود شیرانی
گورنمنٹ کالج شیخوپورہ
محمود شیرانی روڈ، سٹیڈیم پارک
شیخوپورہ

تاریخ ۱۳ اپریل ۹۰ء

محترمی ڈاکٹر صاحب - سلام مسنون

گرامی نامہ موصول ہوا یاد فرمائی کا شکریہ۔ امید ہے آپ نے مخطوطات کی عکسی نقول کی رسید کے طور پر محترم مختار الدین احمد آرزو صاحب کو یا ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کو بھی اطلاع دے دی ہوگی۔

تحقیق کے تینوں شمارے موصول ہوگئے۔ ممنون ہوں۔

ایک مضمون ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ اگر مناسب معلوم ہو تو تحقیق کے آئندہ شمارے میں شامل کر لیجیے۔

میں محترم المقام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی خدمت میں ان کی زحمت کے پیش نظر براہ راست عریضہ نہیں لکھا۔ عندالملاقات ان کو نیز ڈاکٹر سنی احمد ہاشمی صاحب کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔

والسلام

آپکا مخلص

مظہر محمود

Marfat.com

ڈاکٹر سید حسن عباس

ران - ایران
انقلاب - خیابان ۱۶ آذر
پارسی پلاک ۹
ن ١٤١٧٤

بحضرت جناب ڈاکٹر صاحب

سلام مسنون

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ کافی عرصے بعد آپ کی خدمت میں خط لکھنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ تاخیر کی وجہ رسالہ تحقیق شمارہ ۵ کا انتظار تھی اور اب بھی ہے کیونکہ آپ کی جانب سے ارسال کردہ میرے مقالے ایران میں اردو مخطوطات کی ساتھ آف پرنٹس تو مل گئیں مگر رسالہ اب تک نہیں ملا۔ اگر امکان میں ہو تو دوسرا کاپی بھجوا دیجئے۔ عارف نوشاہی صاحب نے بھی آپکو بتایا ہوگا کہ رسالہ نہ تو مجھے ملا اور نہ ہی دائرۃ المعارف کے دفتر میں اب تک پہنچا ہے۔ بہرحال اس خط کے ذریعے آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرنا مقصود ہے اور رسالہ صحیفہ لاہور میں "گربہ نامہ" پر آپ کے مقالے کا عکس مطلوب ہے۔ آپ جانتے ہی ہوں گے کہ میں "احوال و آثار میر غلام علی آزاد بلگرامی" پر پی ایچ ڈی کے لئے تحقیقی مقالہ لکھ رہا ہوں اور ایک چھوٹا سا اردو رسالہ بلی نامہ آزاد بلگرامی کے نام سے شائع ہوا تھا لہذا اس رسالے پر لکھتے وقت آپ کے مقالے گربہ نامہ کا ہونا میرے لئے ضروری ہے چونکہ صحیفہ کا کوئی شمارہ یہاں دستیاب نہیں ہے لہذا اس کام کے لئے براہ راست آپ سے رجوع کر رہا ہوں امید ہے مایوس نہیں کریں گے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔ برادر محترم عارف نوشاہی صاحب بخیر ہیں۔

آپ کے جواب کا شدت سے انتظار کر رہا ہوں۔ والسلام

سید حسن عباس
11/8/92

چند رسالے دو چار ماہ قبل بھجوائے تھے ملے ہوں گے اگر توحید انگریزی اردو عربی کے پرانے شمارے چاہیئں تو بھجوا سکتا ہوں۔ شعبہ کی لائبریری میں رہیں گے۔

Marfat.com

تہران
29/5/93

بسمہ

مکرمی جناب ڈاکٹر صاحب

سلام مسنون

امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ایک عرصے سے آپ کی کوئی خبر نہیں ملی خدا کرے آپ اطمینان خاطر کیساتھ اپنے علمی ادبی اور تحقیقاتی کاموں میں مشغول و منہمک ہوں گے۔ آپ جس محبت و خلوص اور محنت جانفشانی سے مجلہ تحقیق نکال رہے ہیں واقعی علمی ادبی دنیا میں بڑا زبردست اضافہ ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا اس رسالے کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ میں نے "اردو مخطوطات" کی تلاش کا کام بدستور جاری رکھا ہے اور مزید پندرہ بیس مخطوطات تلاش کئے ہیں جنہیں ایک ترتیب کیساتھ آپ کی خدمت میں جلد ہی روانہ کروں گا۔

میں آپ کے شعبے کے لئے وقتاً فوقتاً اسلامی موضوعات پر رسالے بھیجتا رہتا ہوں جو یقیناً آپ کو ملتے ہوں گے حال ہی میں فارسی گرامر کی ایک کتاب "دستور پیوند" بھی آپ کے لئے بھیجی ہے۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اگر امکان ہو تو تحقیق کے بقیہ چار شمارے بھی (ایک سے چار) میرے لئے زمینی ڈاک سے بھجوا دیجئے تاکہ وقتاً فوقتاً ان سے استفادہ کروں گا خاص کر آپ کی مرتب کردہ سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطات کی فہرست تو ہر حال میں مطلوب ہے۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں ویسے اگر مذکورہ چاروں شمارے بھجوا دیں تو بے حد ممنون ہوں گا۔ برادرم عارف نوشاہی صاحب کی پی ایچ ڈی مکمل ہو گئی ہے 6/5 کو جلسہ دفاع تھا جو حسن و خوبی انجام پا گیا اب موصوف ڈاکٹر ہو چکے ہیں وہ ایک دو ماہ بعد ان شاء اللہ پاکستان چلے جائیں
آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور حکم فرمائیے۔

والسلام مخلص سید حسن عباس

پ ن! چند ماہ ہوئے "ایران میں غالب شناسی" پر ایک مفصل مقالہ [illegible] غالب نامہ [illegible]
اس سلسلے کی [illegible] اب "ایران میں اقبال شناسی" پر [illegible] اگر آپ [illegible] تو بھیج دوں
مزید [illegible] کی طرح "ایران میں بیدل شناسی" و "ایران میں خسرو شناسی" وغیرہ پر بھی [illegible]

جناب سید سبطِ حسن رضوی

دانش

فصلنامۂ رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران۔ اسلام آباد

۱۲/۱/۷۰

جناب محترم نجم الاسلام صاحب مدیر تحقیق

وعلیکم السلام آپکا خط مورخہ ۱۱ دسمبر ۹۱ء موصول ہوا مجلہ دانش میں جو مضامین شائع ہوتے ہیں انکی نقل یا ان سے اقتباسات یا انکا ترجمہ شائع کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ مجلہ دانش کا حوالہ واضح طور سے درج کیا جائے آپکے گرامی نامہ کے جواب میں اس خط کو ہماری طرف سے تحریری اجازت تصور فرمائیں

آپکا مجلہ تحقیق ہمکو وصول نہیں ہوتا ہے۔ اپنی فہرست میں " دانش " کو بھی شامل کریں۔

ارادتمند

(سید سبط حسن رضوی)

Marfat.com

محترمہ ایم سلطانہ بخش

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام و آداب۔

دو ہفتے قبل آپ کا عنایت نامہ اور "تحقیق" کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ میں بے حد ممنون ہوں۔

آپ نے جس طرح میری حوصلہ افزائی فرمائی، اس کے لیے شکریہ قبول کیجیے۔ بنیادی طور پر تو میں تحقیق کی طالب علم ہوں۔ جو ادارہ میں نے قائم کیا وہ روزگار کا سلسلہ ہے۔ زندہ رہنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے۔ بہت سوچ بچار کے بعد پبلشنگ کا کام شروع کیا۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ اب مطالعہ کا ذوق و شوق الیکٹرانک میڈیا کی نذر ہو گیا ہے۔ تاہم مارکیٹنگ کے لیے شروع میں میں نے عصمت کی کتاب کے بروشر تمام بک سیلرز کو بھیجے۔ دو ایک نے جواب دیا۔ کچھ ذاتی کوششوں سے کراچی کے دو بڑے اداروں نے 50'50 کتابیں منگوائیں۔ ملتان کے ایک بک سیلر نے منگوائیں۔ لاہور میں فیروز سنز، مشعل ادب اور اظہار سنز نے 20 کتابیں منگوائیں۔ راولپنڈی میں کچھ بھیجی گئیں اور اسلام آباد میں جہاں جہاں میری دلچسپی تھی کتابیں پہنچا دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے مارکیٹنگ کے سلسلے میں جتنی کوشش کی گئی تھی نتیجہ 25% رہا۔ امید تو ہے کہ یہ کتاب آہستہ آہستہ نکل جائے گی۔

میں نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ ملخص کر کے کتابی شکل دے دی ہے۔ "داستانیں اور مزاج" کے عنوان سے مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، شائع کر رہی ہے۔

آج کل ایک مخطوطہ پر کام کر رہی ہوں۔ "داستان رنگین گفتار" اس کے مصنف عظمت اللہ نیاز ہیں لیکن عرصہ دو سال سے ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں کوشاں ہوں اور ناکام ہوں۔ تمام تذکرے، تاریخیں اور دیگر مواد چھان مارا۔ اس داستان کے تین نسخے دستیاب ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کے پاس جے پور کے حکیموں پر کوئی کتاب ہو تو مجھے اطلاع دیجیے۔ یہ نسخہ 1810ء کا ہے۔

"تحقیق" کے شمارے کے لیے بے حد ممنون ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔ اسلام آباد تشریف لائیں تو ملاقات کی سبیل ہو۔

بے حد شکریے کے ساتھ

والسلام مع الاحترام

مخلص

ایم سلطانہ بخش

معرفت یونیورسٹی، جام شورو۔

پروفیسر سید محمد سلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر سید محمد سلیم
منتظم منزل
۳۰ - بہادر شاہ روڈ
[illegible] - لاہور
۲۷ اکتوبر ۱۹۹۰

مکرم و محترم جناب ڈاکٹر صاحب زید مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مزاج شریف

تحقیق کا مضمون ملا ۔ بہت پسند آیا ۔ خیال تھا کہ تحقیق کی مجلس ادارت میں شرکت کی جائے ۔ ایک ترجمہ شدہ مضمون پڑا تھا ۔ وہ ارسال کر رہا ہوں ۔ موجودہ حالت میں ترجمہ Documentation کا کام ممکن ہے ۔ اس لیے شاید وہ مجلس تحقیق میں بار پانے کا اہل قرار نہ دیا جائے تو آپ اپنے کسی شاگرد کو فرمادیں کہ وہ حاشیہ لگادے تو شاید بار مل سکے ۔

اور اگر بالفرض یہ بھی متعذر ہو تو بلا تکلف واپس کر دیجیے ۔ المعارف میں چھپوا دوں گا ۔

یہ ایک معلوماتی مضمون ہے ۔

ڈاکٹر عبد السلام خان کے متعلق ان سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں ۔ انشاء اللہ ان کو عمر طویل عطا کرے اور ان کے قلم کو سیال رکھے ۔ میرا ان سے سلام پہنچا دیں

برادر عزیز سید عبد الرشید کی ناگہانی موت کا صدمہ ہوا ۔ بیگم [illegible] نوابشاہ آگئی تھیں ۔ شاید حیدرآباد گئی ہوں ۔ چند روز کراچی ٹھہر کر پھر لاہور چلی جاؤں گا ۔

سب کا ہر کسی کا حال ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ کچھ کام [illegible] شائع ہوا ۔ اور یہ بھی اسلام کرم ہے کہ ان کی عنایت ہو جاتی ۔ شاید عاقبت بخیر ہو ۔ والسلام

احقر محمد سلیم

مکرم و محترم جناب ڈاکٹر
محمد [illegible] سلیم صاحب
جامعہ حیدرآباد
شعبہ اردو

جناب ظہیر احمد صدیقی

20.3.90 — Dept. of Urdu
Delhi University Delhi

محترمی نجم الاسلام صاحب! سلام مسنون

آپ کا عنایت نامہ اور مجلہ 'تحقیق' موصول ہوا۔ اس لطف خاص کے لیے ممنون ہوں۔ یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ تحقیق کا آئندہ شمارہ پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب مدظلہ کی حیات و خدمات سے متعلق ہوگا۔ اس کار خیر کے لیے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ حقیقت ہے کہ غلام مصطفیٰ صاحب کی ذات گرامی علم کی آبرو ہے۔ ان جیسے بزرگوں کی ذات ہے جو رحمت خداوندی کا سایہ بنی ہوئی ہے۔ خدا ان کو زندگی جاوید صحت کے ساتھ عطا کرے۔

میں ان شاءاللہ کوشش کروں گا کہ جلد کوئی مضمون حاضر خدمت کروں۔ یہ میرے لئے سعادت ہوگی۔ اس کا اندازہ ہو جاتا تو اچھا تھا کہ مضمون کب تک درکار ہے!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ قبلہ غلام مصطفیٰ صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام نیازمندانہ پہنچا دیجئے اور دعا کی درخواست کیجئے۔

نیازمند
ظہیر احمد صدیقی

Marfat.com

سید جمیل احمد رضوی

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE - 2/12

Phone: 52202 67962

7.7.1987

محترمی ڈاکٹر صاحب!

السلام علیکم۔ نقوش ایوارڈ ملنے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ کل ہلٹن لاہور میں نقوش کے محمد طفیل نمبر کی افتتاحی تقریب تھی۔ اس میں نقوش ایوارڈ کی تقسیم کا اعلان بھی کیا گیا۔ آج اخبارات میں بھی اس کا ذکر ہے۔ خداوند عالم آپ کو تحقیق کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

مخلص
جمیل احمد رضوی

بخدمت:
جناب ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب

Marfat.com

ڈاکٹر ظفر اقبال

Dr. Zafar Iqbal
Dept. of Urdu University of Karachi Karachi - 75270

محترم ڈاکٹر صاحب

سلام مسنون

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ تحقیق کے حالیہ شمارے کے بابت جاوید اقبال صاحب سے بالمشافہ گفتگو ہوئی تھی جس میں انہیں کہہ دیا تھا کہ اس شمارے کی کم از کم دو کاپیاں میرے لیے اور تین کاپیاں شعبے کے دیگر اساتذہ کے لیے بھجوا دیں۔ گزشتہ ماہ میرا ارادہ حیدرآباد آنے کا تھا لیکن ۲۳ اکتوبر کو مجھے ہارٹ اٹیک ہوا جس کی وجہ سے پہلے تو میں ایک ہفتہ اسپتال میں داخل رہا اور اب چھ ہفتے کے لیے جبری آرام پر ہوں۔ آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

آپ کسی ذریعے سے تحقیق کی پانچ کاپیاں مجھے پہنچوا دیجیے گا۔

ظفر اقبال
۲۱ نومبر

Marfat.com

جناب ابو سعادت جلیلی

۵۰۰ سلیمان پلازا سی ١، گلشن اقبال ۵
کراچی ۴۷، پاکستان ۷۵۳۰۰

ب ۷۸۶
۱-۷-۹۲

مخدوم المقام حضرت نجم الاسلام

سلام و اکرام۔

مکرمت نامہ بعد رسالہ فکر و نظر ملا ہوا اور وجہ تشکر

قرار پائے اب آپ بلطف وعدہ مع الخیر ہوں۔

نیز یہ کہ تردد و تشویش کے قابل کوئی امر نہیں۔

تحقیق شمارہ ۹۲ کا انتظار و اشتیاق ہے

کہ اس لائق سے بھی کچھ ارسال فرمائیں۔ خیریت دعاؤں سے مسرور

کم ترین محتاج دعا

(ابو سعادت جلیلی)

جناب ابو سفیان اصلاحی

محترم و مکرم جناب محمد اسلم صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو علمی دنیا میں ایک نمایاں مقام عطا فرمائے

دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ درس حدیث کے ایام میں بھی آپ علم و تحقیق کا شوق رکھتے

تھے۔ بہرحال منیر صاحب کا [illegible] ابھی تک جاری ہے۔ وہ بھی ہر وقت [illegible] ہیں۔ مجھے

بے پناہ چاہتے ہیں۔ [illegible] کی خدمت میں استفادے کے لئے حاضر ہوتا رہا ہوں۔ جب

جانے لگتے ہیں تو [illegible] نظر آتے ہیں [illegible]

[illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible] اللہ [illegible] تحقیق [illegible]

[illegible] منیر صاحب [illegible] جیسا [illegible]

[illegible] کے کام آتے رہے ہیں۔

میرے پاس [illegible]

اجازت دیں تو آپ کے رسالہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] شائع کرنے کے لئے آپ کو ارسال کر دوں۔ میں اچھا ہوں [illegible]

[illegible] ہوں۔ امید کہ [illegible]

29 [illegible]

[illegible]

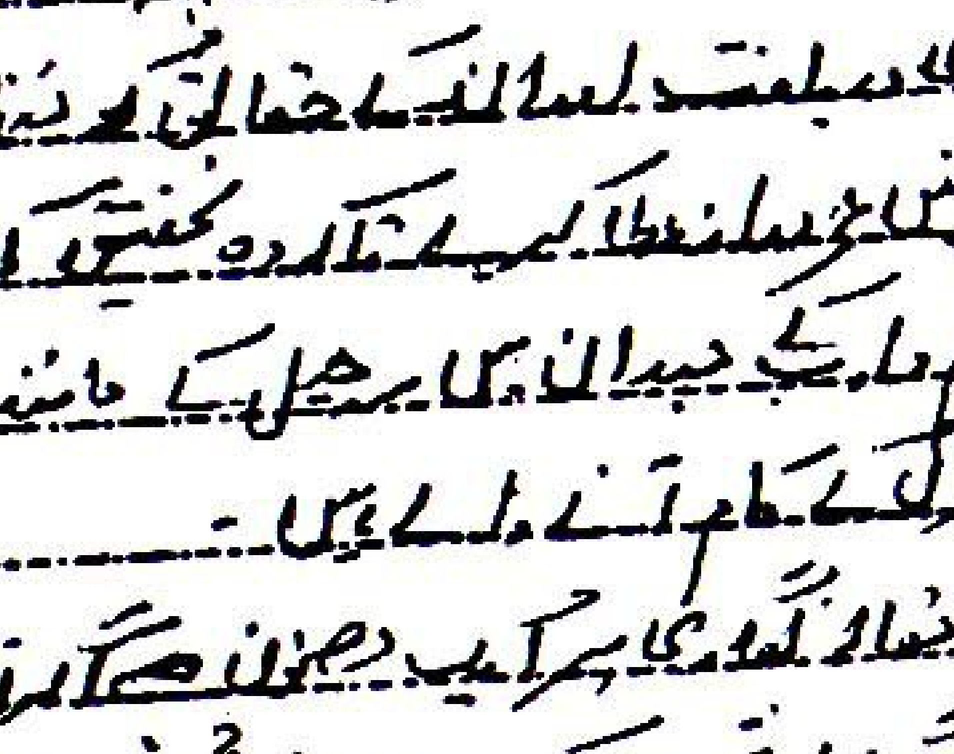

والسلام

ابو سفیان اصلاحی

13-6-93

جناب محمد احسن خاں

۲ ستمبر ۱۹۹۶ء

محترمی نجم الاسلام صاحب، السلام علیکم!

آپ کا ۲۵۔ اگست کا گرامی نامہ مجھے بہ تاخیر یعنی آٹھ روز بعد ۲۔ ستمبر کو ملا۔ یاد فرمائی کے لیے ممنون ہوں۔

اس سے پہلے ۶۔ اگست کو "تحقیق" ۹ کا گرانقدر جرنل تو مل گیا تھا۔ جس کے رسالہ ملنے کی اطلاع پر مشتمل ایک خط چند روز بعد لکھ لیا تھا لیکن بوجوہ ڈاک کے حوالے نہ کر سکا۔ سخت نادم ہوں۔

اب کی جواب میں دیر اس لیے ہوئی کہ میں اپنی بھی پوری کوشش کرتا رہا کہ کسی اتوار ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے ہاں ہو آؤں اور رسالے کی بابت ان کے تاثرات آپ تک پہنچاؤں لیکن ان دنوں میں شدید مصروفیت اور پریشانیوں کا شکار ہوں اس لیے ان کے ہاں نہ جا سکا۔

ایک روز ڈاکٹر صاحب آپ کی محنت اور احتیاط پسندی کی بہت تعریف کر رہے تھے کہ نجم الاسلام نے میرے مطبوعہ مضمون کے متن کو درست نہ سمجھتے ہوئے مجھ سے رابطہ قائم کر کے صحیح متن حاصل کیا اور پھر صحیح شکل میں وہ مضمون چھاپا ہے۔ ہر جگہ بہت معیار رکھا ہے۔ جہاں تک میرے تاثرات کا تعلق ہے کہنا یہ ہے کہ مجھے رسالہ بہت پسند آیا ہے۔ صحیح معنی میں دیر آید درست آید کا مصداق ہے!

Marfat.com

میں دعا گو ہوں کہ "تحقیق" کے آئندہ شمارے نہ اسی معیار کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر
معیار کے حامل ہوں۔ اس بات کے لیے آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے میرا نام Mailing List میں شامل کر
مظفر علی سید صاحب کی حالت اب بہت بہتر ہے ابھی امریکا ہی میں ہیں۔ غالباً وسط نومبر
پاکستان تشریف لا رہے ہیں۔ سنا ہے امریکا پہنچ کر ان کا وزن ۱۵ پونڈ سے بھی زیادہ بڑھ
گیا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ سید صاحب پاکستان پہنچ کر بھرپور علمی و ادبی زندگی گزاریں۔
محمد قریشی صاحب کو سلام کہہ رہے ہیں

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والسلام

محمد احسن ملک

فخر الدین علی احمد صاحب کا "کتابی نام" (دو جلدیں) آپ کے پاس ذاتی ہے؟
محمد احسن

Marfat.com

جناب حق نواز خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵

حق نواز خان
ہیڈ ماسٹر

گورنمنٹ ہائی سکول شمس آباد
ضلع اٹک
P/Code-43490
مورخہ 24-12-1992
DISTT. ATTOCK

محترم جناب ڈاکٹر صاحب السلام علیکم

"مجلہ تحقیق" کے نمبر ا تا نمبر 5 شمارے ملے۔ ازحد شکریہ۔
براہ کرم اپنے شعبہ سے شائع شدہ کتب کی مکمل فہرست بھجوا دیں۔ یہ بھی بتلا دیں کہ
سیرت خاتم کے جو جو خصوصی نمبر دستیاب ہیں ان کی مجموعی قیمت کیا ہے اور اس پر آپ
خصوصی رعایت کس قدر دیں گے؟
آپ کی کتاب "دین و ادب" اور دیگر کتب کے حصول کا ذریعہ اور قیمت سے بھی آگاہ فرما دیں۔ دیگر یہ کہ
آپ کے ہاں جو کتاب سیمینار رپورٹ (روداد) جس میں پڑھے گئے مقالات چھپے ہیں۔ ان کے حصول
کا طریقہ کیا ہے؟
براہ کرم مجلہ تحقیق کے آئندہ شماروں سے بھی آگاہ رکھیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی
ہوگی۔ آپ کے عقیدت نقوش کے شمارہ 69 میں غالب پر آپ کے مقالے پڑھ کر معلوم ہوا کہ آپ
ایک بلند ستون ہے۔ کیوں نہ ہو آپ جس چشمے سے سیراب ہوئے ہیں اس کی تو
تو مسلم ہے۔ میری مراد استاذ الاساتذہ محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفی خان
مدظلہ سے ہے۔ خدا ان کی عمر دراز کرے!

امید ہے مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

فقط نیاز مند

119

(حق نواز خان)

SHAMS ABAD
DISTT. ATTOCK
(PANJAB) PAK

Marfat.com

پروفیسر محمد یوسف خٹک

SHAH ABDUL LATIF UNIVERSITY
KHAIRPUR SINDH PAKISTAN

۲۹ ستمبر ۹۶

گرامی مرتبت، فیض درجت پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلا
سلام نیاز

بعد ہدیہ سلام، نیازمندانہ گذارش ہے کہ شعبہ اردو جامعہ شاہ
خیرپور نے ایک تحقیقی مجلہ "الماس" کے نام سے جاری کیا ہے۔ جس
نقش اول آپ کے سامنے ہے۔ وصول یابی اور ذاتی رائے سے مطل
فرمائینگے شکریہ۔

جناب والا ملک کے مقتدر ادبی رسائل حضور کی نگارشات عا
سے مزین نظر آرہے ہیں۔ آپ کی ادبی کاوشیں اور میدان تحقیق
جناب کی مساعی جلیلہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ **الماس** کے نق
ثانی کے لیے آں جناب سے استدعا ہے کہ زبان وادب کی سرپرستی کرت
اپنے فیوض سے آپ جامعہ کو مستفید فرمائیں گے۔

آپ کی نگارش عالیہ کا شدت سے انتظار رہے گا تا
نقاش نقش ثانی کو اول سے بہتر و برتر کرسکے۔

والسلام

آپ کے تعاون کا متمنی
۲۹-۹-۹۶
محمد یوسف خٹک
مدیر الماس

Marfat.com

جائزہ
رسالہ تحقیق

Marfat.com

Marfat.com

عتیق احمد جیلانی

اِشاریۂ تحقیق

شعبہ جاتی تحقیقی جرنل "تحقیق"

شعبۂ اردو، جامعہ سندھ، جام شورو

مدیر: ڈاکٹر نجم الاسلام

شمارہ۔۱ (۱۹۸۷ء) تا مشترکہ شمارہ، ۱۲۔۱۳ (۱۹۹۸۔۹۹ء) کا اشاریہ ء مشمولات۔

مقالات	ضخامت		شمارہ نمبر
☆ابراہیم ڈار، محمد، پروفیسر			
ا۔دیوانِ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ	۱۱ صفحات	گوشہ تحقیق منسوبات	۱۰۔۱۱
☆اختر جوناگڑھی، احمد میاں، قاضی			
ا۔دورِ آخر کا ایک غیر مطبوعہ مضمون "خواجہ بزرگ" (مخزونہ کتاب خانہ مشفق خواجہ)	۶ص	گوشہ اختر	۸۔۹
۲۔یادداشتہائ اختر (ایضاً)	۲۰ص	ایضاً	ایضاً
۳۔تزکِ اختری: ایک ناتمام تصنیف کے اجزاء (ایضاً)	۵ص	ایضاً	ایضاً
۴۔سعدی کا سفر سومنات (انگریزی۔کان فرنس پیپر۔خلاصہ)	۳ص	ایضاً	ایضاً

Marfat.com

۵۔ مرزا غالب اور امیر مینائی (بہ سلسلہ غلط انتساب کی ایک مثال اور اس کا رد)	۵ ص	گوشہ تحقیق منسوبات	۱۰۔۱۱
☆ ادارہ (ڈاکٹر نجم الاسلام، مدیرِ تحقیق)			
۱۔ معاصر رسائل کے ساتھ قلمی تعاون۔	۱۲ ص	گوشہ اختر	۸۔۹
۲۔ باقیاتِ اختر	۲ ص	ایضاً	ایضاً
۳۔ سپاس نامہ کارکنانِ انجمن۔	۱ ص	ایضاً	ایضاً
۴۔ تصانیف تراجمِ اختر (مخزونہ کتاب خانہ مشفق خواجہ)	۹ ص	ایضاً	ایضاً
۵۔ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ کے مطبوعہ علمی کاموں کی فہرست	۲ ص	گوشہ بلوچ۔	۱۰۔۱۱
☆ الطاف علی بریلوی			
۱۔ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔	۳ ص	ایضاً	ایضاً
☆ الیاس عشقی، ڈاکٹر			
۱۔ بیاضِ دولت رائے سندھی کے متعلق اضافی نوٹ	۴ ص		۶
۲۔ مشمر اور صاحبِ مشمر	۸ ص		۶
۳۔ دوہے کا فن ـــــ چند تصریحات	۱۶ ص		۷
۴۔ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کی یاد میں	۳ ص	گوشہ اختر	۸۔۹
۵۔ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی کا مطبوعہ مقالہ علمیہ: "حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات (اوّل)	۶ ص		۱۲۔۱۳
۶۔ کتاب "قاضی عبدالودود: تحقیقی اور تنقیدی جائزے" مرتبہ پروفیسر نذیر احمد کا ایک مطالعہ۔	۷ ص		ایضاً
☆ امیر اللہ شاہین			
۱۔ پرتھوی راج راسو کی تاریخی حیثیت	۱۱ ص	گوشہ تحقیق منسوبات	۱۰۔۱۱

Marfat.com

☆امیر حسن عابد، سید

بابر بہ عیش کوش والا شعر کس کا ہے؟	۸ص	ایضاً	ایضاً
۱۔دیوانِ مخفی	۱۳ص	ایضاً	ایضاً

☆انیس شاہ جیلانی

۔دو مکتوباتِ اختر بہ نام حیرت	۲ص		۸۔۹

☆ایوب قادری، محمد، ڈاکٹر

۱۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے منسوب بعض رسالے	۱۰ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱

☆آصفہ زمانی بیگم، ڈاکٹر

۱۔غالبؔ کے غیر متداول کلام کی واحد مکمل شرح	۱۳ص		ایضاً
۲۔برصغیر میں فارسی تحقیق کے عناصر اربعہ (تلخیص)	۲ص		۵

☆جاوید اقبال، سید

۱۔مطالعاتِ امیرؔ	۶۱ص		۲
۲۔افاداتِ امیرؔ، (مکتوباتِ امیرؔ کا ایک غیر مطبوعہ ذخیرہ اور اس کے افادات)	۷۳ص		ایضاً
۳۔دفتر امیر اللغات	۵۰ص		۴
۴۔معتمدینِ دفتر امیر اللغات کے مکتوبات	۵۸ص		۵
۵۔امیرؔ مینائی سے منسوب ایک قصیدہ	۱۸ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱
۶۔اردو تقریظ نگاری	۳۱ص		۱۲۔۱۳

☆جمیل احمد رضوی، سید

۱۔اشاریہ سازی	۱۹ص		۱

☆حبیب الرحمان اعظمی

۱۔الذخائر والتحف کس کی تصنیف ہے؟	۷ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱
۲۔مبارق الازہار کس کی تصنیف ہے؟	۵ص	ایضاً	ایضاً

Marfat.com

☆حسام الدین راشدی، سید

ا۔ذکرِ اختر ۳ص گوشہ اختر ۸ـ

☆حسن عباس، سید، ڈاکٹر

ا۔ایران میں اردو مخطوطات ۲۴ص ۵

۲۔آزاد بلگرامی سے منسوب آثار ۶ص گوشہ تحقیقِ منسوبات ۱۰ـ

☆حسینی شاہد، ڈاکٹر

ا۔رسائلِ شاہ امین الدین اعلیٰ ۱۷ص ایضاً ایضاً

☆حفیظ قتیل، ڈاکٹر

ا۔معراج العاشقین کا مصنف؟(تلخیص) ۱۴ص ایضاً ایضاً

☆حنا عنبرین

ا۔خدا بخش لائبریری جرنل میں
تحقیقِ منسوبات سے متعلق مضامین ۷ص ایضاً ایضاً

☆خضر نوشاہی

ا۔فہرست ذخیرۂ مخطوطاتِ ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ
(مخزونہ سندھ آرکائیوز، کراچی) ۹۴ص ۳ـ۱۲

☆خلیق انجم، ڈاکٹر

ا۔غلط انتسابات کے اسباب و وجوہ
(چند تصریحات مع امثلہ) ۵ص گوشہ تحقیقِ منسوبات ۱۰ـ۱۱

☆خورشید احمد خاں

ا۔نوشہ گنج بخش سے منسوب اردو کلام کی اصل حقیقت ۹ص ایضاً ایضاً

☆رابعہ اقبال، مسز

ا۔رسالہ "عصمت" کا پاکستانی دور ۱۵ص ۱

۲۔اردو تحقیق کی ترقی میں پاکستانی خواتین کا حصہ ۴۴ص ۲

Marfat.com

۳۔ پاکستانی خواتین اور اردو تحقیق۔(پی ایچ ڈی کے چند غیر مطبوعہ مقالاتِ تحقیق کا جائزہ)	۲۱ص		۴
۴۔ اردو میں تحقیقی اصول و طریقِ کار سے متعلق توضیحی سرمایہ	۲۴ص		۴
۵۔ نشاط کی بحث کہانی اور طالب کا تیرہ ماسہ	۵۵ص		۶
☆ راشد برہان پوری			
۱۔ مخطوطات ذخیرۂ راشد برہان پوری (مخزونہ مرکزی کتاب خانہ، جامعہ سندھ)	۹۴ص		۳
۲۔ مجمع البحار پر تحقیقی نظر	۸ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱
☆ رفیع الدین اشفاق، سید، ڈاکٹر			
۱۔ اقبال کی نعت گوئی	۱۵ص		۳
۲۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب	۲۱ص		۴
☆ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر			
۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی اقبال شناسی	۱۰ص		۵
☆ ریاض الاسلام، پروفیسر			
۱۔ ملفوظاتی ادب کے لیے ایک منہاجِ تحقیق کی ضرورت۔(تلخیص)	۱۱ص		۴
☆ زاہد منیر عامر			
۱۔ مہربان خاں رند سے منسوب کلام کی اصالت	۵ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱
۲۔ تدوین، معیاری اسلوب کی تلاش	۶ص		ایضاً
۳۔ سید محمد میر سوز: سالِ ولادت کی تحقیق	۹ص		۱۲۔۳
☆ سخاوت مرزا			
۱۔ کیا صراط المستقیم وجہی کی تصنیف ہے؟	۸ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱

Marfat.com

☆سردار احمد خاں، ڈاکٹر

۱۔ میر سوز	۷۰ص		۷
۲۔ میر سوز کا کلام : تجزیاتی مطالعہ	۹۴ص		۱۲۔۱۳
۳۔ میر سوز کے معاصرین اور ان کا تقابلی مطالعہ	۴۴ص		ایضاً

☆سعدیہ نسیم، ڈاکٹر

۱۔ مجروری "سے" کا مطالعہ	۳۶ص		۱
۲۔ ظرفی "میں" کا مطالعہ	۳۱ص		۲

☆سلیم بیگ، مرزا

۱۔ سکسینہ کی تاریخ ادب اردو	۴۸ص		۲
۲۔ "داستانِ تاریخ اردو" ایک مطالعہ	۹۴ص		۳
۳۔ سید محمد کی "اربابِ نثر اردو" ایک جائزہ	۶۴ص		۵

☆سہیل بخاری، ڈاکٹر

۱۔ ادغام	۵ص		۴

☆شبلی نعمانی

۱۔ امام غزالی کی مبحوث فیہ تصنیفات	۴ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱

☆شریف حسین قاسمی، ڈاکٹر

۱۔ برصغیر کے مشائخ کی مجالس و آثار میں عطار کا ذکر	۲۲ص		۱۲۔۱۳

☆شفیع بروہی، محمد

۱۔ مخطوطات ذخیرۂ راشد برہان پوری (مخزونہ مرکزی کتاب خانہ، جامعہ سندھ)	۹۴ص		۳

☆شکیل احمد صدیقی، محمد

۱۔ دیوان منسوب بہ منصور حلاج	۴ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱

☆شمس الدین صدیقی، محمد، ڈاکٹر

۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی انگریزی تصانیف	۱۵ص		۴

Marfat.com

☆ شوکت سبزواری، ڈاکٹر

۱۔ قادر نامہ غالب : غالب کی زندگی میں شائع ہونے
والے تین ایڈیشن۔ — ۲ص — گوشتہ تحقیق منسوبات — ۱۰۔۱۱

☆ صغیر الدین، ابو الفتح، ڈاکٹر

۱۔ ینابیع الحیوۃ الابدیہ فی طریق الطلاب النقشبندیہ
(چند قلمی نسخوں کا تعارف) — ۷ص — ۷

۲۔ سندھی لوبی بورڈ کا ایک نادر عربی مخطوطہ
(رسالہ الفقر المحمدی) — ۵ص — ۷

۳۔ متن رسالہ الفقر المحمدی
تصنیف احمد بن ابراہیم الواسطی (م ۷۱۱ھ) — ۲۷ص — ۸۔۹

☆ ضیاء الدین اصلاحی

۱۔ عون المعبود کا مصنف کون ہے؟ — ۷ص — ۱۰۔۱۱

۲۔ تفسیر کبیر اور اس کے تکملے کے متعلق (ترجمہ) — ۲۶ص — ایضاً

☆ ظفر اقبال، ڈاکٹر

۱۔ مصحفی کا ایک صاحب دیوان شاگرد :
شیخ عبد الرؤف شعور — ۱۸ص — ۲

۲۔ ناسخ کا غیر مطبوعہ کلام — ۶۳ص — ۳

۳۔ مولوی بشیر الدین احمد : احوال و آثار — ۶۶ص — ۵

۴۔ دیوان قدرت — ۴۷ص — ۶

☆ عارف نوشاہی، سید

۱۔ پاکستان میں مخطوطات : مسائل اور تجاویز — ۷ص — ۳

۲۔ تذکرۂ شعرائے کشمیر مؤلفہ اصلح
(ترتیب متن سے متعلق چند گزارشات — ۷ص — ۶

Marfat.com

☆عبدالجبار جونیجو، ڈاکٹر

۱۔جواں بخت محقق: ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ (سندھی سے ترجمہ) ۵ص گوشہ بلوچ ۱۰۔۱۱

☆عبدالحق

۱۔مظہر صورتِ آئینہ ۱۳ص ۱

۲۔موادی تجزیہ: ایک تحقیقی طریق کار ۱۰ص ۲

۳۔باطنی مذہبی رجحان کا امن و تعاون کے رویوں سے تعلق ۹ص ۶

☆عبدالحق، مولوی، بابائے اردو

۱۔قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی (تعزیتی تقریر) ۲ص گوشہ اختر ۸۔۹

☆عبدالرحمٰن المعلمی

۱۔تفسیر کبیر اور اس کے تکملے کے متعلق (مترجم ضیاء الدین اصلاحی) ۲۶ص گوشہ تحقیقِ منسوبات ۱۰۔۱۱

☆عبدالرزاق قریشی

۱۔قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ۳ص گوشہ اختر ۸۔۹

☆عبدالستار صدیقی

۱۔اردو تحقیق: چند تصریحات، چند تجاویز ۱۰ص ۲

☆عتیق احمد جیلانی

۱۔تذکرۂ دتاسی اور معارف ۱۰ص ۱

۲۔معارف اور غالبیات ۲۷ص ۲

۳۔معارف اور اقبالیات ۱۰۷ص ۳

۴۔معارف اور شعراء کے تذکرے ۲۴ص ۵

☆عرشی، امتیاز علی خاں

۱۔ظہور الاسرار نامی اور مظہر کڑہ ۲۰ص گوشہ تحقیقِ منسوبات ۱۰۔۱۱

Marfat.com

☆عطاء الرحیم، سید، ڈاکٹر			
تحقیقی مقالات کی تکنیک: چند غور طلب باتیں	۶ص		۲
☆عطاء الرحمٰن کاکوی			
معدن المعانی	۲ص	گوشہ تحقیق منسوبات	۱۰۔۱۱
☆عطاء خورشید			
۔"اردو میں فنی تدوین": تعارف و تجزیہ	۲۹ص		۸۔۹
☆عفت بانو			
۔حالاتِ زندگی (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں)	۲۱ص		۴
☆غلام محمد لاکھو			
۔جام شورو کے ایک مخطوطے سے متعلق اضافی معلومات	۱ص	—	۸۔۹
☆غلام مرتضیٰ، حافظ			
۱۔ابن المقفع کی جانب سے منسوب ارسطا طالیسی تراجم (ترجمہ و تعارف)	۱۲	—	۱۰۔۱۱
☆غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر			
۱۔اسلامی تصوف اور مثنوی مولانائے رومؒ	۱۶ص	—	۱
۲۔ تحقیق کے بنیادی لوازم	۱۰ص	—	ایضاً
۳۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی	۲۷ص	—	۲
۴۔ کلام خسرو میں مقامی رنگ	۱۱ص	—	۳
۵۔ عکسِ تحریر (بہ سلسلہ تاریخ ادبِ اردو)	۲۲ص	—	۴
۶۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مکتوبات	۱۱ص	—	۵
۷۔ کچھ تحقیق کے متعلق	۵ص	—	۷
۸۔ مولانا عبدالصمد عاجز	۱۴ص	—	ایضاً
۹۔ سفر کابل اور بعض تبرکات	۸ص	—	ایضاً
۱۰۔ قاضی احمد میاں اختر مرحوم	۴ص	گوشہ اختر	۸۔۹

Marfat.com

۱۱۔ تکملہ مقالات الشعراء	۳ص	—	ایضاً
۱۲۔ بلوچ صاحب کے حوالے سے	۲ص	—	۱۰
۱۳۔ رسالہ "تحقیق" سے متعلق رائے۔	۱ص	—	ایضاً
۱۴۔ دیوان احمد جام کا ایک جائزہ	۴ص	—	ایضاً
۱۵۔ نکات الشعراء سے متعلق چند یادداشتیں	۷ص	—	ایضاً
۱۶۔ دیوانِ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ	۳ص	—	ایضاً
۱۷۔ دیوانِ قطب الدین	۱۸ص	گوشۂ تحقیقِ منسوبات	ایضاً
۱۸۔ دیوانِ ظہیر اور اس کا مصنف	۳ص	ایضاً	ایضاً
۱۹۔ حضرت شیخ عثمانؒ کا رسالہ عشقیہ	۸ص	ایضاً	ایضاً
۲۰۔ رسالہ گنج الاسرار	۲ص	ایضاً	ایضاً
۲۱۔ بعض مظلوم کتابیں	۱۵ص	ایضاً	ایضاً
۲۲۔ عمادی غزنوی یا عمادی شہریاری	۱۷ص	ایضاً	ایضاً
۲۳۔ سوانح عمر یوسفی (تعارف و تجزیہ)	۸ص	—	۱۲۔۱۳
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر			
۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (زبان دانی و لغت شناسی کی ایک مثال)	۱۱ص	—	۴
☆ فریدالدین، شیخ			
۱۔ مظہریاتی تحویل (نظریہ اور منہاجِ تحقیق)	۲۹ص	—	۵
☆ فہمیدہ شیخ			
۱۔ اردو خاکہ نگاری: ایک مطالعہ	۳۶ص	—	۱
۲۔ اردو تحقیق کی جائزہ نگاری	۷ص	—	۲
۳۔ خواجہ حسن نظامی کا سفرنامہ ہندوستان ۱۹۰۷ء	۳۵ص	—	۶
☆ قمر جہاں مرزا، ڈاکٹر			
۱۔ تالپور والیانِ سندھ اور ان کے ورثاء کا کتاب خانہ	۱۳ص	—	۱۰۔۱۱

Marfat.com

☆ گیان چند، ڈاکٹر			
۱۔ الحاق اور غلط انتساب			
(تدوینِ متن کے حوالے سے چند تصریحات)	٦ ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	ایضاً
☆ مالک رام			
۱۔ مرزا غالب اور امیر مینائی	٤ ص	ایضاً	ایضاً
۲۔ لطائف غیبی کا مصنف	٥ ص	ایضاً	ایضاً
۳۔ قادرنامے کا مصنف	٦ ص	ایضاً	ایضاً
☆ محفوظ الحق، محمد، پروفیسر			
۱۔ زیب النساء اور دیوانِ مخفی	١١ ص	ایضاً	ایضاً
☆ محمد اسلم، پروفیسر			
۱۔ دیوانِ معین: چند معروضات (تلخیص)	٩ ص	ایضاً	ایضاً
☆ محمد ایوب قادری			
۱۔ مفتی عنایت احمد (مصنف رسالہ ہدایاتِ الاضاحی)			
کے حالات ["یادگارِ بریلی" سے ماخوذ]	٢ ص	—	١٢۔١٣
☆ محمد سلیم اختر، ڈاکٹر			
۱۔ استاد علامہ ڈاکٹر سید جعفر شہیدی (ایک تعارف)	١١ ص		١٢۔١٣
☆ محمد سلیم، سید			
۱۔ ترجمہ تقریظ مصباح الہدایت			
(ترجمہ و تلخیص از فارسی)	١٣ ص	—	٧
۲۔ صفوۃ العرفان مطالب آیات القرآن (قلمی)	٤ ص	—	١٠۔١١
☆ محمد شفیع بروہی			
۱۔ فہرست مخطوطاتِ ذخیرۂ حکیم شمس الدین احمد			
حیدرآبادی و ذخائرِ دیگر۔ (جام شورو کے مخطوطات قسط دوم)	٥٩ ص	—	٤

Marfat.com

☆ محمود شیرانی، حافظ			
۱۔ شہادت کلام	۴ص	—	۳
۲۔ کیا فارسی قصہ چہار درویش امیر خسرو کی تصنیف ہے؟	۸ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱
۳۔ دیوانِ خواجہ معین الدین اجمیریؒ، کیا یہ انھی کی ملکیت ہے؟	۲۱ص	ایضاً	ایضاً
☆ مختار الدین احمد، ڈاکٹر			
۱۔ مآثر غالب	۱۳ص	—	۷
۲۔ گوشہ اختر میں شامل مکاتیب اختر مرتبہ مختار الدین احمد کے مکتوب نمبر ۲۷ سے متعلق اضافی معلومات	۴ص	—	۸۔۹
۳۔ علامہ میمن کا ایک نہایت ممتاز شاگرد	۲۱ص	گوشہ بلوچ	۱۰۔۱۱
۴۔ میرزا زین الدین عشق دہلوی اور کلیاتِ عشق	۶۳ص	گوشہ مختار الدین احمد	۱۲۔۱۳
۵۔ امیر قابوس بن وشمگیر	۳۲ص	ایضاً	ایضاً
۶۔ اردو کا ایک قدیم ترین رقعہ	۳ص	ایضاً	ایضاً
۷۔ ایک غیر مطبوعہ تذکرۂ شاد عظیم آبادی	۱۱ص	ایضاً	ایضاً
☆ مسعود حسن، سید			
۱۔ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی (کنایات)	۱۹ص	—	۱۲۔۱۳
☆ مظہر محمود شیرانی، ڈاکٹر			
۱۔ محمود شیرانی کا تحقیقی طریقِ کار	۴۳ص	—	۵
۲۔ تذکرۂ مخزن الغرائب وانیس العاشقین (ایک دل چسپ ادبی معرکہ)	۹۱ص	—	۶
☆ معین الدین عقیل، ڈاکٹر			
۱۔ ایلیٹ اور سید احمد خاں	۲۵ص	—	۴
۲۔ تعلیقات تقریظ مصباح الہدایت	۱۷ص	—	۷

Marfat.com

تقریظ مصباح الہدایت مشمولہ تحقیق شمارہ ہفتم

ذیل میں ایک قابلِ توجہ قدیم مطبوعہ تحریر ۷ ص --- ۸_۹

تعلیقاتِ مصباح الہدایت

مشمولہ تحقیق شمارہ ہفتم) پر چند اضافے --- ۸_۹

اردو کی اولین نسوانی خودنوشت "بیتی کہانی" ۱۱۴ص --- ۸_۹

ممتاز حسن

قاضی احمد میاں اختر، مرحوم و مغفور ۵ص گوشہ اختر ۸_۹

منیر احمد خاں، حافظ

میر رستم خاں تالپر کی ایک اہم دست آویز ۵ص --- ۸_۹

موسیٰ امرت سری، محمد، حکیم

کیا رسالہ کشف الاسرار داتا گنج بخشؒ کی تصنیف ہے؟ ۷ص گوشہ تحقیقِ منسوبات ۱۰_۱۱

☆ نبی بخش خاں بلوچ

۱۔ ترکی کے کتب خانے اور ان میں محفوظ

علمائے سندو ہند کی تصنیفات ۲۲ص --- ۷

۲۔ قاضی احمد میاں اختر اور جونا گڑھ کی یاد میں ۲۴ص گوشہ بلوچ ۸_۹

۳۔ مسلم بنگال کے فارسی ادب کی ایک اہم کتاب

"شرف نامہ احمد منیری"۔ ۲۵ص گوشہ بلوچ ۱۰_۱۱

۴۔ ابن بطوطہ کا سفر نامہ اور اس کے گم نام گوشے ۹ص ایضاً ایضاً

۵۔ شاہ جو رسالو میں الحاقی کلام ۶ص ایضاً ایضاً

۶۔ محاضراتِ میمنی۔ استاذ عبدالعزیز المیمنی

(م ۱۹۷۸ء) کے مورخ علمی ارشادات ۶۱ص ایضاً ایضاً

۷۔ ایام گذشتہ کے چند اوراق ۲۴ص ایضاً ایضاً

۸۔ ایک قلمی مجموعہ رسائل (تعارف مشمولات) ۶ص --- ۱۲_۱۳

۹۔ سندھ کے اُجڑے ہوئے کتاب خانے ۵۱ص --- ایضاً

Marfat.com

☆ نجم الاسلام، ڈاکٹر

۱۔ رسمیاتِ مقالہ نگاری	۲۲ص ---	۱
۲۔ ہمارا قدیم طرزِ تحقیق	۱۹ص ---	ایضاً
۳۔ مشکوک ادبی دستاویزات کی چھان بین کا ایک سائنسی طریقہ (ترجمہ: از نارمن ایچ میکنزی)	۱۵ص ---	ایضاً
۴۔ تحقیق کی چند تعریفات۔ (ماخوذ)	۴ص ---	۲
۵۔ بیاضِ مقیم	۸۲ص ---	ایضاً
۶۔ کلیاتِ شایق	۳۰ص ---	۳
۷۔ قدیم اردو کے چند نوادر	۱۹ص ---	ایضاً
۸۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کا مقالہ تحقیق "سید حسن غزنوی" منہاجِ تحقیق کے حوالے سے	۲۹ص ---	۴
۹۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کی چند اہم تصانیف	۲۰ص ---	ایضاً
۱۰۔ مہندس کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی	۲۹ص ---	ایضاً
۱۱۔ ملفوظاتی ادب کے لیے ایک منہاجِ تحقیق کی ضرورت پر پروفیسر ریاض الاسلام کا مضمون (تلخیص)	۱۱ص ---	ایضاً
۱۲۔ جام شورو کے مخطوطات (قسط سوم) سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطات کی اجمالی فہرست	۶۷ص ---	۵
۱۳۔ بیاض دولت رائے سندھی	۳۰ص ---	ایضاً
۱۴۔ برصغیر میں فارسی تحقیق کے عناصر اربعہ (آصفہ زمانی بیگم کے مقالے کی تلخیص)	۲ص ---	ایضاً
۱۵۔ مکتوباتِ بہرائچ	۳۵ص ---	۶۰
۱۶۔ سندھی ادبی بورڈ جام شورو کے مخطوطات کی اجمالی فہرست	۶۳ص ---	ایضاً
۱۷۔ قصہ چہار درویش فارسی کے متعلق ولیم جونس کا ایک خط	۱ص ---	ایضاً
۱۸۔ بیاض دولت رائے سندھی ---- ایک تصریح	۱ص ---	ایضاً
۱۹۔ شاہ عالم ثانی کی نثر	۲۹ص ---	۷

Marfat.com

ا۔ انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی جام شورو کے			
لوطات کی اجمالی فہرست	۲۰ص	—	ایضاً
ا۔ کتاب شفاء الامراض،			
نیف خواجہ باقی باللہؒ م ۱۰۱۲ھ	۵ص	—	ایضاً
۲۔ مجز الواصلین اور آٹھ رسائل طب پر مشتمل			
یک قلمی مجموعہ	۱۱ص	—	۸۔۹
۲۱۔ دیوانِ غمگین کس غمگین کا ہے؟	۲۴ص	—	ایضاً
۲۱۔ اضافی یادداشتیں: گوشہ متون میں شامل بیتی			
ہانی کے ایک کردار مرزا ایوب بیگ کے ذیل میں	۳ص	—	ایضاً
۲۵۔ اضافی یادداشتیں: فخر الدین علی احمد			
یموریل والیوم پر تبصرے کے ذیل میں	۵ص	—	ایضاً
۲۶۔ اضافی یادداشتیں: یادگارنامہ فخر الدین علی احمد			
پر تبصرے کے ذیل میں	۱ص	—	ایضاً
۲۷۔ اضافات: حواشی	۲ص	—	ایضاً
۲۸۔ دو موضح قرآن	۱۴ص	—	۱۰۔۱۱
۲۹۔ معراج العاشقین کا مصنف؟			
(ڈاکٹر حفیظ قتیل کے مضمون کی تلخیص)	۱۴ص	—	ایضاً
۳۰۔ اقبال کا ایک مکتوب اور اس کا مأخذ	۱۱ص	—	ایضاً
۳۱۔ دیوانِ غمگین کے تعاقب میں	۵ص	—	ایضاً
۳۲۔ جام شورو کے مخطوطات سے متعلق چند یادداشتیں	۱۵ص	—	ایضاً
۳۳۔ "رسالہ تنقید بر کلامِ شہید" کا مصنف کون ہے؟	۳ص	گوشہ تحقیق منسوبات	۱۰۔۱۱
۳۴۔ ملکیت تصنیف کے بارے میں رچرڈ ڈایلیک			
کی تصریحات۔ (تعارف و ترجمانی)	۱۱ص	ایضاً	ایضاً
۳۵۔ کچھ کتاب "سر العالمین" کے غزالی سے انتساب کے			
بارے میں۔ (علی رضا ذکاوتی قراگزلو کے مضمون کا ترجمہ)	۴ص	ایضاً	ایضاً

Marfat.com

۳۶۔ رسالہ نوریہ کس کی تصنیف ہے؟
(جمال الیاس کے مضمون کا ترجمہ) ۳ص ایضاً

۳۷۔ آیا کتاب "السعادۃ والاسعاد" ابوالحسن عامری کی
تصنیف ہے؟ (نصراللہ حکمت کے مضمون کا ترجمہ) ۱۶ص ایضاً

۳۸۔ خیام کی اصیل رباعیاں کون سی ہیں؟
(سید علی میرافضلی کے مضمون کا ترجمہ و تلخیص) ۹ص ایضاً

۳۹۔ کچھ منسوبات، کچھ تحقیقِ منسوبات کے بارے میں ۵ص ایضاً

۴۰۔ حواشی بر مقالہ محمود شیرانی: "کیا فارسی قصہ
چہار درویش امیر خسرو کی تصنیف ہے؟" ۲ص ایضاً

۴۱۔ دساتیر کی مجولیت پر قاضی عبدالودود کا مقالہ (تلخیص) ۴ص ایضاً

۴۲۔ کیا نعتیہ قطعہ "یا صاحب الجمال و یا سید البشر"
شاہ عبدالعزیز کی تصنیف ہے؟ ۹ص ایضاً

۴۳۔ غلام علی آزاد بلگرامی سے منسوب گربہ نامہ اور
اس کا اصل مصنف ۱۵ص ایضاً

۴۴۔ اضافات: مسز رابعہ اقبال کے مقالے بہ عنوان
"نشاط کی بحث کہانی اور طالب کا تیرہ ماسہ" کے ذیل میں۔
(اضافات: نورالحسن کاندھلوی، تلخیص: ڈاکٹر نجم) ۴ص ـــ

۴۵۔ اضافات: محمد ایوب قادری کی کتاب "یادگارِ دہلی" سے
مفتی عنایت احمد (مصنف رسالہ ہدایات الاضاحی) کے حالات۔ ۲ص ـــ

۴۶۔ اضافات: مفتی عنایت احمد کے مزید حالات، مقالہ
بہ عنوان "ایک قلمی مجموعہ رسائل" کے ذیل میں ۲ص ـــ

۴۷۔ اضافات: بحث کہانی کے مصنف مفتی الٰہی بخش نشاط
کے مفصل حالات بہ قلم نورالحسن راشد کاندھلوی۔
بہ حوالہ "احوال و آثار"۔ (تلخیص) ۴ص ـــ

۴۸۔ قاضی محمد معظم سنبھلی کی تفسیر ہندی قلمی (تصنیف ۱۱۳۱ھ) ۵ص ـــ

Marfat.com

۴۔ حکیم شریف خاں دہلوی کا ترجمہ قرآن
شاہ عالم ثانی کے دور کی اردو نثر) ۷ص --- ایضاً
۵۔ موضحِ قرآن کی دو روایتیں (لسانی مطالعہ) ۳۴ص --- ایضاً
۵۔ بارہویں صدی ہجری کے شاہ مراد اللہ انصاری
سنبھلی اور ان کی اردو تفسیر ۳۴ص --- ایضاً

☆ نذیر احمد، ڈاکٹر
۔ سامانی عہد کے وزراء کا ایک نامور خاندان، "خاندانِ جیہانی" ۳۷ص --- ایضاً
۲۔ ساتویں صدی ہجری کا ایک اہم مجموعہ رباعیاتِ فارسی
یعنی، "سفینہ نزہۃ المجالس"۔ ۲۵ص --- ایضاً
۳۔ چچ نامے میں منقول فارسی اشعار کے بارے میں
ایک گزارش ۱۹ص --- ۵
۴۔ سندھ مکران کی سیاسی وثقافتی تاریخ کے چند نئے مآخذ ۳۷ص --- ۶
۵۔ فرہنگ قواس کا نسخہ کراچی اور اس کے ذیلی حاشیے ۵۰ص --- ایضاً
۶۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد کا ایک فارسی لغت نگار ۳۶ص --- ۷
۷۔ نقطوی مذہب اور اس کا عروج اکبر کے عہد میں ۲۸ص --- ایضاً
۸۔ فارسی کے چند قطعات سے متعلق یادداشتیں ۱۸ص --- ایضاً
۹۔ مولانا آزاد لائبریری کے ذخائرِ مخطوطات پر ایک نظر ۲۱ص --- ایضاً
۱۰۔ سید ابو العلاء اکبری آبادی ۳۱ص --- ۸۔۹
۱۱۔ متن رسالہ فنای ثلاثہ از میر ابو العلاء اکبر آبادی۔ ۱۱ص --- ایضاً
۱۲۔ فخر مدبر اور اس کا شجرۂ نسب۔ ۱۸ص --- ۱۰۔۱۱
۱۳۔ مقدمہ جامع دیوانِ حافظ کے بارے میں ایک مختصر گزارش ۱۶ص --- ایضاً
۱۴۔ گاہ گاہی باز خوان، تاریخ ایران کی تین نامور
خواتین کے قابلِ یادگار کارنامے ۱۳ص --- ایضاً
۱۵۔ حافظ شیرانی کے دیوان میں غلط انتسابات کی مثالیں ۸ص گوشہ تحقیقِ منسوبات ۱۰۔۱۱
۱۶۔ عمید لوبکی کے کلام میں غلط انتسابات کی نشان دہی ۲۰ص ایضاً ایضاً

Marfat.com

۱۷۔ قدیم متون میں تصرفات و تحریفات کے وجوہ	۳ص	ایضاً	ایضاً
۱۸۔ غلط انتسابات سے متعلق محمود شیرانی کی تحقیقات	۸ص	ایضاً	ایضاً
۱۹۔ کیا دیوانِ قطب الدین، دیوانِ خواجہ بختیار کاکی ہے؟	۲۲ص	ایضاً	ایضاً
۲۰۔ کیا مصباح الارواح کا مصنف جمالی دہلوی تھا؟	۲۰ص	ایضاً	ایضاً
۲۱۔ کیا کتاب مینا بازار ظہوری کی تصنیف ہے؟	۱۲ص	ایضاً	ایضاً
۲۲۔ فرہنگِ قواس کا ایک جعلی نسخہ	۱۰ص	ایضاً	ایضاً
۲۳۔ خسروِ ثانی جمالی دہلوی سے منسوب کتابیں۔	۵ص	ایضاً	ایضاً
۲۴۔ ظہور الاسرار نامی اور مطہر کڑہ	۱۴ص	ایضاً	ایضاً
۲۵۔ بھاگ متی اور بھاگ نگر: افسانہ یا حقیقت۔	۱۲ص	ایضاً	ایضاً
۲۶۔ چندر بدن و مہیار کے مصنف کے تعین کے بارے میں محمد اکبر الدین صدیقی صاحب کی کوشش کا جائزہ۔ (تلخیص)	۴ص	ایضاً	ایضاً
۲۷۔ قاسم کابلی اور اس کا رسالہ قافیہ	۳۰ص	—	ایضاً
۲۸۔ اکبری دور کا فارسی ادب	۱۷ص	—	ایضاً

☆ نکلسن، پروفیسر

۱۔ فیہ مافیہ (ملفوظاتِ جلال الدین رومی کے انتساب و استناد سے متعلق جائزہ)	۷ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	۱۰۔۱۱

☆ نگینہ پروین تھہیم

۱۔ باطنی مذہبی رجحان کا امن و تعاون کے رویوں سے تعلق	۹ص	—	۶
۲۔ واپسی ترجمہ تکنیک (بین الثقافتی ریسرچ میں ترجمے کا ایک طریق کار)	۱۰ص	—	۱۰۔۱۱

☆ وحید قریشی، ڈاکٹر

۱۔ ہیر کلیر اور ان کا فارسی دیوان	۲۰ص	گوشہ تحقیقِ منسوبات	ایضاً

☆ ہدایت اللہ اخوند، ڈاکٹر

۱۔ جواں بخت محقق ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ (سندھی سے ترجمہ اور تلخیص)	۵ص	گوشہ بلوچ	۱۰۔۱۱

Marfat.com

مکتوبات

مکتوبات	تعداد	شمارۂ تحقیق
۱۔ احسن مارہروی، مولانا بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۱	۴
۲۔ اختر جوناگڑھی، احمد میاں بہ نام اعزہ و اقربا (مخزونہ کتاب خانہ مشفق خواجہ)	۸	۸۔۹
۳۔ ایضاً، بہ نام سید الطاف علی بریلوی	۴۴	ایضاً
۴۔ ایضاً، بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد، (بہ ذیل اضافات)	۱	۱۲۔۱۳
۵۔ امتیاز علی عرشی، مولانا بہ نام ایضاً	۳۰	ایضاً
۶۔ حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مولانا بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۱	۴
۷۔ حمید احمد خاں، بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد	۱۹	۱۲۔۱۳
۸۔ راشد برہان پوری، سید مطیع اللہ، مولانا بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۱	۴
۹۔ زید ابوالحسن فاروقی، مولانا بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۱	۸۔۹
۱۰۔ سلیمان ندوی، سید بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۱	۴
۱۱۔ سید عبداللہ بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد	۱۶	۱۲۔۱۳
۱۲۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر بہ نام ایضاً	۵	ایضاً
۱۳۔ ضیاء الدین الہ آبادی، قاری بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۱	۴
۱۴۔ ضیاء الدین احمد بدایونی، پروفیسر بہ نام ایضاً	۱	ایضاً
۱۵۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں	۱	۴
۱۶۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد	۴۶	۱۲۔۱۳
۱۷۔ عبدالماجد دریابادی، بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد	۴	۱۲۔۱۳
۱۸۔ قاضی عبدالودود، بہ نام شیخ محمد اکرام	۲	ایضاً
۱۹۔ ایضاً، بہ نام عبدالستار صدیقی	۳	ایضاً
۲۰۔ ایضاً، بہ نام مختار الدین احمد	۱۳	ایضاً
۲۱۔ غلام رسول مہر، بہ نام ایضاً	۲۲	ایضاً

Marfat.com

۲۲۔ غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر بہ نام ڈاکٹر نذیر احمد	۱	۸۔۹
۲۳۔ فاضل لکھنوی، مرتضیٰ حسین، بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد	۹	۱۲۔۱۳
۲۴۔ مالک رام، بہ نام ایضاً	۱۳	ایضاً
۲۵۔ محمد اکرام، شیخ، بہ نام ایضاً	۳	ایضاً
۲۶۔ محمد حسن، پیر، ڈاکٹر، بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	۱	۴
۲۷۔ محمد شفیع، مولوی بہ نام ایضاً	۱	ایضاً
۲۸۔ ایضاً، بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد	۶	۱۲۔۱۳
۲۹۔ محمد سلیم، سید، پروفیسر، بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام	۱	ایضاً
۳۰۔ محمود شیرانی، حافظ بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	۱	ایضاً
۳۱۔ مختار الدین احمد، بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	۱	ایضاً
۳۲۔ ایضاً بہ نام ایضاً	۲۷	۷
۳۳۔ ایضاً بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام	۲۶	ایضاً
۳۴۔ ایضاً، بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	۳	۸۔۹
۳۵۔ ایضاً بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام	۱۷	۱۰۔۱۱
۳۶۔ ایضاً بہ نام شیخ محمد اکرام	۱	۱۲۔۱۳
۳۷۔ ایضاً بہ نام غلام رسول مہر	۲	ایضاً
۳۸۔ ایضاً بہ نام قاضی عبدالودود	۱۴	ایضاً
۳۹۔ ایضاً بہ نام ایضاً	۱	ایضاً
۴۰۔ ایضاً بہ نام مالک رام	۱	ایضاً
۴۱۔ ایضاً بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام	۱	ایضاً
۴۲۔ مسعود حسن، سید، بہ نام ایضاً (بہ ذیل اضافات)	۱	ایضاً
۴۳۔ مہیش پرشاد بہ نام مختار الدین احمد	۴	ایضاً
۴۴۔ نبی بخش خاں، بلوچ، ڈاکٹر بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	۱	۱۰۔۱۱
۴۵۔ نذیر احمد، ڈاکٹر بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام	۲۱	۷
۴۶۔ ایضاً بہ نام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	۵	ایضاً

Marfat.com

۴۷۔ ایضاً بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام	۳	۸۔۹
۴۸۔ ایضاً، ایضاً	۲	۱۰۔۱۱
۴۹۔ ایضاً، ایضاً	۱	۱۲۔۱۳
۵۰۔ نور الحسن راشد، مولانا بہ نام مسز رابعہ اقبال (بہ ذیل اضافات)	۱	ایضاً
۵۱۔ ایضاً بہ نام ڈاکٹر نجم الاسلام	۱	ایضاً
۵۲۔ نیاز فتح پوری بہ نام ڈاکٹر مختار الدین احمد	۱۱	ایضاً

تبصرے

اسلم فرخی، ڈاکٹر

اردو ادب کی تاریخیں، نظری مباحث

مصنف: سلمان احمد — تحقیق (۱۲۔۱۳)

انعام الحق عباسی

۱۔ شبلی کا ذہنی ارتقاء

مصنف: ڈاکٹر سید سخی احمد ہاشمی — تحقیق (۱۰۔۱۱)

۲۔ سید حسن غزنوی (حیات اور ادبی کارنامے)

مصنف: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں — تحقیق (۱۲۔۱۳)

سید جاوید اقبال

۱۔ عروج اقبال

مصنف: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی — تحقیق (۳)

۲۔ اردو صحافت کی ایک نادر تاریخ

مصنف: مولوی محبوب عالم

ترتیب، مقدمہ، حواشی: طاہر مسعود — تحقیق (۷)

۳۔ غالب آگہی

مصنف: سید قدرت نقوی — تحقیق (۷)

Marfat.com

۴۔ آتش زیرپا

مصنف : شیدا کاشمیری — ایضاً

۵۔ تنقید کی آزادی (مجموعہ مضامین)

مصنف : مظفر علی سید — تحقیق (۸۔۹)

٦۔ فن تاریخ گوئی

مصنف : غلام حسن کسریٰ منہاس — ایضاً

۷۔ نعت رنگ، کراچی (پانچ شمارے)

مدیر : صبیح رحمانی — تحقیق (۱۰۔۱۱)

۸۔ مکتوباتِ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، جلد اول

مرتب : خالد محمود — ایضاً

۹۔ قتیلؔ اور غالبؔ

مؤلف : سید اسد علی انوریؒ — تحقیق (۱۲۔۱۳)

۱۰۔ نعت رنگ، کراچی (شمارہ۔۸)

مدیر : صبیح رحمانی — ایضاً

۱۱۔ نعت رنگ، کراچی (حمد نمبر)

مدیر : صبیح رحمانی — ایضاً

۱۲۔ آزادی کے بعد اردو ناول

مصنف : ڈاکٹر ممتاز احمد خاں — ایضاً

۱۳۔ خواجہ محمد خاں اسد : احوال و آثار

مرتب : راشد علی زئی — ایضاً

۱۴۔ مولانا محمد علی اور جنگِ آزادی

مصنف : ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی — ایضاً

۱۵۔ تاریخ کتاب خانہ رضا

تالیف : حافظ احمد علی خاں شوق رام پوری — تحقیق (۱۲۔۱۳)

Marfat.com

۱۶۔ کلکتے کی داستانیں

ڈاکٹر وفا راشدی — ایضاً

رابعہ اقبال، پروفیسر

۱۔ اردو زبان وادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

تصنیف: ڈاکٹر مس رضیہ نور محمد — تحقیق (۱)

۲۔ اردو میں اصولِ تحقیق (جلد اول و دوم)

تالیف: ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش — تحقیق (۳)

۳۔ دیوانِ مہ لقابائی چندا

مرتب: شفقت رضوی — تحقیق (۷)

۴۔ مرقع اقوال وامثال

مرتب: سید یوسف بخاری دہلوی — تحقیق (۸۔۹)

رضا ملک اہوازی، محمد، پروفیسر

دو آہنگ

ڈاکٹر نجم الاسلام — تحقیق (۶)

رفیق احمد خاں

۱۔ اقبال ۔۔۔ علامہ اقبال کیسے بنے؟

گوہر ملسیانی — تحقیق (۱۲۔۱۳)

۲۔ تفہیم و تجزیہ

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی — ایضاً

۳۔ حضور احمد سلیم، ایک مطالعہ

رونق افروز صدیقی — ایضاً

سعدیہ نسیم، ڈاکٹر

اردو تحقیق یونی ورسٹی میں

ڈاکٹر سید معین الرحمان — تحقیق (۳)

Marfat.com

سلیم بیگ، مرزا

۱۔ اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ
ڈاکٹر محمد ایوب قادری — ایضاً

۲۔ غالب کا علمی سرمایہ
ڈاکٹر سید معین الرحمان — تحقیق (۴)

۳۔ تحقیق و تلاش (مجموعہ مقالات)
ڈاکٹر سید معین الرحمان — تحقیق (۵)

۴۔ تحقیق نامہ (شمارہ دوم)
مدیر: ڈاکٹر سید معین الرحمان — تحقیق (۶)

عتیق احمد جیلانی

۱۔ غالبِ آشفتہ نوا
ڈاکٹر آفتاب احمد — تحقیق (۳)

۲۔ مضامین اختر جوناگڑھی
قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی — تحقیق (۴)

۳۔ تحقیق نامہ
مشفق خواجہ — تحقیق (۵)

۴۔ سہ ماہی "تمثال" کراچی
مدیران: سحر انصاری، راغب شکیب — تحقیق (۶)

۵۔ اردو شاعری کا ارتقاء
ڈاکٹر ناہید کوثر — تحقیق (۷)

۶۔ خواجہ میر درد کی فارسی شاعری
خواجہ حمید یزدانی — ایضاً

۷۔ مطالعہ حسرت موہانی
شفقت رضوی (مرتب: حسن وقار گل) — (۸۔۹)

Marfat.com

۸۔ پاکستانی زبان وادب، مسائل و مناظر
ڈاکٹر معین الدین عقیل — تحقیق (۱۲۔۱۳)

۹۔ جہان جہدِ آزادی
ڈاکٹر سید معین الدین عقیل — ایضاً

۱۰۔ دیوانِ غالب، نسخہ خواجہ
تدوین و تحقیق: ڈاکٹر سید معین الرحمان — ایضاً

۱۱۔ تذکرۃ الشعراء
مرتب: شفقت رضوی — ایضاً

۱۲۔ مثنوی جہاں شاہ و جہاں بانو
مرتب: ڈاکٹر یوسف تقی — ایضاً

غلام مصطفےٰ خاں، ڈاکٹر
صحیح اردو
مجید احمد اثر زبیری لکھنوی — تحقیق (۳)

فہمیدہ شیخ

۱۔ پاکستان میں اردو تحقیق
ڈاکٹر معین الدین عقیل — تحقیق (۲)

۲۔ مسعود حسن رضوی ادیب: حیات اور کارنامے
ڈاکٹر طاہر تونسوی — تحقیق (۳)۔

۳۔ اردو کی ترقی میں مولانا ابوالکلام آزاد کا حصہ
ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہاں پوری — تحقیق (۴)

۴۔ تحقیق نامہ (شمارہ اول)، گورنمنٹ کالج، لاہور
مدیر: ڈاکٹر سید معین الرحمان — تحقیق (۵)

۵۔ تحقیق نامہ (شمارہ ۳۔۴)، شعبہ اردو،
گورنمنٹ کالج لاہور
مدیر: ڈاکٹر سید معین الرحمان — تحقیق (۸۔۹)

Marfat.com

۶۔ الماس (ا)، شعبہ اردو شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی، خیر پور

مرتب : محمد یوسف خشک — تحقیق (۱۲۔۱۳)

۷۔ لوحِ ایام

مختار مسعود — ایضاً

۸۔ سفینہ بے خبر (تذکرہ شعرائے فارسی)

مرتب : ڈاکٹر ظفر اقبال — ایضاً

نجم الاسلام، ڈاکٹر

۱۔ اردو گیت

ڈاکٹر بیگم بسم اللہ نیاز احمد — تحقیق (۱)

۲۔ پرتوِ تحقیق

ڈاکٹر آصفہ زمانی — تحقیق (۲)

۳۔ مجلہ کتاب شناسی، اسلام آباد (اوّل، دوم، سوم)

مرتبین : اختر راہی، سید عارف نوشاہی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی — تحقیق (۳)

۴۔ دیوانِ ماتم

فضل محمد طیب، متخلص بہ ماتم

ترتیب و تصحیح : ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ — تحقیق (۵)

۵۔ مجلہ سہرورد

مدیر : سید اویس علی سہروردی — ایضاً

۶۔ فہرست مخطوطاتِ اردو : قومی عجائب گھر، پاکستان، کراچی

فہرست نگار : ڈاکٹر ظفر اقبال — ایضاً

۷۔ دستورِ زبانِ اردو

مؤلف : پروفیسر محمد رضا ملک اہوازی — تحقیق (۶)

۸۔ باغ و بہار (از میر امن دہلوی)

مرتب : رشید حسن خاں — ایضاً

Marfat.com

۹۔ فسانۂ عجائب (از رجب علی بیگ سرور)
مرتب: رشید حسن خاں — تحقیق (۶)

۱۰۔ بیرم خاں (بزبان انگریزی)
مصنف سو کمار رے۔
مرتب: ایم ایچ اے بیگ — تحقیق (۷)

۱۱۔ حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات: جلد اول
ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی — ایضاً

۱۲۔ مقالاتِ برنی (حصہ دوم)
سید حسن برنی — ایضاً

۱۳۔ مغربی زبانوں کے ماہر علماء
(علی گڑھ کالج کے قیام سے پہلے)
پروفیسر سید محمد سلیم — ایضاً

۱۴۔ دیوانِ غم گین (بہ صورت عکس)
مصنف: عبدالقادر رام پوری متخلص بہ غمگین
پیش لفظ اور مقدمہ: محسن برلاس — تحقیق (۸۔۹)

۱۵۔ فیضانِ دکن (سلاطینِ آصفیہ کی علمی و ادبی سرپرستی)
پروفیسر شفقت رضوی — ایضاً

۱۶۔ اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ
ڈاکٹر وفا راشدی — ایضاً

۱۷۔ علامہ اقبال اور میر حجاز
ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی — ایضاً

۱۸۔ کتابیاتِ اسلام (شمارہ ۳، ۶، ۷)
عارف نوشاہی — ایضاً

۱۹۔ اقبال اور معاصر ادبی تحریکیں
خالد اقبال یاسر — ایضاً

Marfat.com

۲۰۔ اردو ڈراما (فن اور منزلیں)

مصنف : پروفیسر سید وقار عظیم — تحقیق (۸۔۹)

ترتیب و تعارف : ڈاکٹر سید معین الرحمان

۲۱۔ غالب نامہ (تجزیاتی مطالعہ)

مؤلفہ : عاصمہ اعجاز — ایضاً

۲۲۔ چند قدیم ڈرامے (تعارف اور تجزیہ)

مصنف : پروفیسر سید وقار عظیم

مرتب : ڈاکٹر سید معین الرحمان — ایضاً

۲۳۔ فورٹ ولیم کالج (تحریک اور تاریخ)

مؤلف : سید وقار عظیم

مرتب : ڈاکٹر سید معین الرحمان — ایضاً

۲۴۔ اردو میں ہائیکو (مستقبل اور امکانات)

مشترکہ مطالعہ : ڈاکٹر یونس حسنی، پروفیسر ہیروجی کتاؤکا — ایضاً

۲۵۔ مجلہ اوج کا نعت نمبر (دو ضخیم جلدیں)

مدیر اعلیٰ : ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی — ایضاً

۲۶۔ یادگار نامہ فخر الدین علی احمد

مرتبین : پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر مختار الدین احمد،
ڈاکٹر شریف حسین قاسمی — ایضاً

۲۷۔ فخر الدین علی احمد میموریل والیوم (بزبان انگریزی)

مرتبین : پروفیسر نذیر احمد،
پروفیسر اسلوب احمد انصاری — ایضاً

۲۸۔ یادگار خطوط : ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے نام

مرتب : خالد محمود — تحقیق (۱۰۔۱۱)

Marfat.com

۲۹۔ فرہنگ زفانِ گویا، جلد دوم

تالیف: بدر ابراہیم

تصحیح و تحقیق و ترتیب: پروفیسر نذیر احمد — تحقیق (۱۰۔۱۱)

۳۰۔ رضا لائبریری جرنل، رام پور، شمارہ سوم

مدیر اعلیٰ: پروفیسر نثار احمد فاروقی — ایضاً

۳۱۔ حافظ محمد شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات (جلد دوم)

مظہر محمود شیرانی — ایضاً

۳۲۔ مطالعہ ادبیاتِ فارسی

ڈاکٹر وحید قریشی — ایضاً

۳۳۔ الصداق، حیدر آباد

مدیر منتظم: شاہ انجم بخاری — ایضاً

۳۴۔ اقبال اور ظفر علی خاں

جعفر بلوچ — ایضاً

۳۵۔ انفاسِ امدادیہ

مصنف: لطیف اللہ — ایضاً

۳۶۔ تحقیقی نقوش

شفقت رضوی — ایضاً

۳۷۔ نیرنگِ اندلس

منظور الٰہی — ایضاً

۳۸۔ یادگار نامہ قاضی عبدالودود

مرتبین: پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر مختار الدین احمد

پروفیسر شریف حسین قاسمی — تحقیق (۱۲۔۱۳)

۳۹۔ رام پور رضا لائبریری مونوگراف (بزبانِ انگریزی)

مؤلف: ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی — ایضاً

Marfat.com

۴۰۔ ذاکر صاحب کے خط : جلد سوم، جلد چہارم
مرتبہ : پروفیسر مختار الدین احمد — تحقیق (۱۲۔۱۳)

۴۱۔ ہفت گفتار دربارۂ سنائی و عطار و عراقی (بزبانِ فارسی)
ڈاکٹر محمد سلیم اختر — ایضاً

۴۲۔ تحقیق (خصوصی اشاعت، اصولِ تحقیق ابلاغِ عامہ)
شعبہ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی۔
مرتب : پروفیسر متین الرحمان مرتضیٰ، — ایضاً

۴۳۔ شعلہ طور : طباعتِ اولین و مابعد۔ ایک تجزیاتی مطالعہ
ڈاکٹر احمر رفاعی — ایضاً

۴۴۔ سینٹرل ایشیا : تاریخ، سیاست اور کلچر
(مجموعہ مقالات بزبان انگریزی)
مرتبین : ریاض الاسلام،
قاضی عبدالقادر اور جاوید حسین — ایضاً

۴۵۔ تحقیقات و تاثرات (مجموعہ مقالات و مضامین)
ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی — ایضاً

۴۶۔ تذکرۂ خطاطین
تحقیق و تالیف : محمد راشد شیخ — ایضاً

تحقیق کے شماروں کی ضخامت :

شمارہ (۱) ______ ۲۳۰ صفحات	شمارہ (۶) ______ ۴۵۴ صفات
شمارہ (۲) ______ ۳۹۴ صفحات	شمارہ (۷) ______ ۴۹۲ صفحات
شمارہ (۳) ______ ۵۰۹ صفحات	شمارہ (۸۔۹) ______ ۵۹۸ صفحات
شمارہ (۴) ______ ۴۷۶ صفحات	شمارہ (۱۰۔۱۱) ______ ۱۰۴۸ صفحات
شمارہ (۵) ______ ۴۳۸ صفحات	شمارہ (۱۲۔۱۳) ______ ۱۰۱۴ صفحات

Marfat.com

ڈاکٹر معین الدین عقیل

تحقیق (۱)

پاکستان کی جامعات میں شعبۂ اردو کے ادبی و تحقیقی مجلات کی مستقل اشاعت کی روایت مستحکم اور قابل اطمینان نہیں۔ لیکن شعبہ جات اردو سے قطع نظر اگر جامعات یا ان کے کلیات کے اردو میں شائع ہونے والے مجلوں کی روایت کو دیکھا جائے تو جامعہ پنجاب کے اورینٹل کالج کا تحقیقی مجلہ " اورینٹل کالج میگزین" اپنے طویل دور اشاعت کے ساتھ ساتھ نہایت وقیع اور عالمانہ تحقیقی مقالات اور اپنے مجموعی معیار کے لحاظ سے نہ صرف ایک استثنائی مثال ہے بلکہ یہ اپنے طور پر علمی و تحقیقی روایت کو آگے بڑھاتا رہا ہے۔ چند برسوں سے جامعہ پنجاب ہی کے کلیہ علوم و معارف اسلامیہ کا مجلہ "تحقیق" بھی اب اس روایت میں اس کا شریک ہے۔

دیگر جامعات میں سے شعبہ اردو جامعہ سندھ کے مجلّے "صریر خامہ" اور شعبہ اردو، جامعہ پشاور کے مجلّے "خیابان" نے اپنے بعض موضوعاتی خاص شماروں کے باعث شعبہ جات اردو کے ادبی و تنقیدی مجلوں کی محدود روایت میں اپنا ایک مقام بنایا ہے اور اپنے مرتبین کی مخلصانہ ادب دوستی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ "صریر خامہ" سے قطع نظر اب شعبہ اردو جامعہ سندھ کے مجلّے "تحقیق" نے بھی نوعیت اپنے مقالات کے معیار اور اپنے مرتبین کے ذوق تحقیق کے ذریعے پاکستانی جامعات کے شعبہ جات اردو کے مقابلے میں ایک مزید استثنائی مثال پیش کی ہے۔ اس مجلّے کا پہلا شمارہ (۱۹۸۷ء) اس وقت پیش نظر ہے۔

مرتبین نے اس شمارے کو بنیادی طور پر ان گوشوں میں ترتیب دیا ہے: "اصول تحقیق"، "رسمیات تحقیق"، "مقالات"، "اخذ و ترجمہ"، لیکن ان کے علاوہ تبصرے، رفتار تحقیق اور مجالس تحقیق و مذاکرہ ذیلی عنوانات ہیں، جن کے تحت چند نئی تصانیف پر شعبے کے اساتذہ کا تاثر سامنے آتا ہے۔ مذکورہ گوشوں میں "اخذ و ترجمہ" کے تحت محض ایک مقالہ "مشکوک دستاویزات کی چھان بین کا ایک سائنسی طریقہ" ہے، جو نارمن ایچ میکنزی کا تحریر کردہ تھا، اسے اس کی افادیت کے پیش نظر ڈاکٹر نجم الاسلام نے اردو میں منتقل کیا ہے اور اسے ایک علاحدہ گوشے کی حیثیت دی ہے، لیکن اپنے موضوع کی مناسبت سے اسے اصول یا رسمیات تحقیق کے گوشوں ہی کے ذیل میں شمار کیا جانا چاہیے۔

اس مجلّے کی اہمیت و انفرادیت دراصل اس کے مقالات، ان کے موضوعات اور ان کے

Marfat.com

معیار کے باعث ہے۔ "مقالات" کے تحت متنوع موضوعات پر مقالات شامل ہیں۔ : "اسلا
تصوف اور مثنوی مولانائے روم" کے عنوان پر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے نہایت جامعیت اور اختص
سے اسلامی تصوف کے ذیل میں مولانا روم کے خیالات کو اخذ کیا ہے۔ "تذکرۂ دتاسی اور معارف"
عتیق احمد جیلانی نے اور مجروری" سے "کا مطالعہ پر ڈاکٹر سعدیہ نسیم نے سیر حاصل، معلوماتی او
وسعت مطالعہ کے حامل مقالات تحریر کیے ہیں۔ "رسالہ عصمت کا پاکستانی دور" (از مسز رابعہ اقبال
اور "اردو خاکہ نگاری، ایک مطالعہ" (از فہمیدہ شیخ) بھی عمدہ مطالعے ہیں اور یہ اپنے موضوعات کا حق
بھی ادا کرتے ہیں۔ آخر الذکر مقالے میں ایک مبسوط موضوع کو جامعیت کے ساتھ سمیٹنے کی اچھی
کوشش کی گئی ہے اور اس میں ادبی خاکہ نگاری کے ساتھ ساتھ، شخصیت نگاری، مرقع نویسی اور علمی
مذہبی شخصیات پر لکھے گئے خاکوں کا ذکر بھی آگیا ہے اور یہ عہد حاضر تک خاکہ نگاری کا احاطہ بھی کر
ہے، اس لحاظ سے یہ عبدالرزاق کان پوری، چراغ حسن حسرت اور حال کے خاکہ نگاروں میں ابراہیم
جلیس، شورش کاشمیری، یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، علی جواد زیدی، ماہر القادری، ابوالحسن علی ندوی
جیسے مستقل اہم ناموں کے ذکر کے بغیر تشنہ محسوس کیا جائے گا۔

اصول و رسمیات تحقیق سے متعلق اس مجلّے کے گوشے مقالہ اور بھی مفید مقالات پر
مشتمل ہیں۔ تحقیق و تدوین کے مسائل، اصول اور فن پر پاکستان میں بہت قابلِ قدر کام نہیں ہوا
محض چند مقالات یہاں ان موضوعات کا کل سرمایہ ہیں۔ یہ مجلّہ اور اس کے مذکورہ گوشے ان
موضوعات کی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرنے کی ایک مثال ہیں اور یہ اس امر کا مظہر ہے کہ اس
کے مرتبین ان موضوعات سے کس درجے رغبت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے فن تحقیق
پر قبل ازیں بھی نہایت مفید اور قابل قدر مقالات تحریر کیے ہیں، جو پاکستان میں اس موضوع پر
موجود سرمایے میں فی الواقع ایک اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر مجلّے میں ڈاکٹر صاحب نے
"تحقیق کے بنیادی لوازم" پر اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ اس مقالے سے جہاں ایک طرف فن تحقیق کے
بنیادی لوازم کی تصریح ہوتی ہے، وہیں اس میں ایک اچھے محقق کے لیے رہنما اصول بھی بیان کیے گئے
ہیں۔ یہ مقالہ قبل ازیں مقتدرہ قومی زبان، اسلام کے مرتب مجموعہ مقالات "تحقیق اور اصول وضع
اصطلاحات" میں شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کے دو مقالات اس مجلّے میں شامل ہیں۔ ایک
مقالہ "ہمارا قدیم طرزِ تحقیق" موضوع کی مناسبت سے عربی و فارسی کے قدیم طرزِ تحقیق کے مختصر
جائزے پر مشتمل ہے اور دراصل اس میں قرونِ اولیٰ میں تدوین حدیث اور اسماء الرجال کے ضمن میں

Marfat.com

رتب ہونے والے اصولوں کے تاریخی جائزے سے شروع ہو کر گیارہویں صدی ہجری تک تحقیق ں اختیار کیے جانے والے لوازم اور اصول کو پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا بھی یہ مقالہ مقتدرہ کے کورہ بالا مجموعہ مقالات میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا دوسرا مقالہ ”رسمیات تحقیق“ کے ذیل یں ”رسمیات مقالہ نگاری“ کے عنوان پر ہے اور اسے ایک مستقل صورت میں ترتیب دیا گیا ہے اور ختلف ابواب، مثلاً اجزائے مقالہ، اقتباسات،، پاورقی حوالے، کتابیات اور متفرقات کے تحت اپنے نقطہ نظر کے مطابق محققین کے لیے رہنما اصول متعین کیے گئے ہیں۔ یہ ایک مفید کوشش ہے جس سے یہ یقین ہے کہ اور محققین کما حقہ فائدہ اٹھائیں گے۔ اس قسم کے مقالے کی اس لیے بھی ضرورت تھی کہ اکثر مصنفین لوازمات تحقیق کے اختیار کرنے میں بالعموم بے نیازی، ناواقفیت اور غلط فہمی کی بنا پر مقالہ نگاری کے مناسب، معیاری اور سائنٹفک رسوم کا، جنھیں ترقی یافتہ دنیا میں ایک عرصے سے اختیار کیا جارہا ہے، لحاظ نہیں رکھتے۔ چناں چہ ان کے مقالات، بالخصوص طرز اور اسلوب کے اعتبار سے غیر معیاری اور ناگوار ہوتے ہیں۔ پھر مصنفین کے درمیان رسمیات تحقیق کے معاملے میں یکسانیت بھی نظر نہیں آتی۔ چناں چہ خاص طور پر پاورقی حوالوں اور کتابیات کی ترتیب میں انتشار کی کیفیت اکثر نمایاں رہتی ہے۔ اس صورت میں ”رسمیات مقالہ نگاری“ پر یہ مقالہ اپنی جگہ حد درجہ افادیت رکھتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار کی اس کوشش کو بہ نظر استحسان دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے ایک کمی کو پورا کرنے کی سعی کی ہے۔ کس قدر المیہ ہے کہ تحقیق و تصنیف کے جو سائنٹفک اصول و قواعد ایک عرصے سے علمی دنیا میں مروج ہیں، ہمارے بہت کم مصنفین کو ان سے واقفیت حاصل ہے اور وہ اردو میں انھیں اختیار کرتے ہیں۔ آج تو دنیا علمی لحاظ سے اس قدر تیز رفتار ترقی کر رہی ہے کہ تحقیق میں تخصیص، اختصار اور کم لفظی کو ضروری قرار دیا جانے لگا ہے۔ چناں چہ جو لوازم اور رسمیات تحقیق پچیس تیس سال پہلے تک عام اور مروج تھیں، اب موضوع تک راست رسائی، اختصار اور کم لفظی کے خیال سے ان میں متعدد تبدیلیاں وضع کی جارہی ہیں۔ مثلاً اقتباسات کے ضمن میں، جنھیں فاضل مقالہ نگار نے صفحات ۵۸ تا ۶۰ میں بیان کیا ہے، اقتباسات نقل کرنے کا سلسلہ کم سے کم یا بلکہ ترک کر دیا گیا ہے۔ اب اقتباسات نقل کرنے کے بجائے اس کے نفس مضمون کو اپنے مختصر لفظوں میں تحریر کر کے اصل اقتباس کا، چاہے وہ کتنا ہی مختصر یا طویل ہو، کل حوالہ دے دیا جاتا ہے۔

اسناد اور ماخذ کے حوالوں کے ضمن میں بھی اب انقلاب آچکا ہے۔ مثلاً اب بنیادی حوالہ بین السطور متن ہی میں دے دیا جاتا ہے اور پاورق میں محض ضمنی یا ثانوی ماخذ کے حوالے دیے جاتے

Marfat.com

ہیں۔ بین السطور متن میں دیے جانے والے حوالے نہایت مختصر ہوتے ہیں۔ مثلاً فاضل مقالہ نگار نے صفحہ ۶۲ پر جو حوالہ حامد حسن قادری کی تصنیف "داستان تاریخ اردو" کا دیا ہے، وہ بین السطور متن میں اپنے مقام پر اب اس طرح دیا جائے گا (قادری ۱۹۵۷ء، داستان تاریخ اردو، ص ۱۰۵) آخر میں "کتابیات" میں حامد حسن قادری کے علاوہ دیگر مصنفین کے نام میں قادری موجود ہے تو حوالہ میں صرف قادری کے بجائے پورا نام (حامد حسن قادری ۰۰۰) لکھا جائے گا۔ فاضل مقالہ نگار نے صفحہ ۱۲ پر جو مثالیں پاورقی حوالے کے لیے دی ہیں، ان کی جگہ اگر وہ "پہلا اندراج" ہو تب بھی، اب مختصر حوالے ہی کا رواج ہو گیا ہے کیوں کہ اسی سند کا مکمل اندراج بالآخر کتابیات میں بھی موجود ہوگا۔ اگر کسی مصنف کی کسی سال ایک ہی کتاب شائع ہوئی ہے، تو پھر کتاب کا نام بھی دینا ضروری نہیں سمجھا جاتا، صرف اتنا لکھنا کافی ہوتا ہے: (قادری، ۱۹۵۷ء، ص ۱۰۵) اور اگر کتابیات میں کسی مصنف کی ایک ہی کتاب کا اندراج ہے تو پھر حوالے میں سنہ اشاعت بھی دینا ضروری نہیں، صرف یوں لکھا جاتا ہے (قادری، ص ۱۰۵) بعض حضرات تو صفحے کے لیے علامت ص کی نشان دہی بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ حوالے کا یہی اصول بین السطور متن کے علاوہ پاورق میں بھی اختیار کیا جا رہا ہے۔

اب "کتابیات" ایک مختصر مقالے کے لیے بھی ضروری سمجھی جا رہی ہے۔ پھر "کتابیات" کی تقسیم بھی، فاضل مقالہ نگار کی تقسیم صفحہ ۱۷ سے قطع نظر، اس ترتیب سے کی جاتی ہے: (۱) بنیادی مآخذ (۲) ثانوی مآخذ۔ بنیادی مآخذ کے تحت (الف) غیر مطبوعہ سرکاری و شخصی دستاویزات (ب) مخطوطات (ج) رپورٹیں (د) کتابیں (ہ) رسائل و جرائد میں شائع شدہ مقالات (اگر مقالات، کتابیں، کے تحت شامل نہ ہوں)۔ اس کے علاوہ اب کتابیات میں اندراج کی ترتیب کو بھی بدل دیا گیا ہے، نئی ترتیب کے مطابق اب مصنف کے نام کے فوراً بعد سنہ اشاعت، پھر کتاب کا نام اور آخر میں شہر کا نام۔ مصنف کے نام کے فوراً بعد سنہ اشاعت کا اندراج اس لیے ہو رہا ہے کہ متن میں حوالہ اسی صورت میں دیا جانے لگا ہے۔ اور اس کی توجیہہ میں مصنف کا ذہنی ارتقاء پیش نظر ہوتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے رسمیات مقالہ نگاری کے تحت اشاریہ سازی پر خود اظہار خیال نہیں کیا، شاید اس لیے کہ یہ مبسوط اور کتابی صورت میں شائع ہونے والے مقالات کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ضرورت سید جمیل احمد رضوی کے مقالے سے پوری ہو جاتی ہے۔ یہ مقالہ بھی اپنے موضوع پر مکمل اور مفید ہے۔ ویسے اس میں ایک اندراج کے تحت ذیلی اندراج یا اندراجات کے ضمن میں رہنمائی نہیں کی گئی۔ مثلاً کسی ایسی تصنیف میں جو اردو یا پاکستان کے موضوع پر ہو، اس کے اشاریے میں محض

Marfat.com

و" یا" پاکستان" کا اندراج اپنی مکمل افادیت نہیں رکھتا۔ متعدد ضمنی و ذیلی عنوانات اس کے تحت
ج لیے جا سکتے ہیں۔

ان ضمنی معروضات سے قطع نظر اس مجلّے کو اپنے منصوبے، اپنی نوعیت اور اپنے معیار
لحاظ سے نہ صرف ایک جامعہ کے شعبہ جاتی مجلّے کے طور پر بلکہ پاکستان میں اردو تحقیق کی مجلّاتی
کرمیوں میں ایک خوش آیند اضافہ قرار دینا چاہیے۔ شعبہ اردو، جامعہ سندھ اس کی اشاعت پر
رکباد و تحسین کا مستحق ہے۔

Marfat.com

شیخ محمد اسماعیل

تحقیق (۱)

شعبہ جاتی تحقیقی مجلّے "تحقیق" شعبہ اردو سندھ یونی ورسٹی کا پہلا شمارہ پیشِ نظر ہے۔ مجلّے کی اعلیٰ علمی ساکھ اور شناخت کے لیے اس مجلسِ مشاورت میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کا نام نامی اسم گرامی کافی ہے۔ جب کہ ان کے دو اور شاگردانِ رشید پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام، جو مجلّے کے مدیر بھی ہیں، اور پروفیسر مسز رابعہ اقبال بھی شریک ہیں۔

پیش لفظ جناب مظہر الحق صدیقی صاحب یونی ورسٹی آف سندھ کے وائس چانسلر (سابق) نے تحریر فرمایا ہے انھوں نے یونیورسٹیوں کے دو اہم مقاصد کی نشان دہی فرمائی ہے یعنی اعلیٰ تدریسی عمل کے ذریعے علمی سرمائے کو ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل کرنا اور تحقیق کے ذریعے علمی سرمائے میں توسیع کرنا۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ "تحقیق" کا یہ پہلا شمارہ مذکورہ دوسرے مقصد کے حصول کی طرف ایک کامیاب قدم ہے۔

فہرست کے مطابق مقالات کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو کچھ اس طرح ہیں۔ اصولِ تحقیق، رسمیاتِ تحقیق، مقالات اخذ و ترجمہ، تبصرے۔

پہلا مقالہ "تحقیق کے بنیادی لوازم" پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے تحریر کیا ہے۔ دس صفحوں پر محیط اس مقالے میں ڈاکٹر صاحب نے ایک طرف تو تحقیق کے وہ لوازم پیش کیے ہیں جو ہمارے اسلاف کے پیشِ نظر تھے۔ دوسری طرف تحقیق کرنے والوں کی رہنمائی کے لیے واضح طور پر تحقیق کی سمت کی نشان دہی کر دی ہے۔ یہ وقیع مقالہ اس مجلّے کی جان ہے۔ میرے خیال میں بلکہ اس پر اصرار کروں گا کہ یہ مقالہ اور تحقیق سے متعلق دیگر دو ایک مقالات کو یکجا شائع کیا جائے تاکہ ان سے بہتر طور پر استفادہ کیا جا سکے اس کے علاوہ ان مضامین کو سندھی زبان میں بھی ترجمہ کرا کے شائع کرایا جانا چاہیے تاکہ اہلِ علم کی رہنمائی ہو سکے۔

دوسرا مقالہ "ہمارا قدیم طرزِ تحقیق" ڈاکٹر نجم الاسلام سربراہ اردو ڈیپارٹمنٹ کا نتیجہ تحقیق ہے ڈاکٹر نجم الاسلام اپنے استاد محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے نقشِ قدم پر خوب چلتے ہیں اس لیے جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ تحقیق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ اس مقالے میں بھی ڈاکٹر صاحب نے بڑی عرق ریزی سے مواد کو اکٹھا کیا اور بہترین انداز میں قلم بند کیا ہے۔ مسلمانوں کی زندگی کا محور قرآنِ کریم اور احادیث نبویؐ ہے۔ مفسرین اور محدثین نے ان کی تفسیر و تدوین میں اپنی پوری پوری زندگیاں صرف کر دی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مقالے میں بڑے جامع انداز میں تدوین حدیث کے تقریباً تمام اصول بیان کر دیے

Marfat.com

ہیں۔

ابن قدیم کی کتاب الفہرست چوتھی صدی کی مستند کتاب ہے اس سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ خاص طور سے ابن ندیم کا حلاج کے متعلق تحقیقی رویہ ہماری سوچ کے گوشوں سے بہت پردے اٹھوانا چاہتا ہے ڈاکٹر صاحب ابن خلدون جو آٹھویں صدی کا عالم ہے اس کے حوالے سے اصولِ تحقیق کی طرف آتے ہیں۔ برصغیر کے عبداللطیف بن عبداللہ عباسی متوفی ۱۰۴۹ھ کے مولانا روم کی مثنوی کے مختلف نسخوں کے مقابلے کے ذکر پر مقالے کا اختتام کیا گیا ہے۔ "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ"۔

رسمیاتِ تحقیق میں دو مقالات ہیں۔ ایک اشاریہ سازی سید جمیل احمد رضوی صاحب کا اور دوسرا رسمیات مقالہ نگاری پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام کا۔

رضوی صاحب پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ڈپٹی لائبریرین ہیں۔ انھوں نے بہت ہی سلیس انداز میں وضاحت کے ساتھ تحقیق میں اشاریہ سازی کی اہمیت اور اس کے اصول و ضوابط پر روشنی ڈالی ہے۔ اس چھوٹے سے مقالے میں انھوں نے بہت پتے کی باتیں کی ہیں اور بڑے دل نشیں پیرائے میں اہم باتوں کی طرف نشان دہی کر دی ہے دنیائے ادب میں کتابوں کی رفتار تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اشاریہ سازی بہت ہی کم وقت میں پوری کتاب کے بارے میں اختصار کے ساتھ وہ سب کچھ بتا دیتی ہے۔ جس کے لیے ایک محقق کو بہت سر کھپانا پڑتا ہے۔

اسی طرح "رسمیاتِ مقالہ نگاری" میں بڑے جامع انداز میں مقالہ نگاری کی ضروری رسمیات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

مقالات کے حصے میں بڑے قد آور نام نظر آتے ہیں۔ سرفہرست ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کا نام ہے جن کا مقالہ ہے "اسلامی تصوف اور مثنوی مولانا روم"۔ ڈاکٹر صاحب پاکستان کی ان چند ہستیوں میں سے ایک ہیں جنھیں تصوف کی دنیا میں حرفِ آخر کی حیثیت حاصل ہے اس لیے ان کے قلم سے جو کچھ بھی نکلے اسے بھی حرفِ آخر کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جب بھی صوفیانہ رنگ کی کوئی چیز لکھی ہے ڈوب کر لکھی ہے۔

دوسرا مقالہ محترمہ رابعہ اقبال صاحبہ کا ہے "رسالہ عصمت کا پاکستانی دور"۔ محترمہ ہماری جامعہ کی استاد ہیں۔ انھوں نے بڑی بالغ نظری سے اپنے مقالے کو ترتیب دیا ہے۔ "رسالہ عصمت" ۱۹۰۸ء سے علامہ راشد الخیری کی ادارت میں نکلتا رہا۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۷ء سے آج تک کراچی سے شائع ہو رہا ہے۔ شاید یہ ہندوستان کا قدیم ترین رسالہ ہے جو روزِ اول سے آج تک اپنی آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ علامہ راشد الخیری کی وفات کے بعد ان کے لائق بیٹے مولانا رازق الخیری کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری آپڑی۔ انھوں نے بڑی خوش اسلوبی سے ۱۹۷۹ء تک اس کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ ان کے بعد بیگم آمنہ نازلی،

Marfat.com

طارق الخیری اور صائمہ خیری نے ادارت سنبھالی" رسالہ عصمت "ہماری مسلم تہذیب کی بھر پور عکاسی کرتا ہے۔ مقالہ نگار نے صحیح کہا ہے کہ" عصمت صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے۔

مقالات کے سلسلے میں ایک اور محترمہ نام ڈاکٹر سعدیہ نسیم کا ہے۔ یہ بھی شعبہ اردو سے منسلک ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ کا مقالہ" مجہوری سے کا مطالعہ "بہت ہی اہم اور افادیت کے لحاظ سے اعلیٰ ادبی تحقیق کا حامل ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے بڑی عرق ریزی اور باریک بینی سے بہت سی مستند کتابوں کو کھنگالا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محی الدین زور، ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر شوکت سبزواری کے بعد محترمہ ڈاکٹر سعدیہ نسیم صاحبہ اردو لسانیات میں حرف آخر کا درجہ حاصل کر لیں گی۔

عبدالحق اور ایڈون لاسن کا" صورت آئینہ "نفسیات پر تحقیقی مقالہ ہے۔ اس مجلّے میں اس کی شمولیت سمجھ میں نہیں آئی اسے تو کسی نفسیاتی جریدے میں ہونا چاہیے تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور مقالہ شامل کیا جاتا تو بہتر تھا۔

محترمہ فہمیدہ شیخ کا مقالہ" اردو خاکہ نگاری "، ایک مطالعہ، بھی ایک اہم مقالہ ہے۔ طویل سوانح نگاری کی جگہ اب اردو میں خاکہ نگاری کی طرف میلان بڑھ رہا ہے۔ یہ ایک خاص اسلوب ہے۔ اس میں ایک شخصیت واضح بھی ہوتی ہے اور مکمل بھی مگر نہایت اختصار کے ساتھ، محترمہ نے اپنے موضوع کو بہتر انداز میں نبھایا ہے۔

عتیق احمد جیلانی جامعہ سندھ میں لیکچرار ہیں۔ انھوں نے" دتاسی اور معارف "کے عنوان سے پر از معلومات مقالہ تحریر کیا ہے۔ ان کا آنے والا مقالہ" معارف "کے تحقیقی سرمائے کی نشان دہی کرے گا۔

اخذ و ترجمہ کے حصے میں نارمن ایچ میکنزی کا ایک مضمون شامل ہے۔ جسے ڈاکٹر نجم الاسلام نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے" مشکوک دستاویزات کی چھان بین کا ایک سائنسی طریقہ "۔

پاکستان میں ابھی تک ایسی کوئی مشین موجود نہیں جس کے ذریعے دستاویزات اور مخطوطات میں جعل سازی کا پتا لگایا جا سکے۔ بہت ہی کارآمد مضمون ہے۔

تبصرے کے حصے میں دو کتابوں پر تبصرے شامل ہیں۔ پہلی کتاب" اردو زبان میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی جائزہ "مصنفہ ڈاکٹر مس رضیہ نور محمد اور دوسری کتاب ہے۔" اردو گیت "مصنفہ ڈاکٹر بیگم بسم اللہ نیاز احمد۔ ان کے تبصرہ نگار بالترتیب مسز رابعہ اقبال صاحبہ اور ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب ہیں۔

آخر میں" رفتار تحقیق "کے نام سے سال ۸۸۔ ۱۹۸۷ء میں اردو میں پی ایچ ڈی کی ڈگریاں پانے والوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ" مجلس تحقیق و مذاکرہ "کے عنوان کے تحت بتایا گیا ہے کہ شعبہ اردو کے اساتذہ نے ان مجالس میں اسی سال پانچ مقالے پیش کیے ہیں۔

مجلّہ" تحقیق "کی چھپائی ٹائپ میں اور قیمت چالیس روپے ہے۔" تحقیق "کچھ نیا نام نہیں ہے۔

Marfat.com

ڈاکٹر وحید قریشی

تحقیق (۲)

رسالہ "تحقیق" سندھ یونی ورسٹی کے دو شمارے اب تک شائع ہوئے ہیں پہلے شمارے میں اصول تحقیق سے متعلق حصہ زیادہ مفصل تھا لیکن اس دوسرے پرچے میں مسائل تحقیق سے متعلق حصہ نسبتاً مختصر اور عملی تحقیق سے متعلق حصہ زیادہ مفصل ہے۔

پہلا مقالہ مرحوم ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا لکھا ہوا ہے اور اس سے پہلے شائع ہو چکا ہے اس حصے کے دوسرے مقالے جو رسالے میں دوسرے مقامات پر درج ہیں اس لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں کہ اب تک اصول تحقیق کے بارے میں جتنا مواد ملتا ہے وہ بہت بکھرا ہوا ہے۔ عطاء الرحیم صاحب کا مقالہ تحقیقی مقالات کی ٹیکنک سے متعلق ہے جو سرسری ہونے کے باوجود بعض واقعی غور طلب امور کی نشان دہی بھی کرتا ہے۔ عبدالحق کا مقالہ زیادہ تر انگریزی مواد پر مبنی ہے اسی طرح تحقیق کی چند تعریفات بھی اسی ذیل میں آتی ہیں۔ جن سے مقصود ایم اے کے طالب علموں کو بعض بنیادی مسائل سے متعارف کرانا ہے۔ اردو تحقیق کی جائزہ نگاری میں معروضیت پر توجہ کرنے کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

میرے نزدیک اس شمارے کا زیادہ قابل قدر حصہ عملی تحقیق کے نمونے ہیں۔ جن میں "خواجہ محمد ہاشم کشمی"، "بیاض مقیم" اور "مصحفی کا ایک شاگرد" خاصے کی چیز ہے۔ اور رسالے کے معیار کو متعین کرتی ہیں۔ البتہ مرزا سلیم بیگ اور مسز رابعہ اقبال کے مقالے مزید توجہ کے طالب ہیں اور انھیں بلاشبہ کسی قدر کاٹ چھانٹ اور اضافے کے ساتھ معیاری بنایا جا سکتا تھا۔

"معارف اور غالبیات"، "مصحفی کا ایک شاگرد"، "مطالعات امیر" ایک حد تک قابل توجہ ہیں۔ لیکن ان میں موضوع سے متعلق پورے مواد کا احاطہ نہیں کیا گیا جس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ایک آنچ کی کسر رہ گئی ہے۔

مجموعی طور پر یہ رسالہ کسی بھی یونی ورسٹی کے شایان شان قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس رسالے کو بہ غور دیکھنے پر اندازہ ہوتا ہے کہ مصادر تک رسائی کے وسائل کی غیر موجودگی کے باوجود اس مواد کو معلومہ حد تک بغور دیکھا ہے اور پورا فائدہ اٹھایا ہے جو ان کی دسترس میں تھا ضرورت ہے کہ پاکستان کی یونیورسٹیاں اپنے وسائل کو ایک دوسرے کی دسترس میں لا کر تحقیق کو اور زیادہ مکمل اور معیاری کریں۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اگر اس سلسلے میں مناسب اقدامات کرے تو سندھ یونیورسٹی کے محققین پاکستان میں اپنا کام اور زیادہ منظم طور پر کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

حنا عنبرین

تحقیق (۱ تا ۶)

جامعہ سندھ کے شعبۂ اردو سے شائع ہونے والے رسالے "تحقیق" کا شمار بھی ان چند تحقیقی مجلوں میں کیا جاسکتا ہے جو حقیقتاً حق تحقیق ادا کر رہے ہیں۔

رسالہ "تحقیق" کا پہلا شمارہ سنہ ۱۹۸۷ء میں صدر شعبۂ اردو جناب ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کے زیر ادارت شائع ہوا اور اب تک ہر سال باقاعدگی سے جاری ہونے والے شماروں کی تعداد چھ ہو گئی ہے۔ ذیل میں ان چھ شماروں پر ایک اجمالی تبصرہ پیش کیا جاتا ہے۔

رسالے کے مشمولات کا اگر جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اجراء کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

۱۔ تحقیق کے اصول اور طریقوں کی تشریح۔

۲۔ اردو اور فارسی زبان و ادب سے متعلق تحقیقات پر مبنی مقالوں کی اشاعت۔

۳۔ فلسفہ و نفسیات سے متعلق ایسے مقالوں کی اشاعت بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے جو اردو داں حلقوں کو فلسفہ و نفسیات کا تحقیقی طریق کار سکھاتے ہیں۔

۴۔ "اخذ و استفادہ" کے عنوان سے ایسے مطبوعہ مقالات کے اقتباسات کی اشاعت جو تحقیق کے کسی نہ کسی گوشے سے متعلق ہوں۔ علاوہ ازیں رسالے میں صرف انہیں کتب و رسائل کو موضوع تبصرہ بنایا گیا ہے جو علمی یا تحقیقی نوعیت کے ہوں۔

۵۔ شعبۂ اردو کی تحقیقی سرگرمیوں کا مختصر جائزہ پیش کرنا بھی رسالے کے اجراء کا ایک اہم مقصد ہے۔ اس ذیل میں شعبے کی مجالس تحقیق و مذاکرہ میں پیش کیے ہوئے مختصر مقالوں کے عنوانات بھی دیے جاتے ہیں۔

ان مقاصد کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ ایک خالص تحقیقی نوعیت کا رسالہ ہے۔ اس میں شعبے کے اساتذہ کے تحقیقی مقالات کے علاوہ ملکی و غیر ملکی محققین حضرات کے تحقیقی مقالے بھی شامل ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ اس رسالے کے "پیش گفتار" سے ظاہر ہے کہ اس میں شامل ہونے والے تحقیقی مقالات ماہرین کی رائے حاصل کرنے کے بعد شامل کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا مشمولہ مقالات کا بلند تحقیقی معیار اسی محتاط طریق کار کا نتیجہ ہے۔

رسالہ "تحقیق" نے اس چھ سالہ عرصے میں تحقیق کے کون کون سے پوشیدہ گوشوں پر روشنی ڈالی اور وہ کیا کیا انکشافات کیے ہیں جن کی ہماری زبان و ادب کی تاریخ میں اہمیت بنتی ہے یہ معلوم کرنے کے لیے ان مقالات کا تعارف پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو دراصل شعبۂ اردو کے اساتذہ کرام کی کاوشیں ہیں۔

Marfat.com

ان میں سرفہرست ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا نام اور کام آتا ہے۔ "تحقیق" کے ابتدائی شمارے میں ان کا مضمون "تحقیق کے بنیادی لوازم" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں انھوں نے قدیم اسلامی فن تحقیق کے اصولوں کے حوالے سے جدید لوازم تحقیق متعین کیے ہیں۔ اس کے بعد کے شماروں میں بھی آپ کے مقالات رومی، خسرو، خواجہ محمد ہاشم کشمی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے کلام اور احوال و آثار سے متعلق شائع ہوتے رہے ہیں ڈاکٹر صاحب کا ایک طویل مقالہ ڈاکٹر جمیل جالبی کی مشہور و معروف کتاب "تاریخِ ادبِ اردو" کی ابتدائی دو جلدوں کا نہایت دقیق اور عمیق جائزہ ہے۔ یہ گراں قدر مقالہ ایک مثال پیش کرتا ہے کہ تاریخ زبان و ادب کا جائزہ کیسی گہرائی اور باریکی سے لینا چاہیے۔ اس مقالے کی ایک اضافی خوبی یہ ہے کہ اسے بصورتِ عکسِ تحریر شائع کیا گیا جو کہ غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے پاکیزہ خط کا نمونہ بھی ہے۔

"تحقیق" کے مقالہ نگاروں میں دوسرا اہم نام ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کا ہے جو نہ صرف مستقل مقالہ نگار کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ رسالے کی ادارت کی ذمہ داری بھی احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ ہر سال تحقیق کے شماروں کی باقاعدگی سے اشاعت اور اس کے تحقیقی و علمی معیار کو برقرار رکھنے میں ڈاکٹر صاحب کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔

یہ ان کی کاوشوں اور فنِ تحقیق سے انتہا درجے کی دلچسپی ہی کا نتیجہ ہے کہ علمی و ادبی حلقوں میں رسالہ "تحقیق" کو ایک منفرد مقام حاصل ہے، اور ڈاکٹر وحید قریشی کی رائے کے مطابق تو "اب یہی ایک قابلِ ذکر تحقیقی رسالہ ہے جس کا دم غنیمت سمجھنا چاہیے۔"

ڈاکٹر صاحب کے مقالات موضوع کے لحاظ سے متنوع بھی ہیں اور منفرد بھی۔ پہلے ہی شمارے میں ان کے دو مقالے قدیم طرزِ تحقیق اور رسمیاتِ مقالہ نگاری سے متعلق ہیں۔ اول الذکر میں انھوں نے فنِ تحقیق میں ہونے والی بتدریج تبدیلیوں کا ذکر مختلف مثالوں کے ساتھ نہایت تفصیل سے کیا ہے اسی طرح دوسرا مقالہ بھی کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں۔ مدیر "تحقیق" نے فارسی شعراء اور ان کے کلام کو بھی موضوعِ تحقیق بنایا جس کی مثالیں "بیاضِ مقیم" اور "کلیاتِ فائق" پر ان کے مقالوں کی صورت میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں "بیاضِ دولت رائے سندھی"، "مکتوباتِ بہرائچ"، "قدیم اردو کے چند نوادر" پر بھی انھوں نے روشنی ڈالی ہے۔

محترمہ پروفیسر رابعہ اقبال صاحبہ کے مقالات بھی رسالہ "تحقیق" کے مشمولات میں منفرد مقام رکھتے ہیں، انھوں نے اپنے مقالات میں اکثر و بیشتر خواتین کے ادب، ان کی تحقیقات یا خواتین کی زندگی کے کسی نہ کسی گوشے پر لکھی ہوئی کتابوں کا جائزہ پیش کیا ہے، ان کا تازہ ترین مقالہ جو رسالہ تحقیق کے چھٹے شمارے میں شامل ہے "بارہ ماسہ" پر ہے یہ بھی نسوانی زندگی کا ایک پہلو ہے اور ہماری شعری روایت کا ایک حصہ بھی، اس مضمون میں سیر حاصل طریقے پر موضوع کا حق ادا کیا گیا ہے۔

محترمہ ڈاکٹر سعدیہ نسیم نے اردو کی لسانی تحقیق کو موضوع بنایا ہے ان کے دونوں مقالات

Marfat.com

" مجروری ہے " اور " ظرفی میں " دراصل ان کے پی - ایچ - ڈی کے مقالہ تحقیق کا حصہ ہیں اور ان
بت مفصل طور پر گہرائی کے ساتھ لسانی تحقیق کا حق ادا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد شعبۂ اردو کی ایک اور معزز استاد محترمہ فہمیدہ شیخ کے مقالات کا ذکر مناسب معلوم
تا ہے۔ " اردو خاکہ نگاری " اور " اردو تحقیق کی جائزہ نگاری " کے بعد " تحقیق کے آخری شمارے میں ان
جو مقالہ شائع ہوا وہ خواجہ حسن نظامی کے اولین سفرنامے کی بازیافت ہے ، جو کہ ذہنوں سے محو ہوگیا تھا
بلکہ محترمہ نے اپنے مفصل تحقیقی مقالے کے ذریعے اسے تازہ کر دیا ساتھ ہی وضاحت طلب گوشوں کی پر از
معلومات حواشی کے ذریعے تشریح بھی کی۔

اس رسالے کے مشمولات میں شعبۂ اردو سے منسلک ایسے مقالہ نگاروں کی کاوشات بھی شامل ہیں
جنھوں نے بحیثیت محقق بہت جلد اپنا مقام بنا لیا ہے۔ان کے تحقیقی کاموں کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے
ایک مخصوص میدان چن کر اسی سے متعلق مقالات پیش کیے ہیں۔

محترم عتیق احمد جیلانی نے رسالہ " معارف " اعظم گڑھ کے حوالے سے چند بہترین مقالات پیش
کیے ہیں جو وقتاً فوقتاً " تذکرہ دتاسی اور معارف " " معارف اور غالبیات " ، " معارف اور اقبالیات " اور
" رسالۂ معارف اور شعراء کے تذکرے " کے عنوانات کے تحت شائع ہوتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ محترم
مقالہ نگار رسالہ " معارف " کے اس معلوماتی ذخیرے سے قارئین کو فیض یاب کرنے کا سلسلہ آئندہ بھی اسی
جانفشانی سے جاری رکھیں گے۔

اسی طرح محترم مرزا سلیم بیگ کا خاص تحقیقی کام اردو زبان و ادب کی تاریخوں کا جائزہ لینا ہے۔
انھوں نے بڑی دقتِ نظر سے کئی ادبی تاریخوں کا جائزہ لیا ہے۔گو کہ اس جائزے میں انھوں نے زیادہ تر
معائب پر روشنی ڈالی ہے لیکن محاسن کو بھی یک سر نظرانداز نہیں کیا ہے۔ رام بابو سکسینہ اور حامد حسن
قادری کی ادبی تاریخوں پر مرزا صاحب کے مقالات ہماری ادبی تحقیق میں اپنی افادیت کی وجہ سے یاد رکھے
جائیں گے۔

اس رسالے میں شامل محترم سید جاوید اقبال کے مضامین کا خاص موضوع امیر احمد مینائی ہیں
انھوں نے امیر مینائی پر لکھی ہوئی کتابوں اور مقالات کا جائزہ بھی لیا ہے اور امیر کے غیر مطبوعہ مکتوبات کا
ایک نادر ذخیرہ سامنے رکھ کر " افاداتِ امیر " کے عنوان سے ایک گراں قدر مقالہ تحریر کیا ہے " دفترِ
امیراللغات " اور معتمدینِ دفترِ امیراللغات " بھی نہایت معلومات افزاء مقالے ہیں مقالہ نگار نے ان میں غیر
مطبوعہ مواد بھی شامل کیا ہے اس طرح موجودہ دور میں انھیں امیر مینائی کے موضوع پر خاص اہمیت حاصل ہے۔
شعبے کے اساتذہ کے علاوہ اس رسالے کو ملکی و غیر ملکی بلند پایہ محققین کا تعاون بھی حاصل رہا ہے۔
ان میں مسلم یونیورسٹی ، علیگڑھ کے ڈاکٹر نذیر احمد کا نام سرفہرست ہے جنھوں نے اپنے مقالات میں نہایت
توجہ طلب معلومات درج کی ہیں ، " سندھ ، مکران کی سیاسی و ثقافتی تاریخ کے چند نئے ماخذ " میں انھوں

Marfat.com

یہاں کی تاریخ کے مخفی گوشوں کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اسی طرح قدیم فارسی فرہنگوں سے متعلق مقالے میں انھوں نے قدیم فارسی فرہنگوں کے نسخۂ کراچی کا جو تعارف کرایا ہے وہ ان کا غیر معمولی کارنامہ ہے اور اس پائے کی دریافت ہے جس پر رسالہ "تحقیق" بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔

جامعہ کراچی کے ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ڈاکٹر معین الدین عقیل اور ڈاکٹر ظفر اقبال جبکہ جامعہ پنجاب سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، جامعہ پشاور کے ڈاکٹر محمد شمس الدین اور جامعہ ناگپور کے ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق کا تعاون بھی رسالے کو حاصل رہا ہے۔

"تحقیق" کا شمارہ چہارم خصوصی ذکر کا مستحق ہے، یہ تہنیتی شمارہ محترم ڈاکٹر غلام مصطفی خاں صاحب کی نصف صدی سے بھی زائد عرصے پر محیط علمی خدمات کے لیے شعبۂ اردو کی طرف سے خراجِ تحسین ہے۔ اس کے متعدد مقالات میں ڈاکٹر صاحب کی حیات اور علمی کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جائزہ لیا گیا ہے کہ اس مقام پر پہنچنے تک انھوں نے کیا کیا ریاضتیں کیں؟ کیسے کیسے اساتذہ سے فیض یاب ہوئے؟ اور یہ کہ آپ کا تحقیقی طریقِ کار کیا ہے؟ اس طرح یہ حصہ بھی اردو تحقیق کے طالب علموں کے لیے روشن مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔

آخر میں رسالے کے چند مستقل عنوانات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے، ہر شمارے کے آغاز میں (اس وقت کے) وائس چانسلر کی تحریر "پیش گفتار" کے عنوان سے شامل کی گئی ہے جس میں سربراہ جامعہ نے تحقیقی مسائل پر کوئی نہ کوئی ایسا مفید مشورہ پیش کیا ہے جو شعبہ جاتی تحقیقی عمل اور مجلہ "تحقیق" کے ارتقاء میں معاون ثابت ہو۔

رسالے میں "اخذ و استفادہ" کے عنوان سے بعض مطبوعہ کتب کے وہ اقتباسات پیش کیے گئے ہیں جو کسی نہ کسی پہلو سے تحقیقی نوعیت کے ہوں اسی طرح تبصرے کے لیے بھی ان رسائل اور کتب کا انتخاب کیا گیا ہے جو تحقیق ہی سے متعلق ہوں۔

"مجالسِ تحقیق و مذاکرہ" اور "رفتارِ تحقیق" بھی مستقل عنوانات ہیں جن میں بالترتیب شعبے کی علمی مجالس میں پڑھے جانے والے زیرِ بحث مقالوں کے عنوانات درج ہوتے ہیں اور شعبے کی تحقیقی سرگرمیوں کی رپورٹ شائع ہوتی ہے یعنی ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالرز صاحبان کی کامیابیوں کا حال درج کیا جاتا ہے۔ اسی ذیل میں اساتذہ کی تازہ ترین تخلیقات کے بارے میں خبریں شامل کی جاتی ہیں۔

اس طرح یہ شعبہ جاتی مجلہ، اردو اور فارسی زبان و ادب کی تحقیق کے میدان میں ایک امتیازی مقام حاصل کر چکا ہے، امید ہے کہ ڈاکٹر نجم الاسلام کی ادارت میں یہ مؤقر تحقیقی رسالہ آئندہ بھی اپنا علمی و تحقیقی معیار برقرار رکھے گا۔

Marfat.com

تحقیق (شمارہ ۷)

تحقیق: مرتبہ جناب ڈاکٹر نجم الاسلام، صفحات ۴۸۸، قیمت ۶۰، روپے، کاغذ
طباعت، بہتر، پتا: شعبۂ اردو سندھ یونی ورسٹی، نیو کیمپس، جام شورو۔

سندھ یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کا سال نامہ "تحقیق" مفید علمی تحقیقی مضامین پر
ہوتا ہے، اس وقت ہمارے پیشِ نظر اس کا ساتواں شمارہ ہے، اس میں گوشہ نذیر احمد کے عنوا
ڈاکٹر نذیر احمد، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے چار فاضلانہ مقالات کے علاوہ مولانا عبد الصمد
(ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں) مآثر غالب (ڈاکٹر مختار الدین احمد) دوہے کا فن (ڈاکٹر الیاس عشقی) شا
ثانی کی نثر (ڈاکٹر نجم الاسلام) جیسے بیش قیمت اور مفید مضامین درج ہیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا
مقدمہ "کچھ تحقیق کے متعلق" خاصے کی چیز ہے۔ ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر مختار الدین کے متعدد
خطوط سے یہ شمارہ مزین ہے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ:

"علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا حمید الدین فراہی، دونوں عالم تو تھے لیکن خاص ط
حدیث کے ماہر نہ تھے"۔

ممکن ہے اس سے ان کی مراد روایتی انداز کے ماہر حدیث ہو ورنہ یہ حضرات احادی
گہری نظر رکھتے تھے اور جب یہ تسلیم ہے کہ وہ عالم تھے تو اس کا مطلب خود بخود یہ نکلا تھا کہ وہ دوس
فنون کی طرح حدیث میں بھی دست گاہ رکھتے تھے، ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ کا سفر نامہ پر از معلو
ہے، ڈاکٹر نجم الاسلام کی محنت و سلیقے کا اندازہ ہر شمارے سے ہوتا ہے، اس علمی مجلّے کی اشاعت
اور سندھ یونی ورسٹی کا شعبہ اردو قابلِ مبارک باد ہے۔

(معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۹۵)

Marfat.com

تحقیق (۸_۹)

ڈاکٹر اسلم فرخی

یونیورسٹیوں کے قیام کا بنیادی مقصد اعلیٰ تعلیم کا فروغ اور توسیع ہے۔ یہ کام درس کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے اور علمی تحقیق کے ذریعے سے بھی انجام پاتا ہے۔ تحقیق کے حوالے سے قدیم علمی سرمائے کی بازیافت ہوتی ہے۔ اس سرمائے کو نئی فکر کی ہم آہنگی میں پرکھا جاتا ہے اور اس کی قدروقیمت کا ازسرِنو تعین کیا جاتا ہے۔ مختلف علمی موضوعات پر کتابیں مرتب کی جاتی ہیں۔ مقالے لکھے جاتے ہیں جو یونیورسٹی کے اپنے مجلے میں شائع ہوتے ہیں اور ساری علمی دنیا میں حوالے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے ذیلی ادارے اورینٹل کالج کو اس سلسلے میں امتیاز حاصل ہے کہ اس کا علمی اور تحقیقی مجلہ "اورینٹل کالج میگزین" اعلیٰ علمی تحقیق کی ایک نہایت شاندار روایت کا حامل ہے۔ سندھ یونیورسٹی کا رسالہ تحقیق جس کا آٹھواں اور نواں مشترک شمارہ اس وقت میرے پیشِ نظر ہے اسی اعلیٰ علمی تحقیق کا مظہر اور قابلِ قدر ادبی روایت کا امین ہے۔ آج کے دور میں سہل انگاری کی وجہ سے علمی خلفشار بڑھتی جاتی ہے اور تحقیق کا معیار زوال پذیر نظر آتا ہے مگر اس دور میں تحقیق ایسے مؤقر علمی اور تحقیقی مجلے کی اشاعت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی علم سے شغف رکھنے والے اور تحقیقی کام کرنے والے اگرچہ کم ہو گئے ہیں مگر موجود ہیں اور لگن سے کام کر رہے ہیں شاید انہیں خاموش علمی کارکنوں اور عاملوں کی وجہ سے تحقیق کا فن زندہ ہے اور علمی بازیافت کا عمل جاری ہے۔

تحقیق کے اس شمارے میں ایک گوشہ مشہور عالم، محقق اور ادیب قاضی احمد میاں اختر مرحوم سے تعلق رکھتا ہے۔ قاضی صاحب ادیب و شاعر تھے لیکن انھوں نے اپنی ساری توجہ علمی تحقیق پر مرکوز کی تھی اور اس میں اختصاص حاصل کیا تھا۔ فکری اور تحقیقی اعتبار سے وہ دبستانِ شبلی سے تعلق رکھتے تھے۔ عمر کے آخری دور میں سندھ یونیورسٹی میں تاریخ اسلام کے پروفیسر مقرر ہو گئے تھے۔ ساری زندگی علمی کاموں میں گزاری مگر اس صاحب علم و دانش کے بارے میں بہت کم لکھا گیا۔ ہم نے اپنے بے شمار بزرگوں کو بھلا دیا۔ قاضی صاحب بھی ہماری اس فراموش کاری کا شکار ہوئے۔ مگر سندھ یونیورسٹی نے تحقیق میں ان کا گوشہ شائع کر کے ان کی یاد کے چراغوں کو ازسرِنو روشن کر دیا ہے۔ یہ گوشہ تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے اور بڑی محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔ قاضی صاحب کے بارے میں مفید مضامین ہیں اور ان کی بہت سی تحریروں کو سلیقے سے یکجا کر دیا گیا ہے۔ جس سے قاضی صاحب کی علمی شخصیت اور ان کے علم و فضل کی ایک بھرپور تصویر سامنے آتی ہے۔ اس تبصرہ نگار کو قاضی صاحب کی خدمت میں نیاز حاصل تھا۔ اکثر ریڈیو کے حوالے سے بھی ملاقات ہوتی تھی کیوں کہ قاضی صاحب نے ریڈیو پاکستان سے بے شمار تقریریں کی تھیں۔ اس گوشے کے مطالعے سے ان پرانی ملاقاتوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ یہ گوشہ اس رسالے کا بڑا اہم حصہ ہے۔

یوں تو اس شمارے کے سارے مضامین علمی اور تحقیقی اعتبار سے بلند پایہ ہیں تاہم گوشہ متون "اس اردو کی اولین نسوانی خود نوشت" بیتی کہانی" مخصوص اہمیت کی حامل ہے۔ ریاست پاٹودی کے ایک حکمراں نواب اکبر علی خاں کی صاحب زادی شہر بانو بیگم نے ۱۸۸۵ء میں ایک انگریز خاتون کی فرمائش پر مرتب کیا۔ چالیس برس کی مدت پر پھیلی ہوئی اس سیدھی سادی روداد حیات میں اہل فکر و نظر کے لیے معنی کی ایک پوری دنیا آباد ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اس خود نوشت کو بڑی محنت سے مرتب کیا۔ ان کا مقدمہ اور حواشی علمی تحقیق کے بلند معیار کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کا مضمون "دیوان غمگین کس غمگین کا ہے" بھی اس شمارے کا اہم اور قابل قدر مضمون ہے۔ یہ مضمون حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب قبلہ کی تحقیقی روایت کی مفید توسیع ہے۔ مضامین کے علاوہ تحقیق کے اس شمارے میں بعض بڑے اہم مکتوبات بھی شامل ہیں۔ ان مکتوبات کو علمی سرمائے میں گراں قدر اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نئی مطبوعات پر تبصرے سیر حاصل، بے لاگ اور اعلیٰ تنقیدی بصیرت کے حامل ہیں۔ حق یہ ہے کہ رسالہ تحقیق کے مدیر ڈاکٹر نجم الاسلام نے بڑی محنت اور سلیقے سے یہ شمارہ مرتب کیا ہے۔ یہ رسالہ صرف اعلیٰ علمی معیار کا حامل ہے بلکہ اعلیٰ تعلیم کے ایک اہم مرکز کے شایان شان بھی ہے۔ زبان، ادب اور تہذیب و ثقافت سے محبت کرنے والوں اور علمی شغف رکھنے والوں کے لیے ایک بڑی مستند دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

رفیق احمد خاں

تحقیق (۹-۸)

برعظیم پاک و ہند میں معدودے چند رسائل خالصتہً تحقیقی کام کی اشاعت کا باعث
"تحقیق" ان میں سے ایک ہے ۔ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک منفرد شعبہ جاتی مجلہ ہے۔

تحقیق کا پیش نظر شمارہ اپنے سلسلے کا آٹھواں اور نواں شمارہ ہے۔ اس میں کل ۵۹۴
ہیں۔ جن میں سے ص ۱۱ تا ۲۲۶ "گوشہ اختر ۔ بیاد قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی (م ۱۹۵۵ء)۔ پروفیسر
شعبہ تاریخ اسلامی ، سندھ یونی ورسٹی ، کے لیے مختص ہے۔ اس مخصوص گوشے میں ان کے معاصر معرو
قلم حضرات کے تعارفی و تعزیتی مقالات تعلقات خاطر کے آئینہ دار ہیں۔ علاوہ ازیں مکتوبات اختر
تصانیف و تراجم اختر ، ایک غیر مطبوعہ مضمون ۔ خواجہ بزرگ ۔ از قاضی احمد میاں اختر اور اسی نو
تحریریں مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔

مجلے کے باقی صفحات ان عنوانات کے تحت منقسم ہیں ۔ مقالات ، گوشہ متون ، مخ
اضافات ، مکتوبات ، اضافی یادداشتیں ، تبصرے ، مجالس تحقیق و مذاکرہ اور رفتار تحقیق ۔ مقالہ نگاروں
ذیل اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ڈاکٹر این اے بلوچ ، ڈاکٹر نذیر احمد
مختارالدین احمد ، ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین ، ڈاکٹر معین الدین عقیل ، ڈاکٹر عطا خورشید ، ڈاکٹر الیاس
ڈاکٹر نجم الاسلام اور حافظ منیر احمد خاں

حصۂ تبصرہ میں ڈاکٹر نجم الاسلام ، مسز رابعہ اقبال ، مسز فہمیدہ شیخ ، عتیق احمد جیلانی اور سید
اقبال کے تبصرے شامل اشاعت ہیں۔

قارئین کے لیے موجودہ شمارہ اس لحاظ سے اور بھی دل چسپ اور پر از معلومات ہے کہ اس
اردو کی اولین نسوانی خود نوشت ۔ بپتی کہانی ۔ مصنفہ شہر بانو بیگم مرتبہ معین الدین عقیل کے علاوہ ڈاکٹر
الاسلام کا مقالہ ۔ دیوان غمگین کس غمگین کا ہے؟" بھی شامل ہے۔

مذکورہ مجلے کی تدوین و ترتیب کے سلسلے میں رسالے کے مدیر استاذ مکرم ڈاکٹر نجم الاسلام صا
داد و تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں ان کی تحقیقی کاوشیں مجھ ایسے طالبان علم کے لیے سرچشمہ
ہیں سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب بھی خصوصی تحسین کے مستحق ہیں جن کی حوصلہ افزائی سے
مفید سلسلہ پوری آب و تاب سے جاری ہے۔

Marfat.com

رسالہ تحقیق (۸-۹) کے مشمولات پر ایک نظر

یہ بات کسی مبالغے کے بغیر کہی جاسکتی ہے کہ شعبہ ۔ اردو، سندھ یونی ورسٹی سے نکلنے والے
...ق نے علمی دنیا میں ایک خاص مقام حاصل کرلیا ہے ۔ ایک طرف اس کے بلند پایہ تحقیقی مقالات ،
... خصوصی توجہ حاصل کیے ہوئے ہیں تو دوسری جانب اس کی باوقار پیشکش نے اہل علم اور طالبان
... سے خوب خوب داد وصول کی ہے۔

تحقیق ۔ کا ہر قدم سابق سے آگے ہی پڑتا نظر آتا ہے حسن ترتیب جس سلیقہ مندی کا طالب
... اس سے استاذی محترم ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب بفضل تعالیٰ خوب نوازے گئے ہیں۔ اس سعادت بزور
...بت۔ اپنی اس رائے کی تائید میں یہ ناچیز فارسی کے مایہ ناز اسکالر اور پروفیسر ایمریٹس برائے فارسی ،
...ونی ورسٹی علی گڑھ، ڈاکٹر نذیر احمد کے ایک مکتوب کا اقتباس پیش کرتا ہے جس سے ڈاکٹر صاحب
...وبی خاص پر خوب روشنی پڑتی ہے ۔

" محترم من، سلام مسنون، آپ کا بھیجا ہوا پروف ملا، اس کی تصحیح میں تاخیر ہوئی۔۔۔
ویسے پروف میں کوئی خاص غلطی بھی نہیں آئی ، اور غلطی کیسے نظر آتی ، آپ جتنی
توجہ سے یہ کام کرتے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ نہ صرف پروف میں بلکہ مسودے میں
بھی کوئی غلطی باقی نہ رہ جائے ۔۔۔ اور جب مقالہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں تو
اطمینان رہتا ہے کہ ان شا اللہ کوئی غلطی باقی نہیں رہ جائے گی ۔"

[مکتوب ڈاکٹر نذیر احمد بنام ڈاکٹر نجم الاسلام: مشمولہ تحقیق (۸-۹، ص ۵۲۶)]

اب اس کے مشمولات کا تعارف ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے ۔

حسب روایت رسالے کا آغاز "پیش گفتار" سے ہوتا ہے جس میں سندھ یونی ورسٹی کے وائس
چانسلر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

رسالہ تحقیق اس لحاظ سے بھی منفرد نظر آتا ہے کہ اس کے پیش گفتار میں تحقیقی نوعیت کی

Marfat.com

ہم میں کوئی نظر نہیں آتا۔ اس نے سیکڑوں ادبی و علمی مقالے اور مضامین لکھے جن سے اس کی عالمانہ تحقیق اور وسعت معلومات کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ سراسر علمی شخص تھے یہی ان کا شغل اور یہی ان کا مقصد حیات تھا وہ علم کے شیدائی علم دوست اور اہل علم کے قدر داں تھے۔ اکثر لوگ علمی امور میں ان سے مشورہ لینے آتے تھے اور وہ نہایت فراخ دلی سے ان کی مدد کرتے تھے۔ علم و فضل و تبحر کے ساتھ وہ قدیم تہذیب اور آداب کا اعلا نمونہ تھے۔

(تعزیتی تقریر از بابائے اردو، ص ۲۳۰۔)

اس گوشے کا ایک اہم حصہ مکتوبات پر مشتمل ہے چوں کہ اس کے ذریعے مکتوب نگار کی ذہنی و کیفیات، میلانات و رجحانات اور عادات و خصائل کا پتہ چلتا ہے لہذا اس کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اس میں ڈاکٹر مختار الدین احمد (پروفیسر ایمریطس برائے عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) اور سید الطاف علی کے مرتبہ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا دونوں حضرات کے مرتبہ خطوط کی تفصیلات علاحدہ علاحدہ پیش کی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد کے مرتبہ خطوط میں سب سے زیادہ تعداد مکاتیب اختر بنام مالک رام کی ہے جو کہ سولہ ہے ڈاکٹر مختار الدین احمد کے نام تین اور علامہ عبدالعزیز میمن کے نام دو خط ہیں صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خاں شروانی، محمد عبداللہ خویشگی اور محمد اسمٰعیل پانی پتی کے نام ایک ایک خط شامل ہیں ڈاکٹر صاحب نے ان پر اپنے قیمتی حواشی بھی لکھے ہیں۔

سید الطاف علی بریلوی کے مرتبہ خطوط کی تعداد ۲۸ ہے یہ تمام مکتوبات مرتب کے نام ہیں اور مکتوب الیہ کی کتاب مراہی اور راہ نما" (۱۹۶۴) میں من و عن شامل ہیں ان پر مکتوب الیہ کے قیمتی حواشی اور تصریحات نے انھیں مزید مفید بنادیا ہے۔

اب اس گوشے کا وہ حصہ آتا ہے جس میں مدیر تحقیق نے کتاب خانہ مشفق خواجہ سے حاصل کردہ مواد کو نہایت سلیقے سے ترتیب دیا ہے۔

طالبان تحقیق کے لیے خواجہ صاحب کا دم غنیمت ہے خواجہ صاحب کا کمال یہ ہے کہ ہزاروں کتابوں، مکتوبات و نوادرات کو ایسے سلیقے سے رکھا ہوا ہے کہ جس کی نظیر ہمارے اکثر بڑے کتاب خانے بھی پیش نہیں کرسکتے جن کے انتظام و انصرام پر پچاسیوں ملازمین رکھے جاتے ہیں اور

Marfat.com